Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

उर्दू संग्रह

पुस्तक का नाम बे मुहावरा

लेखक जोगेन्द्र पाल

प्रकाशन वर्ष 1978

आगत संख्या 780

بے محاورہ

جوگندر پال

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

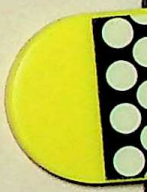

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

Forwarded with Compliments
from
Deptt. of Education
Govt. of India

980

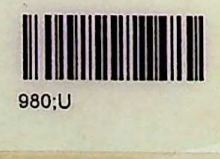

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

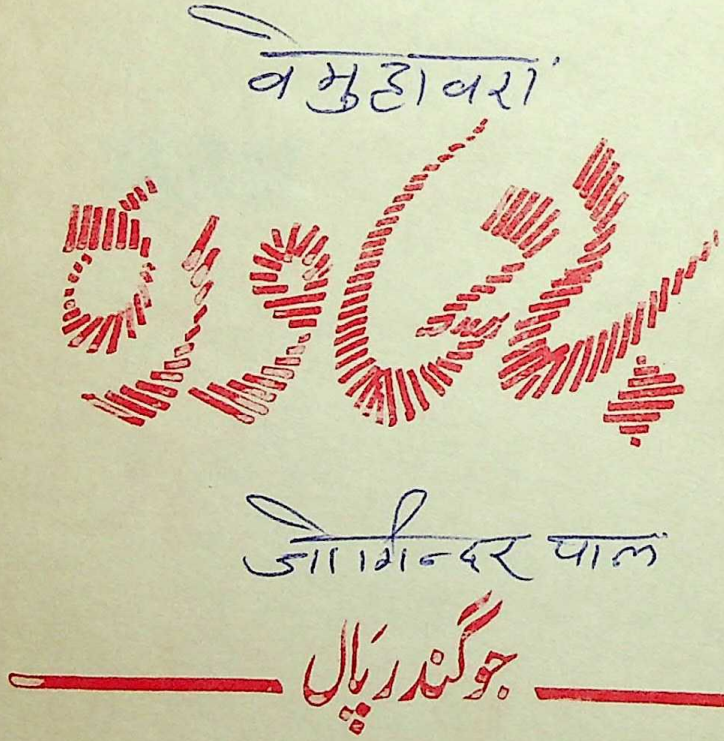

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

انتساب

980

تُو ہی تُو

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جملہ حقوق بہ حقِ مصنف محفوظ

سرورق ـــــــ سکریتا

طابع ـــــــ ایسج پرنٹرس، منظور پورہ اورنگ آباد

خوش نویس ـــــــ عبدالرزاق

بار اوّل ـــــــ ۸۰۰

قیمت ـــــــ Rs. 20

ـــــــ دسمبر ۱۹۷۸ء ـــــــ

پبلشر کے ایس اتکرے ایم اے

Forwarded with Compliments
from
Deptt. of Educ.,
Govt. of India,

کیلاش پبلیکیشنز

• اورنگ پورہ، اورنگ آباد ۴۳۱۰۰۱

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بے محاورہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فہرس

۱	دریاؤں پیاس	۱
۲	بستیاں	۹
۳	پھول	۲۱
۴	نازائیدہ	۲۸
۵	ہرا مبے	۳۵
۶	بھوں بھاؤں	۴۰
۷	رامائن	۵۱
۸	جاگیردار	۵۸
۹	ربط وضبط	۶۱
۱۰	آسیب	۶۲
۱۱	مقامات	۷۱
۱۲	ایک جاسوسی کہانی	۷۸
۱۳	بے درد	۸۷
۱۴	وہ	۸۸
۱۵	سیدھی راہ پر بھٹکے ہوئے	۹۱
۱۶	رتیں نہ رکیں	۹۹
۱۷	میلے ملاقاتیں	۱۰۳
۱۸	پراپرٹی، شرافت وغیرہ وغیرہ	۱۰۴
۱۹	جڑیں اور شاخیں	۱۰۶
۲۰	پیش قدم	۱۱۳
۲۱	دوسری کایا	۱۲۰
۲۲	سواریاں	۱۳۰
۲۳	پیچھے	۱۳۹
۲۴	بے محاورہ	۱۴۸

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ترسیل

(بطور دیباچہ)

شوجی بھگوان چپ چاپ اپنی تعریف سنتے رہے، سر سے اچھل اچھل کر بہتے ہوئے پانی کی طرف دیکھتے رہے اور مسکراتے رہے اور پھر بولنے والے سے پوچھنے لگے، یہ سب ٹھیک ہے بھائی پر تمھیں مجھ سے پوچھنا کیا ہے؟

میں یہ پوچھنے آیا ہوں بھگوان، گنگا آپ کے سر سے کیوں پھوٹتی ہے؟

میرے ہاتھ پیر کے بھی سر ہوتا تو وہاں سے بھی پھوٹتی۔

اور سر سے پھوٹتے ہی بیروں کی طرف بہنے لگتی ہے؟

ہاں، چوٹیوں کے نشیب نہ ہوں تو بستیاں کیونکر سیراب ہوں؟

جگندر پال

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دریاؤں پیاس

بے بے اپنے اکلوتے بیٹے کے نئے بنگلے کے باہر برآمدے میں چارپائی پر اکیلی بیٹھی ہے اور سوچوں میں ڈوبی ہوئی ہے اور اس کے چہرے کی جھریاں واقعات کے بوجھ سے لٹک لٹک کر چارپائی کے چوبی پایوں میں دھنس آئی ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ پایوں کی پرانی لکڑی جھریوں کے اندر ہی اندر پھٹ کر یکبارگی ڈھے جائے گی۔

بے بے نے سر اٹھا کر اپنے سامنے دیکھا ہے لیکن اسے کچھ بھی دکھائی نہیں دے رہا ہے، وہ اندھی نہیں، دھندلائی نظر کو سمیٹ کر ابھی دیکھ لیتی ہے مگر اس کا کیا کیجیے گا کہ اس کی آنکھوں پر ہر دم پرانے مناظر کا پردہ لٹکا رہتا ہے ——— اُن کی وہ جدی حویلی جس کے اندر ایک کے بعد بیسیوں کوٹھڑیاں کھلتی چلی جاتی ہیں اور ——— اور ——— بے بے ذرا سی مسکرادی ہے تو اسی لمحے اس کی جھریوں کے کھنچے ہوئے کنارے چارپائی کے پایوں سے اس کے چہرے میں لوٹ آئے ہیں اور وہ اپنے چہرے میں پوری کی پوری نظر آنے لگی ہے ——— اور ——— اور اس کا شوہر اسے یکے بعد دیگرے ہر کوٹھڑی میں ڈھونڈتے ہوئے بے سُدھ ہوتا جا رہا ہے اور وہ یہاں اس کوٹھڑی میں بیٹھی بے اختیار ہنسنے لگی ہے ——— ۔ اور اس کا شوہر اس کی جھنکارتی ہوئی سیمیں ہنسی کے پیچھے پیچھے دوڑ کر اسی کوٹھڑی میں جا داخل ہوتا ہے اور اُسے اپنے بازوؤں میں کس کر لپیٹ لیتا ہے ———

بے بے کے چہرے پر اس وقت حویلی کی سالم تصویر کھنچی ہوئی ہے اور اس کی ہنسی یہاں ایک سے دوسری کوٹھڑی میں جھن جھن بھاگ رہی ہے اور اس کی چارپائی نے چیں چیں کر کے اسے بار بار سمجھانا چاہا ہے، بے بے، اپنی عمر کا لحاظ کرو بے بے! پہلے ہی سب لوگ تمہیں پاگل کہتے ہیں ———، مگر بے بے اس وقت بے بے ہی ہو تو چارپائی کی بھی سُن لے؛

میں تو گھبرا گیا تھا کہ کہاں کھو گئیں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جہاں بھی کھو جاتی انہی کوٹھڑیوں میں کہیں ہوتی ـــــ وہ ہنس ہنس کر اپنے شوہر کو بتا رہی ہے ـــــ اب تو مر کر بھی انہی کوٹھڑیوں میں کہیں رہ جاؤں گی ـــــ دیکھو، مر کر کسی کھلی کوٹھڑی میں نہ ملی تو حویلی کی چابیوں کا گچھا یہاں میرے پلو سے ہی بندھا ہوتا ہے، شاید کسی بند کوٹھڑی میں تمہاری راہ تکتے تکتے سوئی پڑی مل جاؤں۔

بے بے بے چینی سے چارپائی پر نیم دراز ہو گئی ہے اور دوپٹے کے پلو کو چھاتی کی طرف بڑھا کے چابیوں کے ایک بہت بڑے گچھے کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا ہے۔ چابیوں کا لوہا اس کی انگلیوں کی پچاس پچپن برس کی پیہم ملائم رگڑ سے گوشت پوست سا ہو گیا ہے اور ہر چابی کے جسم سے اُسے اس کی روح جھانکتی ہوئی محسوس ہوتی ہے ـــــ یہ چابی رسوئی خانے کی ہے ـــــ کئی بار کہہ چکی ہوں کم از کم کھانے کے وقت پہنچ جایا کرو پر میری کون سُنتا ہے؟ ـــــ آ گئے؟ ـــــ ٹھہرو! ـــــ آئی ـــــ آ ـــــ ئی! ـــــ اور یہ چابی ـــــ اس کوٹھڑی میں میرا منّا پڑھا کرتا ہے ـــــ وہی بات ہوئی نا ـــــ دیکھو لالٹین سرہانے جل رہی ہے اور تمہارا منا کتاب کو دونوں ہاتھوں میں تھامے مزے سے سو رہا ہے ـــــ تم تو یونہی بے چارے کے پیچھے پڑے رہتے ہو، کیا معلوم وہ سپنے میں بھی پڑھ رہا ہو ـــــ نہیں، بے بے، میں ایک منے کا باپ ہو گیا ہوں، پھر بھی تم مجھے ابھی تک وہی منا سمجھتی ہو، مجھے میرے نام سے پکارا کرو ـــــ تمہیں تمہارے نام سے پکارنے کی سوچتی ہوں تو معلوم ہوتا ہے اپنے بیٹے کو پکارنے کی بجائے بہو کے شوہر کو بلا رہی ہوں ـــــ تو پھر مجھے اپنی بہو کا شوہر ہی سمجھ کے بلایا کرو بے بے ساری عمر تمہارا منا بن کے کیسے رہ سکتا ہوں؟ ـــــ

بے بے کی انگلیوں کی پوریں منے کی پڑھنے کی کوٹھڑی کی چابی پر سے تھرتھراتے ہوئے اپنے شوہر کی کام دھندے کی کوٹھڑی کی چابی کو چھونے لگی ہیں ـــــ آؤ منے کی بے بے، آؤ، رک کیوں گئیں؟ ہائیں! رو کیوں رہی ہو؟ مجھے بتاؤ میں سب کچھ ٹھیک کر دوں گا۔ اپنا سارا دکھ میرے حوالے کر دو، میرے ہوتے ہوئے تم کیوں رو رہی ہو؟ ـــــ یہی تو رونا ہے کہ ایک تم نہیں رہے۔ میں ہوتی تو مر کے بھی تمہاری دیکھ بھال کے لیے رہ جاتی ـــــ

بے بے چپ چاپ رونے لگی ہے مگر اس کے آنسو نہ بہہ رہے ہوں تو اُس کے سوکھے سمٹے بھربھراتے بے نقش چہرے سے پتہ ہی نہ چلے کہ وہ رو رہی ہے ـــــ یہ چابی آپ ہی آپ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اچھل کر اُس کی انگلیوں میں آگئی ہے اور کوٹھڑی کا پٹ کھل گیا ہے اور لوگ اس کے شوہر کی لاش کو باہر نکال رہے ہیں ـــــ نہیں! نہیں! ـــــ اُسے آپ ہی جانے دو۔ وہ آپ ہی جاتا ہے تو لوٹ آتا ہے ـــــ نہیں، تم اُسے لے گئے تو وہ لوٹ کے نہیں آئے گا ـــــ نہیں، اُسے مت لے جاؤ۔ میں نے اپنی ساری عمر اس حویلی کے اندر ہی بتائی ہے۔ مجھے باہر کے راستے معلوم نہیں۔ مت لے جاؤ۔ میں اُسے کہاں ڈھونڈوں گی؟ ـــــ لوگ کھسر پھسر کر رہے ہیں کہ بے بے پاگل ہوگئی ہے ـــــ ہاں، میں پاگل ہوگئی ہوں۔ مجھے پاگل ہو جانے دو، نہیں تو میں پاگل ہو جاؤں گی ـــــ

بے بے کی آنکھوں میں ساون رت اتری ہوئی ہے مگر باہر کا موسم اتنا خشک ہے کہ برآمدے کے سامنے لان سے پرے ایک درخت نے دوسرے سے سرگوشی میں کہا ہے ـــــ دیکھو، بڑھیا کی جھڑی وہاں پتھر کے فرش پر برس برس کر ضائع ہو رہی ہے۔

ہاں، ہمارے آس پاس کچی دھرتی پر برسے تو ہم سیراب ہو جائیں۔

بے بے چابیوں کا گچھا ہاتھوں میں لیے گویا اپنی ساری پرانی حویلی کو چھاتی سے لگائے ہوئے ہے۔

وہ اپنے دم توڑتے ہوئے شوہر کے سامنے کھڑی روئے جا رہی ہے۔

روؤ نہیں، پگلی ـ میرے پاس وقت بہت تھوڑا ہے۔

اُس نے اپنے رونے کی آواز کو سلب کرنے کے لیے منہ میں دوپٹہ ٹھونس لیا ہے۔

روؤ مت اور سنو: مرتے دم تک یہیں حویلی میں رہنا۔ منے کو بھی میری یہی ہدایت ہے کہ وکالت پاس کر لے تو یہیں رہے۔ اس کی شادی خوب دھوم دھام سے کرنا ـــــ سُن رہی ہو؟ اسی حویلی میں خوب دھوم دھام سے کرنا۔ اس حویلی میں ہم کئی پشتوں سے رہ رہے ہیں اور شادی یا موت پر ہمارے سبھی باپ دادا یہاں جمع ہوتے ہیں۔ اپنی شادی کے موقع پر میں نے ان آنکھوں سے اُن سب کو دیکھا تھا۔ اُن میں میرا مرحوم باپ بھی تھا، وہی ـــ وہ ـــ ہی ـــــ اور سبھی تھے ـــــ سن رہی ہو؟ ـــــ تم یہیں رہو گی تو میں جہاں بھی ہوں گا تم میرے ساتھ ہی رہو گی۔ اس حویلی کو کسی صورت نہ چھوڑنا۔ ورنہ ہم بچھڑ جائیں گے ـــــ وہ دیکھو، وہ سب آ رہے ہیں، میرا باپ ـــ دادا ـــ اس کا باپ ـــــ سبھی! ـــــ

بے بے واقعی باؤلی ہو چکی ہے۔ بے چاری کو معلوم ہی نہیں کہ وہ ابھی تک وہیں اپنے گھر

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میں ہے یا گھر چھوڑ کر یہاں آئے اُسے سالہا سال ہو چکے ہیں تاہم وہ دن اس کے ذہن میں، جُوں کے توں ہیں: وہ اپنی ساری حویلی کو بند کر کے نکل پڑے ہیں اور اس کا مرحوم شوہر اور سسر اور سسرال کے کئی پشتوں کے دوسرے لوگ انھیں حویلی کے باہری دروازے پر چھوڑنے آئے ہیں۔ اس کے شوہر کی روح آگے بڑھ کر اس کا کندھا تھپتھپانے لگی ہے ـــــ جاؤ منے کی بے بے۔ حالات اب اتنے بگڑ چکے ہیں کہ تمھارا جانا ہی مناسب ہے، نہیں تو یہ لوگ تمھارا خون بہا دیں گے، نہیں، ہماری فکر مت کرو، ہمارے خون ہی نہیں، تو بہے گا کیسے؟ لیکن حالات درست ہوتے ہی لوٹ آنا ـــــ باہر کا قفل لگا جاؤ۔ ہم یہاں تمھارے انتظار میں گھڑیاں گن گن کر گزاریں گے ـــــ

نہیں، تم نے آپ ہی مجھے حویلی سے باہر قدم رکھنے سے منع کیا تھا، اب آپ ہی نکال رہے ہو۔

نہیں، منے کی بے بے، خدانخواستہ تمھیں کسی نے قتل کر دیا تو مجھے جہنم میں بھی اس کا پیچھا کرنا ہوگا اور میں وہاں سے لوٹ نہ سکوں گا۔

نہیں!۔

نہیں، منے کی بے بے، اس وقت یہاں سے چلی جاؤ۔ تم جہاں بھی جا رہی ہوگی دراصل ادھر ہی آ رہی ہوگی ـــــ جاؤ جہاں بھی بنے، چلی جاؤ، ورنہ ہم صدا کے لیے بچھڑ جائیں گے۔

مادرِ ہند کی کوکھ میں درد کی گھڑی کھبلی ہوئی ہے اور خون میں لتھڑے ہوئے جڑواں بچوں کو جنم دیتے ہی اُس نے دم توڑ دیا ہے اور ـــ اور قیامت بپا ہو گئی ہے ـــــ ارے کوئی ان بے ماں معصوموں کو نہلاؤ، انھیں نرم و گرم کپڑوں سے ڈھانپو۔ ان کے آرام و خوراک کی سوچو ـــــ لیکن سر پر قیامت آ کھڑی ہو تو کون کس کی سُنتا ہے؟ ہجوم کے ہجوم ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے ہیں اور انسانی جسم کے الگ الگ اعضاء کا منظر اتنا عام ہو گیا ہے کہ انسان کے پورے وجود سے صرف اس کے بھوت کا ہی تصور بندھتا ہے ـــــ انہی دنوں یہ دو بوڑھے بھوت ـــــ ایک زندہ عورت کا اور ایک اس کے مردہ شوہر کا ـــــ ایک دوسرے سے وداع ہو رہے ہیں۔ بے بے نے اپنے پلو سے بندھی ہوئی چابیوں کو چھوتے ہوئے اپنی حویلی کی طرف پیٹھ کی ہے اور اسے صاف سُنائی دیا ہے:

گھبراؤ نہیں منے کی بے بے، تم یہیں پہنچنے کے لیے یہاں سے جا رہی ہو۔

چلو بے بے ـــــ اس کے نوجوان وکیل بیٹے نے اسے سہارا دینے کے لیے اپنا ہاتھ بڑھایا ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نہیں ! نہیں ! ——— بے بے نے اپنا ہاتھ بڑھا کر کھینچ لیا ہے ۔
——— میرے سارے سہارے یہیں ہیں ۔ اس حویلی میں ——— وہ لپک کر
حویلی کے دروازے پر لوٹ آئی ہے اور چابی نے آپ ہی آپ قفل کے سوراخ میں دھنس کر قفل کو کھول دیا
ہے ——— نہیں، منے کی بے بے ! ——— دروازے کے اندر اس کا مرحوم شوہر ابھی وہیں کھڑا
ہے ——— جاؤ !

نہیں !

نہیں، جاؤ !

باؤلی بے بے نے اچانک چپ سادھ لی ہے اور اپنے بیٹے کے پیچھے پیچھے ہو لی ہے گویا اُسے معلوم
ہو نہ ہو کہ کہیں جا رہی ہے، بس اپنے اندر ہی اندر سوکھی سوکھی رگوں میں لڑکھڑاتے ہوئے اپنی ذات
کے سفر پر نکلی ہوئی ہے اور جہاں ہے وہیں کی وہیں ہے، یہیں ۔ اسی حویلی میں ! ——— حویلی کے
باہر ہر طرف بارود ہی بارود ہے، آگ ہی آگ بھڑک رہی ہے، دھماکے ہو رہے ہیں لیکن حویلی کا
اندروں کتنا محفوظ ہے، کتنا پُرامن ہے، کتنا آباد ہے !

بے بے کی گویائی پلٹ آئی ہے ۔

میں نہ کہتا تھا منے کی بے بے، جہاں بھی جاؤ گی، اپنے آپ یہیں آجاؤ گی ۔

ہاں ! ——— جاؤ، تم آرام کرو ۔ مجھے منے کے لیے دودھ گرم کرنا ہے ۔ اس کے
پکڑی سے لوٹنے کا وقت ہو گیا ہے ۔

بے بے ! ——— بے بے ! تمھیں کیسے سمجھاؤں ؟ مجھے بھی اپنے ساتھ پاگل بنا کر دم لوگی ۔
تمھارے دشمن پاگل ہوں منے، پاگل ہونے کے لیے میں جو ہوں ۔
تم تو ہو ہی، بے بے ۔ تمھیں کیسے سمجھاؤں کہ ہم اپنی حویلی، بستی، دیس ——— سرحد کے
اس پار چھوڑ آئے ہیں، کئی سال ہوئے چھوڑ آئے، مگر تم ابھی تک وہیں کی وہیں بسی ہوئی ہو ۔
میں اب اور کہاں بسوں گی منے ۔ تم جہاں چاہو، بسو ہنسو، میری تو بس پُرکھوں کی یہی ایک
حویلی ہے ۔

بے بے اپنی حویلی کی چابیوں کے گچھے پر پیار سے انگلیوں کی پوریں رگڑ رہی ہے ۔
کوئی پاگل بھی اتنا پاگل نہیں ہوتا بے بے، ابھی تک اپنی حویلی کی چابیوں کا گچھا پلّو سے باندھے
پھرتی ہو ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لو، دُودھ پی لو، منے۔

دودھ پی کر کیا کروں، بے بے۔ میرا تو جی چاہتا ہے کہ ان چابیوں کو گھما پھرا کے کسی طرح ایک بار تمھیں کھول دوں ——— جانتی ہو تمھارے پاگل پن کی وجہ سے کوئی لڑکی مجھ سے شادی کرنے پر تیار نہیں ہوتی ؟"

——— اجی سنتے ہو ؟ ——— اپنی کوٹھڑی سے باہر آؤ۔ دیکھو ہمارا منا اپنی دلہن لایا ہے ——— کیسے باپ ہو ؟ سُنتے نہیں، تمھاری حویلی میں شادیانے بج رہے ہیں۔ کوئی مر کے بھی اتنا بہرہ تو نہیں ہو جاتا ہوگا ——— باہر آؤ ! ——— آؤ بہو، میں ہی تمھیں تمھارے سسر کے پاس لے جاتی ہوں۔ بے چارہ اسی چاؤ میں مر گیا کہ کب ہمارا منا وکالت پاس کرے گا، کب بہو لائے گا ——— آؤ بہو، اُس کوٹھڑی میں بیٹھا اپنے دھندے کے کاغذ پر لکھنے میں جٹا ہوگا۔ تمھیں دیکھتے ہی اس کی باچھیں کھل جائیں گی، اپنا سارا کام بھول جائے گا ——— آؤ ! ——— بہو ! ——— بہو ! ——— بہو ! ——— تھوڑی دیر میرے ساتھ بھی بیٹھا کرو۔ میرا جی چاہتا ہے تم میرے ساتھ بھی باتیں کیا کرو ——— بے بے، پاگلوں کے ساتھ کوئی کیا باتیں کر سکتا ہے ؟ ——— نہیں، منے، میں پاگل نہیں ہوں ——— میں منا نہیں ہوں۔ مجھے میرا پورا نام لے کر پکارا کرو ——— تمھارا پورا نام کیا ہے، منے ؟ ——— اجی، سُنتے ہو ؟ ہمارے منے کا پورا نام کیا ہے ؟ ——— بہو ! ——— بہو ! ——— تمھارے پاؤں بھاری ہو گئے ہیں۔ اب کام پر جانا چھوڑ دو ! ——— کام پر جانا چھوڑ دوں بے بے، تو کھائیں گے کیا ؟ ——— کھانے کی کیا فکر ہے بہو ؟ ہماری حویلی اناج کے ذخیروں سے لدی ہوئی ہے ——— آؤ میں تمھیں کوٹھڑیوں کے تالے کھول کے دکھاتی ہوں ——— بے بے ! ——— بے بے ! ——— تم سارے گھر کو پاگل بنا دو گی۔ میرا نہیں تو اپنی بہو کا کچھ خیال کرو ——— میری بہو کی برابری کون کر سکتا ہے ؟ ——— اجی سُنتے ہو ؟ دیکھو تمھاری بہو نے ہمارا پوتا جنا ہے ——— دیکھو سارے کا سارا ماتھا ہمارے منے کا سا ہے۔ ——— یہ دیکھو ٹھوڑی بھی منے کی سی ہے ——— اجی سُنتے ہو ؟ ——— کیسے دادا ہو ؟ اپنی کوٹھڑی سے باہر ہی نہیں نکلتے۔ دیکھو، ہماری حویلی میں کون آیا ہے ؟ ——— شور نہیں مچاؤ بے بے، اپنی بہو کو آرام کرنے دو ——— منے، میں تو ——— کئی بار کہہ چکا ہوں بے بے، میں منا نہیں ہوں ——— اگر تم منے نہیں ہو منے، تو میں کس کی ماں ہوں ؟

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

——— جس طرح تم ہمیں اپنے پاگل پن سے تنگ کرتی رہتی ہو بے بے، اس سے تو مجھے اب یہی شک ہونے لگا ہے کہ تم میری ماں نہیں ہو ——— اجی سُنتے ہو؟ اپنی کال کوٹھڑی سے باہر آکے سُنو، تمہارا منا مجھ سے کیا کہہ رہا ہے ——— ! ———

بے بے اپنے بیٹے کے نئے بنگلے کے باہر برآمدے میں چارپائی پر لیٹی بے چینی سے بار بار پہلو بدل رہی ہے اور چارپائی چرمراچرمرا کر اس سے کہہ رہی ہے۔ سو جاؤ بے بے، آرام سے سو کیوں نہیں جاتیں؟

ہاں، اب مجھے سو ہی جانا چاہیئے ——— بے بے نے آنکھیں موند لی ہیں اور سوچنے لگی ہے کہ اُس کے بیٹے، بہو اور پوتے کو باہر گئے اب کافی دیر ہو گئی ہے۔ اب وہ لوٹ ہی رہے ہوں گے، ہاں، لوٹ رہے ہیں ——— بے بے! ——— بے بے! ——— ارے دیکھو، ——— بے بے تو ——— بے بے تو ——— بے بے ——— اس کا منا رونے لگا ہے اور اس کی بہو بھی اور اس کا ننھا سا پوتا بھی ——— نہیں ننھے، تم نہ رووٗ، بے بے نے جھٹ آنکھیں کھول کر اُس کی طرف بازو پھیلا دیے ہیں مگر وہاں ——— کسی کو نہ پاکر پھر آنکھیں موند لی ہیں اور اپنے اوپر اندھا اندھا سا احساس طاری کرنے لگی ہے کہ وہ مر چکی ہے اور پگلی کو اپنا آپ واقعی پاگل معلوم ہونے لگا ہے کہ محض آنکھیں موند لینے سے کوئی کیونکر مر سکتا ہے۔

پانی!

برآمدے کی دیواروں نے بے بے سے جواباً کہا ہے۔ پیاسی ہو تو آپ ہی ہمت کرو بے بے، ہم کیا کر سکتی ہیں؟

بے بے بڑی مشکل سے چارپائی سے اٹھی ہے اور قریب ہی میز پر رکھے ہوئے پانی کے جگ کو اس نے اپنے کانپتے ہوئے ہاتھ میں لے لینا چاہا ہے اور خالی جگ اس کے ہاتھ سے فرش پر گر کر اس کے غصیلے بیٹے کے مانند زور سے کھنکا ہے،

اور وہ سہم کر چارپائی پر آ بیٹھی ہے۔

دیکھو بے بے، ہم تمہارے لیے کیا لائے ہیں۔

کیا لائے ہو ننھے؟ ——— اپنے پوتے کی آواز سُن کر اس نے فوراً مڑ کر دیکھا ہے لیکن وہاں کوئی بھی نہیں ———

اُس کی پیاس بڑھ گئی ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اور وہ سوکھی سوکھی نظر سے اپنے سامنے برآمدے سے بنگلے کے اندر لے جانے والے دروازے کے قفل کو گھورنے لگی ہے جیسے اس کے بھوبٹیا لگا گئے ہیں

دیکھو، سارے کا سارا ماتھا ہمارے منے کا سا ہے ——— یہ دیکھو، ٹھوڑی بھی ویسی ہی ہے ——— اجی سنتے ہو؟ ———

ہاں، سن رہا ہوں منے کی بے بے، پر تم کس کی باتیں کر رہے ہو؟ یہ ہمارا منا ہی تو ہے۔

ارے ہاں، یہ تو ہمارا منا ہی تو ہے!

اندر آجاؤ منے کی بے بے، باہر کیوں بیٹھی ہو؟ ——— لیکن گھونگھٹ اوڑھ کے آؤ۔ تمھارے سسر ادھر ہی آرہے ہیں ——— نہیں، ادھر سے آگے نکل گئے ہیں ——— اری آؤنا ——— قفل کھول کے بلا جھجک چلی آؤ ——— آؤ، آپ بھی پانی پیو اور مجھے بھی پلاؤ ——— آؤنا!

بے بے میں نامعلوم کہاں سے اتنی پھرتی آگئی ہے اور وہ سرعت سے بنگلے کے اندر لے جانے والے مقفل دروازے پر آکھڑی ہوئی ہے اور ایک ایک کر کے اپنی حویلی کی ساری چابیاں قفل میں گھما رہی ہے لیکن قفل کھلنے میں نہیں آرہا!

XX

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بستیاں

اِس عظیم الشان شہر کے ارد گرد یہ دائروی سڑک ہے۔ اور میں ـــــ تم کون ہو؟ ـ چھوڑ یئے۔ کوئی بھی ہوں۔ کچھ ہوتا تو میرے بتائے بغیر آپ کو معلوم ہوتا میں کون ہوں ـــــ میں سڑک کے اس محفوظ کنارے پر یہاں درخت کے نیچے کھڑا ہوں۔ نہیں، کوئی کام وام نہیں، بس یونہی کھڑا ہوں ـــــ رہتے کہاں ہو؟ ـــــ یہ کوئی سوال ہیں؟ کون ہو؟ کہاں رہتے ہو؟ ـــــ کہیں بھی رہتا ہوں، یا کہیں نہیں رہتا۔ کہیں رہ رہا ہوتا تو یہاں کیوں ہوتا؟ وہیں رہ رہا ہوتا ـــــ میں یہاں بہت دیر سے کھڑا ہوں اور کھڑے کھڑے میرا دم گھٹنے لگا ہے۔ ہاں! اس کھلی ہوا میں بھی دم گھٹنے لگا ہے۔ نہیں، میں بھوکا نہیں ہوں۔ آپ میرے بارے میں نامعلوم کیا سوچ رہے ہیں۔ آپ بھوکے ہیں تو آیئے اس ریستوراں میں جو چاہیں پیٹ بھر کے کھالیں۔ ہاں، پل میں ادا کروں گا ـــ کام کیا کرتے ہو؟ ـــــ بھاڑ جھونکتا ہوں۔ نہیں بھاڑ جھونکنا تو مشکل کام ہے۔ مجھے کیا پڑی ہے کہ بھاڑ جھونکتا رہوں ـــ مگر آپ کو اس سے کیا غرض، کہ میں کوئی کام کرتا ہوں یا نہیں کرتا؟ ـــــ نام، کام، رہائش۔؟ آپ نے تو مجھ سے کوئی سرکاری فارم بھروانا شروع کر دیا ہے۔ مجھے کسی سے کچھ نہیں لینا ہے، کسی شے کے لیے کوئی درخواست نہیں بھرنا ہے۔ سمجھے آپ؟ میں جیسے بھی ہوں، جو بھی ہوں جہاں بھی رہتا ہوں، ٹھیک ہوں۔ مجھے کسی سے کوئی غرض نہیں، کوئی واسطہ نہیں۔ سمجھے آپ؟ ـــــ میں اپنے کندھے اچک کر سڑک پار کرنے لگا ہوں اور ایک تیز رفتار ٹرک کے نیچے آتے آتے بہ مشکل بچا ہوں اور سڑک پار کر کے ہانپتے ہوئے ادھر آ پہنچا ہوں تو ایک ٹریفک کانسٹیبل لپک کر میرے پاس آ کھڑا ہوا ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تمھارا نام؟ ـــــ کام؟ ـــــــــ کہاں رہتے ہو؟

پتہ نہیں میں نے اُسے کیا جواب دیا ہے۔ میری آنکھوں میں وہ ٹرک مجھ سے دو چار انچ پر بار بار تیزی سے گزر رہا ہے اور میرا اڑا اڑا رنگ دیکھ کر ٹریفک کانسٹبل کو ترس آگیا ہے، یا کیا ـــــ؟ جاؤ آخر خودکشی ہی کرنا ہے تو ادھر میل پون میل پر ریلوے کا پل ہے۔ وہاں جاؤ۔

میں بدحواسی میں اس کا منہ تکے جا رہا ہوں اور میری آنکھوں میں وہ ٹرک سیٹیاں بجا بجا کر تیزی سے گزر رہا ہے۔

جاؤ بابا، پندرہ منٹ میں میری ڈیوٹی ختم ہونے والی ہے، یہیں کچھ کرنا ہے تو پندرہ منٹ کے بعد کرنا۔ عجیب لوگ ہیں۔ مرنے کے سوا کوئی کام ہی نہیں۔ وہ ہنسنے لگا ہے۔ جینا تو کام سے ہی ہوتا ہے۔ کوئی کام ہو تو مرنے کی طرف دھیان ہی کیوں جائے؟ ـــــ جاؤ بابا، میری طرف کیا ٹکر ٹکر دیکھے جا رہے ہو؟

میں بس اسٹاپ کے پاس کھڑا ہوا ہوں۔ یہاں ایک خالی بس کھڑی ہے۔ نہیں، چند لوگ بیٹھے ہوئے ہیں ہر وقت کسی نہ کسی کو کہیں جانا ہی ہوتا ہے، مسافر نہ ہوں تو راستوں پر گھاس اُگ آئے اور ہر طرف جنگل ہی جنگل نظر آنے لگے۔ موت کے راستے بھی اسی لیے سیدھے اور صاف ہیں کہ ہر دم چلتے رہتے ہیں ـــــ موت میرا محبوب موضوع ہے اور اس کے بارے میں ایک بار سوچنا شروع کر کے میں سوچتا ہی چلا جاتا ہوں لیکن بس کنڈکٹر کو اپنی طرف دیکھتے ہوئے پاکر میں نے اس سے پوچھا ہے۔ یہ بس کہاں جا رہی ہے؟

اس نے ہنس کر جواب دیا ہے۔ یہیں!

کیا یہ آدمی مجھے پاگل سمجھتا ہے؟ مجھے کنڈکٹر پر غصہ آنے لگا ہے لیکن مجھے نظر انداز کر کے وہ چند سواریوں کو ٹکٹ دینے میں مصروف ہو گیا ہے۔ یہ لوگ یہیں پہنچنے کے لیے بس میں جا رہے ہیں؟

سواریوں سے نمٹ کر کنڈکٹر پھر میری طرف متوجہ ہو کر ہنسنے لگا ہے۔ آپ کو کہاں جانا ہے؟

یہیں! میں چڑ سا گیا ہوں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

وہ کھل کھلا کر ہنس پڑا ہے۔ جس سے مجھے شک گزرا ہے کہ وہ واقعی مجھے کوئی پاگل ہی سمجھ رہا ہے۔ میں۔ میں ایک کے بعد ایک۔ تین پاگل خانوں میں ڈھائی۔ نہیں، تین سال کاٹ چکا ہوں۔ ان دنوں میرے ساتھ ہوتا تھا کہ چلتے پھرتے مجھے یہی لگتا کہ کھڑا ہوں۔ سب جا چکے ہیں مگر میں وہیں کا وہیں کھڑا رہ گیا ہوں ـــــ آؤ! آؤ ـــــ! لیکن مجھے چلنے پر قدرت نہیں۔ پہلے ایک قدم اٹھاؤ ـــــ یوں! پھر دوسرا۔ یوں! ں۔ بس اب ایک کے بعد دوسرا ـــــ ایک کے بعد ـــــ ہاں، ہاں، چلتے رہو! ـــــ دیکھا تم چل رہے ہو! ـــــ لیکن مجھے یقین ہی نہ آتا کہ محض ٹانگیں ہلانے سے، ایک کے بعد ایک قدم اٹھانے سے چلنا ہو جاتا ہے ـــــ نہیں، ڈاکٹر میں تو وہیں کا وہیں ہوں۔ نہیں، پہلے تم وہاں تھے، اس جھاڑ کے پاس، اور اب یہاں ہو ـــــ نہیں ڈاکٹر، اگر میں واقعی وہاں سے یہاں آگیا ہوتا تو باہر کی کوئی ایک شے یہی توڑ پھوڑ کر کے ـــــ ذرا سی توڑ پھوڑ ہی سہی ـــــ میرے دل و دماغ میں آپہنچتی اور وہیں کہیں جاگزیں ہو جاتی اور مجھ میں تھوڑی سی، نہایت تھوڑی ہی سہی، تبدیلی واقع ہو جاتی لیکن میں ویسے کا ویسا ہوں، وہیں کا وہیں۔ اپنے اسی آپ کے پاس! ـــــ نہیں ڈاکٹر!۔!! ۔ اس ڈاکٹر نے آخر ہار کر مجھے ایک اور ڈاکٹر کی نگرانی میں دے دیا ـــــ نہیں، ڈاکٹر جب میں چلا کرتا تھا تو جہاں چلتا تھا وہاں سارے کا سارا باہر میرے اندر اترتا جاتا تھا اور کہیں پہنچ کر میں کچھ اور ہی ہو جاتا تھا اور اب؟ ـــــ اب چلنا مجھے بھول گیا ہے ڈاکٹر ـــــ تو گولی مارو چلنے ولنے کو، آؤ میری گاڑی میں آرام سے بیٹھ جاؤ ہم چلے بغیر ہی اسپتال جا پہنچیں گے ـــــ آؤ! ـــــ اور میں اپنے اس نئے ڈاکٹر کی گاڑی میں بیٹھے بیٹھے ـــــ نہیں، کھڑے کھڑے بیٹھ کر اسپتال جا پہنچا۔ مجھے یقین ہے میری اس حالت میں وہ اسپتال کی بجائے مجھے کہیں اور بھی لے جاتا تو وہ مقام مجھے ذہنی مریضوں کا ہی کوئی گھر معلوم ہوتا ـــــ ہیلو، مسٹر۔ کیا نام ہے تمھارا؟۔ اس مینٹل اسپتال کا ایک پرانا پاگل اسپتال کے رجسٹر میں نئے پاگلوں کا اندراج کیا کرتا تھا ـــــ کہاں رہتے ہو؟ کیا کام کرتے ہو؟۔ حالانکہ مجھے ہوش مندی کا سرٹیفکیٹ مل چکا ہے لیکن آج بھی مجھ سے کوئی یہ سوال کرتا ہے تو مجھے اس کے منہ پر اسی پرانے پاگل کے ہلتے ہوئے ہونٹ نظر آنے لگتے ہیں ـــــ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ڈاکٹر ہنس ہنس کر ہم سبھی کو ڈرایا کرتا تھا، جلدی جلدی ٹھیک ہو جاؤ ورنہ اس دوران اس کی موت واقع ہو گئی تو اس کی جگہ تمھیں ہی سب پاگلوں کا نام پتہ اور کام لکھنے کی ڈیوٹی سونپ دوں گا۔ میں کھڑے کھڑے اپنے آپ ہنس دیا ہوں۔ اور کنڈکٹر میری طرف دیکھ کر سواریوں کو ٹکٹ دیتے ہوئے ذرا رُک گیا ہے اور بے اختیار ہنسنے لگا ہے اور مجھے یقین ہو گیا ہے کہ پاگل مجھے پاگل سمجھ رہا ہے اور میری رکتی ہوئی ہنسی میں خفگی گھل گئی ہے۔

ہاں بھئی۔ کنڈکٹر نے بدستور ہنستے ہوئے ایک لڑکے کو بتایا ہے یہ مندر کا بس ہے۔ یہیں سے شروع ہو کر ساری رنگ روڈ کا چکر کاٹ کے یہیں آجاتی ہے، اس لڑکے کے بیٹھ موڑتے ہی وہ اگلی سواری کی طرف متوجہ ہو گیا ہے اور جھٹ ہی سب سے بھگت کر مجھ سے گویا ہوا ہے۔ آپ کو بھی جانا ہے؟

نہیں۔ میں ابھی تک اس سے خفگی محسوس کر رہا ہوں۔ لیکن جب اس نے بس میں چڑھتے ہوئے روانگی کا وہسل بجایا تو میں بھی لپک کر اس کے پیچھے پیچھے سوار ہو گیا ہوں۔

کنڈکٹر نے میری طرف مڑ کر دیکھا ہے۔ آپ نے تو۔ خیر کہاں جانا ہے؟

یہیں!

وہ پھر ہنس دیا ہے لیکن اس وقت آپ یہیں تو ہیں، خیر، نکالیے ساڑھے پیسے۔

——— مجھے کنڈکٹر سے لڑنے کی خواہش ہونے لگی ہے لیکن مجھے خیال آیا ہے کہ پاگل کچھ بھی بک دے گا اور میں چپکے سے ٹکٹ لے کر قریب ہی ایک سیٹ پر بیٹھ گیا ہوں اور سوچنے لگا ہوں کہ کنڈکٹر کتنا احمق ہے۔ اسے میری اس مشکل کی کیا خبر کہ میں جس وقت جہاں ہوتا ہوں دراصل اس وقت وہاں نہیں ہوتا، اپنے چہرے سے اتر کر نا معلوم کہاں کھویا ہوا ہوتا ہوں۔ نہیں، میں اپنی ذات کے باہر نہیں ہوتا ایک بار کہیں اپنے باہر نکلنا ہو جاتا تو چھٹی نہ ہو جاتی؟ باہر کے راستے تو نجات کے راستے ہیں۔ جہاں سے انسان ساری کائنات کو بیک نظر اپنے اندر جذب کر کے اور باہر کی طرف نکل جاتا ہے۔ یہ کھوئے پن کا عالم نہیں۔ یہ عالم تو مکمل آزادگی کا ہے لیکن میں تو ہر دم کھویا رہتا ہوں اپنے ہی پاس ہوتا ہوں لیکن اپنا انتظار کیے جاتا ہوں۔ میں نے ہمیشہ اپنا انتظار کیا ہے۔ یعنی خالی خولی بیٹھا رہا ہوں ساری عمر

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کچھ بھی نہیں کیا ہے، یونہی بیٹھا رہا ہوں اور خالی پن میرے سر میں بھرتا جا رہا ہے۔ یہ کوئی زندگی ہے!

یہ لیجیے آپ کے چالیس پیسے! کنڈکٹر کو میں نے شاید ایک روپیہ دیا تھا اپنی دانست میں میں چالیس پیسوں کی ریزگاری کو جیب میں ڈال رہا ہوں لیکن چلتی گاڑی میں ہاتھ کھڑکی سے ذرا باہر نکال کر ان سکوں کو نیچے گرا دیا ہے۔ میں اپنے آپ کو بتا رہا ہوں کہ یہاں سے ہر روز ایک بار مدرکا میں بیٹھ کر یہیں آجایا کرو تاکہ یہاں لوٹ کر تمھیں اعتبار آجائے کہ کہیں بھی گئے تھے، اب یہاں آپہنچے ہو، یہیں ہو، جہاں ہو وہیں ہو۔

آئیے میں آپ کو اپنے دوزخ کی ایک جھلک دکھاتا ہوں ـــــ آئیے ڈریئے نہیں۔ دیکھیے کیا میں اپنی آنکھوں میں موجود ہوں؟ نہیں ـــ!ـــ نہیں! ابھی اپنی نظر نہیں ہٹائیے۔ ہزاروں لاکھوں کوس کی ویرانی کو ایک نظر دیکھیے اور مجھے بتائیے کہ اپنی ذات کی اس بیکراں ویرانی میں میں کہاں گم ہو گیا ہوں اور۔ اپنے آپ سے الگ ہو کر میں یہاں کیا کر رہا ہوں، کیوں جیئے جا رہا ہوں ـــــ نہیں مجھ پر ترس نہیں کھائیے۔ میرا حوصلہ بنا رہنے دیجیے۔ شاید۔ شاید میں کبھی اپنی آنکھوں میں لوٹ آؤں۔ آج کل میرے ساتھ یہ ہوتا ہے کہ کچھ دیکھتا ہوں تو مجھے معلوم ہوتا ہے میری بجائے کوئی اور دیکھ رہا ہے ـــــــــ شاید کبھی میں آپ اپنی آنکھوں سے دیکھنے لگوں اور دیکھتے دیکھتے اپنی آنکھوں میں پورے کا پورا دکھائی دینے لگوں، میرا کچھ بھی مجھ سے الگ نہ رہے، شاید ـــــــــ

بس میں اگلی سیٹ سے ایک عورت کے بائیں کندھے سے اچھل اچھل کر ایک بچہ میری طرف جھک رہا ہے اور میں اس کے چہرے کی طرف بڑی دلچسپی سے دیکھنے لگا ہوں اور مجھے محسوس ہوا ہے کہ وہ اپنی ماں کے کندھے پر اچھلنے کودنے کی بجائے سارے کا سارا اپنے ننھے منّے چہرے میں کھیل رہا ہے میں نے اپنی خواہش سے بے قابو ہو کر اپنی انگلی سے اس کا گال چھو لیا ہے۔ اور اس نے جواباً کھل کھلا کر ہنستے ہوئے اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھ میری طرف اٹھا لیے ہیں اور اس کی ماں نے اسے محبت آمیز جھلاہٹ سے اپنی گود کی طرف نیچے کھینچ لیا ہے اور میں اب اسے دیکھ نہیں رہا ہوں تاہم میری آنکھوں میں اس کے چھوٹے چھوٹے ہاتھ ابھی تک میری طرف لہرا رہے ہیں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بس رُک گئی ہے اور اسٹاپ سے پانچ سات لوگ بس میں چڑھ آئے ہیں۔ دو چار خالی جگہوں پر جا بیٹھے ہیں اور وہ بوڑھا جوڑا اور ان کے پیچھے دو اور آدمی چھت کی سلاخ کا سہارا لے کر پاؤں جما کر کھڑے ہو گئے ہیں چند لوگ اتر جاتے تو ان بے چاروں کے لیے بھی جگہ نکل آتی۔ میں نے سوچا ہے کہ میں خواہ مخواہ سیٹ گھیرے ہوئے ہوں۔ جنھیں واقعی کہیں پہنچنا ہوتا ہے انھیں بیٹھنا میسر نہیں آتا ——— چلو! کنڈکٹر نے وھسل بجا کر زبان سے پکارا ہے اور گاڑی چلنے لگی ہے اور میں کھڑکی کے باہر دیکھنے لگا ہوں۔

ہماری بس نہایت اسپیڈ میں جا رہی ہے لیکن رنگ روڈ کی اسپیڈ بے حساب ہے، اتنی کہ اس میں قیام کی کیفیت پیدا ہو گئی ہے اور بس کتنی ہی آگے چلی جائے، رنگ روڈ بس سے ہر دم عین اتنی ہی آگے رہتی ہے، کیونکہ بس کو ہمیشہ یہیں رنگ روڈ ہی پر چلے جانا ہے اور رنگ روڈ کو کہیں نہیں جانا ہے۔ اپنے آپ میں ہی دوڑتے چلے جانے سے کوئی کہاں پہنچ سکتا ہے؟ ——— یہیں! ——— اور کسی کو کہاں پہنچا سکتا ہے؟ ——— یہیں!۔ بس میں بیٹھے میں آگے ہی آگے جا رہا ہوں لیکن اپنا سارا دائروی سفر طے کر کے اپنے پیچھے وہیں جا پہنچوں گا جہاں سے میرا سفر شروع ہوا تھا۔ تو پھر کیا مجھے کہیں نہیں جانا ہے؟ کہیں جانا ہے تو مجھے بس سے اتر جانا چاہیے ——— اتر کر کہاں جاؤں گا؟ ——— کہاں؟ ——— کہیں بھی! ——— کہیں جانا ہے تو بس سے اُتر جاؤ اور اوروں کے لیے جگہ خالی کرو۔ انھیں کہیں پہنچ کر کچھ کرنا ہے (تمھیں کیا کام ہے؟) کمائی کے لیے کوئی دھندا (تمھارے پاس تو ڈھیروں دولت ہے) یا سارے دن کے دھندے کے بعد گھر لوٹ کر اپنے بیوی، بچوں سے محبت (تمھارے تو آگے پیچھے کوئی نہیں ہے)، یا کسی دشمن سے لڑائی، (تمھاری کسی سے دوستی ہی نہیں تو دشمنی کیوں کر ہو گی؟) یا ———

ارے او بھائی! سر اندر کرو! ——— کنڈکٹر نے مجھے متنبہ کیا ہے۔ ورنہ خدا کے گھر جا پہنچو گے ——— میں نے تیزی سے سر کھڑکی کے اندر کر لیا ہے اور بڑی بے بس تلخی سے اپنے آپ کو سمجھانا چاہا ہے کہ واقعی اب مجھے خدا کے گھر ہی جا پہنچنا چاہیے جینا تو زندگی کے چھوٹے چھوٹے واسطوں سے ہوتا ہے۔ میرا کسی سے کوئی واسطہ نہیں ہے تو ——— تو ——— اسی دوران کنڈکٹر نے اچانک میرا چہرہ دیکھ لیا ہے اور ہنسنے لگا ہے۔ جیسے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دل ہی دل میں مجھ سے کہہ رہا ہو ارے یہ تو آپ ہیں ؟ ! ـــ آپ بے شک کھڑکی کے باہر سر نکالیے، بے شک کھڑکی سے کود جائیے، بلکہ کود ہی جائیے۔ جھوٹ موٹ کے پاگل نہیں تو کود ہی جائیے ـــــ ہا ہا ہ ـــــ ! ـــــ جھوٹ موٹ کا پاگل ! ـــــ تو کیا میں سچ مچ پاگل بھی نہیں۔ میں نے غصّے سے اپنی کہنی اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے مسافر کی بغل میں جھٹک دی ہے۔

آئی ایم ساری ! ـــ ارے یہ تو لڑکی ہے !

وہ مسکرا دی ہے۔ کوئی بات نہیں، آپ کی طبیعت شاید ٹھیک نہیں۔

ہاں ! میں بہت بیمار ہوں !

بیماری کا اظہار دراصل اعتراف ہے فطری قانون توڑنے کا۔ اور اس کی سزا دس گھنٹے، دس مہینے یا دس سال یا اس سے بڑھ کر موت بھی ہو سکتی ہے ـــ موت کیسے؟ میں زندگی میں کبھی شریک ہی نہیں ہوا تو مروں گا کیسے ؟ میرا مقدر اسی طرح اپنی بے نام بیماری کو جھیلے جانا ہے۔ ایک بار پھر اس لڑکی نے میری طرف مسکرا کر دیکھا ہے ـــ او آئی ایم ساری، ویری ساری!

مَیں نے پھر اپنی نظر کھڑکی کے باہر موڑ لی ہے، اور میرا دھیان پہلی بار ان راستوں کی طرف گیا ہے جو رنگ روڈ سے کٹ کٹ کر شہر کی بستیوں کی طرف جا رہے ہیں، ان ہی بستیوں میں ان مسافروں کے گھر ہیں، دفتر اور دکانیں ہیں، عبادت گاہیں اور اسپتال ہیں اور کھیل کے میدان ہیں اور قبرستان ہیں ـــــ اور یہ سبھی لوگ یہاں عمر بھر واقعات کے فواروں میں نہاتے رہتے ہیں۔ زندگی سے کبھی بیزار نہیں ہوتے۔ لیکن ان بستیوں کے باہر اس دائروی سڑک پر مجھے کوئی واقعہ پیش نہیں آتا اور خالی خالی باہری بے واسطہ وسعت میں گھٹن سے میرا دم ٹوٹا جاتا ہے۔ پر ٹوٹ جانے کی نوبت بھی نہیں آتی۔

میں کسی لڑکی کے ـــــ کوئی بھی لڑکی ـــــ یہی جو میرے ساتھ بیٹھی ہے ـــــ گلے میں باہیں ڈال کر کہنا چاہتا ہوں، آؤ اگلے اسٹاپ پر ہم دونوں اتر جائیں اور رنگ روڈ سے کسی اندرونی راستے پر ہو لیں اور وہاں جا پہنچیں جہاں سارا شہر بسا ہوا ہے آؤ ہم بھی وہیں جا بسیں مَیں اپنی دولت کا سارا حساب کتاب پھاڑ کر تمھارے ساتھ ایک نئی زندگی کا باب شروع کروں گا، کسی کالج یا اسکول میں ٹیچری کروں گا۔ وہ بھی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نہ ملے تو کہیں کلرک ہو جاؤں گا۔ یا ـــــ یا قلی کا کام شروع کر دوں گا۔ میں کماؤں گا اور تم میرا گھر بناؤ گی، میرے بچے جنو گی اور ان کی پرورش کرو گی اور ـــــ اور میں جب کام سے لوٹ کر گھر آیا کروں گا تو تم اور ہمارے بچے میری طرف باہیں پھیلا کر دوڑتے آئیں گے ـــ آؤ! ـــــ اس لڑکی کی طرف دیکھ کر میرے منہ سے بے اختیار نکل گیا ہے۔ آؤ! ـــــ اور وہ بے چاری بوکھلا کر ویسے ہی مسکرا دی ہے اور پڑ بڑائی ہے، آئی ایم ساری ـــــ آپ کی طبیعت واقعی بہت خراب ہے اور اپنی سیٹ خالی کر کے کھڑی ہو گئی ہے اور میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ وہ میرے ساتھ جانے کے لیے کھڑی ہوئی ہے یا مجھ سے الگ ہونے کے لیے ـــــ وہ ایک لمحہ! میں بدستور بیٹھا رہا ہوں اور خالی سیٹ پر کوئی آگیا ہے کوئی مرد یا عورت، یا کون جانے، کون؟ ـــــ میں نے اس کی طرف دیکھا ہی نہیں اور چور آنکھوں سے اسی لڑکی کی طرف دیکھے جا رہا ہوں۔ وہ بس کے باہری دروازے کے نزدیک پہنچنے کے لیے آہستہ آہستہ کھڑی سواریوں کے درمیان سے راستہ بنا کر مجھ سے دور ہوتی جا رہی ہے اور میں نے جھلا کر اپنے آپ سے پوچھا ہے کہ ہم اپنے رشتے پلوں ہی میں کیوں نہیں طے کر لیتے یہاں سے وہاں تک بس میں بیٹھے بیٹھے۔

نہیں، میں نے اپنے آپ کو جواب دیا ہے۔ کوئی پاگل ہی اپنے ایک پل کے جذبے کی خاطر اپنی ساری زندگی کا سودا کرے گا (نا معلوم کونسی بھولی ہوئی بات اپنے آپ کو یک لخت میرے سامنے کھول دینا چاہتی ہے) ـــــ نہیں، پاگل بھی ہوش میں آجانے کے خوف سے ایسا نہ کرے گا۔ لمحے تو بس ایک لمحاتی سی ہمدردی پیدا کرتے ہیں اور یہ بھی پیدا نہ ہو تو تعجب نہیں۔ کچھ پیدا تو اس وقت ہوتا ہے جب کئی کئی ماہ دل و جان سے محبت کر کر کے گھر بسایا جائے۔ بسوں میں یہی غنیمت ہے کہ آپ کو بیٹھنے کو جگہ مل گئی ہے آپ نے اپنے پہلو کے مسافر سے انجانے میں کچھ غلط سلط کہہ دیا تو اس نے گرم ہونے کی بجائے اپنی سیٹ خالی کر دی۔ آئی ایم ساری! ـــــ باہر بارہ کا شرافت کا رشتہ، رنگ روڈ کا رشتہ!۔

اترو! جلدی اترو! بس کھڑی ہو گئی ہے تو بہت سی سواریاں اس اسٹاپ پر اترنے لگی ہیں۔ وہ لڑکی بھی اتر گئی ہے اور اپنی ماں کے بازوؤں پر اچھلتا ہوا وہ بچہ بھی۔ کسی کو بھی یہاں بس سے اترنے کا رنج نہیں۔ وہ تو سوار ہوتے ہوئے صرف اس

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لیے خوش تھے کہ یہاں سے اُتر کر پاؤں پاؤں شہر کی طرف مڑ جائیں گے۔ اور مڑتے ہی انھیں محسوس ہونے لگے گا کہ وہ اپنی بستی سے کہیں گئے ہی نہ تھے، یا گئے تھے تو اپنا اصل آپ یہیں کہیں چھوڑ گئے تھے کہ اٹوٹ بسنا ہو۔ یہ حقیقت ہے کہ جب وہ باہر گئے ہوتے ہیں تو اپنی غیر موجودگی میں بھی وہ یہاں آپس میں ویسے ہی ملتے ہیں ـــــ ایک مرد، ایک عورت، دونوں ہر صبح رنگ روڈ سے سفر کر کے الگ الگ کہیں کام پر جاتے ہیں اور شام کو لوٹ کر اپنے فلیٹ کا قفل کھول کر اندر داخل ہوتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ وہ تو یہیں اپنے بیڈ روم میں اکٹھا لیٹے ہوئے ہیں ـــــ ہاں، اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟ ہم گئے ہی نہ ہوں گے!

ـــــ اور رامجس، شیام سندر کے یہاں پہنچتا ہے کہ وضاحت کر دے وہ آج دوپہر کے وقت انکی بیٹی کی شادی میں شریک کیوں نہ ہو سکا۔ مگر شیام سندر اس کا شکریہ ادا کرنے کے لیے سرعت سے اس کی طرف بڑھتا ہے۔ بھئی رامجس آج دوپہر کو آپ سب موجود نہ ہوتے تو مجھے بڑی پریشانی ہوتی ـــــ اور ـــــ اور ـــــ اور ـــــ

اور ان گنت چھوٹی چھوٹی شخصی زندگیوں کے جڑتے چلے جانے کا عنوان شہر ہے۔ شہر کی بود و باش شرکت کی شہادت ہے۔ زندگی میں شریک رہنا تو بس کے رکتے ہی اپنے راستے سے شہر میں داخل ہو جاؤ! ـــــ بس سے اترتے جاؤ ـــــ

جلدی اترو! میرا خیال ہے میں ذرا اونگھنے لگا ہوں۔ اور اسی اثناء میں بس اگلے اسٹاپ پر آ کر رک گئی ہے۔ سبھی سواریاں اس قدر اطمینان سے بیٹھی ہوئی ہیں کہ ان کے وہاں ہونے کا احساس ہی نہیں ہوتا۔ شاید وہ اپنے آنے والوں اسٹاپوں پر پہلے سے ہی اتر کر اپنے گھروں میں پہنچے ہوئے ہیں۔

چلو! کنڈکٹر کی صدا بلند ہوتے ہی گاڑی پھر حرکت میں آ گئی ہے۔

میرے ذہن میں بہت بڑا غبار اٹھ رہا ہے اور مجھے ڈر ہے کہ کہیں ـــــ سچ سچ بتاؤں؟ ـــــ ابھی تک کیا جھوٹ بول رہے تھے؟ ـــــ نہیں، میں اپنے بارے میں دھیرے دھیرے سارا سچ بولنا چاہتا ہوں۔ اگر میں بیک وقت سارا سچ بول دیتا تو آپ مجھے دیوانہ سمجھ کر میری بات کو ہنسی میں ٹال جاتے۔ میں ـــ میں دراصل دیوانہ ہی ہوں اور میں نے ڈھائی تین سال ہی پاگل خانوں میں نہیں گزارے بلکہ میری ساری عمر اپنے دماغی توازن

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کو بحال کروانے کے جتن میں گزری ہے۔ لڑکپن سے آج تک میں اسی یا اُس شہر کے الگ تھلگ، رنگ روڈ پر سکونت پذیر رہا ہوں ——— مجھے کسی سے محبت رہی ہے نہ نفرت۔ اور سکونت کے لیے مجھے ہمیشہ کوئی پاگل خانہ ہی نصیب ہوا ہے۔

آٹھ بجے ناشتہ۔ ایک بجے لنچ۔ چار بجے چائے اور پھر آٹھ بجے ڈنر ——!

—— چبا چبا کر کھاؤ اور۔ کھاتے ہوئے ہمیشہ خاموش رہو —— او کے؟ —— او کے؟

کیا میں اندر آسکتا ہوں؟

آئیے!

تھینک یو!

کیا میں جاسکتا ہوں؟

جائیے!

تھینک یو!

شاباش! کسی سے نفرت کا اظہار بھی کرنا ہو تو گڈ مینرز سے کرو ——

آل رائٹ؟ —— معتبر ہونگ کے لیے اپنی نظر میں اپنی عزت بہت ضروری ہے۔ آل رائٹ؟

آپ کو حمل ٹھہر گیا ہے میڈم، تو میرا کیا قصور؟ میں نے تو نس بندی کروائی ہوئی ہے۔ نہیں ٹھہریے میڈم! مجھے افسوس ہے میں نے جھوٹ بولا ہے کہ نس بندی کروا چکا ہوں ——— اصل بات یہ ہے۔ میڈم کہ آپ کو مجھ پر کسی اور کا گمان ہو رہا ہے میں تو —— ارے ہاں! ——— میں تو یہاں تھا ہی نہیں! —— آپ بہت پریشان ہیں میڈم۔ اطمینان سے بیٹھ کر بات کیجیے —— چائے منگواؤں یا کچھ اور، میڈم؟

ڈاکٹر، میں پاگل نہیں ہوں! —— ثبوت؟ دیکھو نا، پاگل پن کا احساس ہوتے ہی تمہارے پاس علاج کے لیے چلا آیا ہوں —— علاج؟ —— ہاں، دیکھو، سر نیچے اور ٹانگیں اوپر کر کے ہاتھوں سے چلو —— دیکھو نا، گاڈ آل مائٹی بھی خطا کر گیا تندرست دماغ کے لیے سر کی طرف خون کے زیادہ دباؤ کی ضرورت ہوتی ہے ——

ہاں، اسی طرح چلتے رہو! —— بلکہ اسی طرح چلا کرو! —— دو سال میں ٹھیک

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہو جاؤ گے ——— دو سال گزر گئے ہیں ڈاکٹر ——— ٹھیک ہے۔ ٹھیک نہیں ہوئے تو دو سال اور علاج کرو ——— اب بھی ٹھیک نہیں ہوئے؟ ٹھیک ہے۔ دس سال علاج کرتے رہو۔ کبھی نہ کبھی ضرور تمہارا سارا پاگل پن چلا جائے گا۔

سچ سچ بتاؤں؟ ——— سچ بول رہے ہو تو بولتے جاؤ اپنے آپ کو ٹوکو نہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ ساری عمر اسی طرح گزار کر پاگل پن میرا معمول بن گیا ہے اور مجھے ڈر ہے کہ اتفاق سے ٹھیک ہو گیا تو اپنا ٹھیک پن ہی مجھے پاگل پن معلوم ہوگا ——— ہو سکتا ہے کہ آپ پاگل نہ ہوں۔ ——— نہیں، آپ پاگل نہیں ہیں، اسی لیے میری اذیت محسوس کرنے سے قاصر ہیں۔ ایک بار میرے ساتھ بھی یہی ہوا۔ کئی سال پہلے کی بات ہے کہ میں اپنے ہی ملک میں ایک غیر ملکی ذہنی معالج کے زیر علاج تھا اور اسی کے اسپتال میں رہائش پذیر۔ اس کی ایک سکریٹری تھی، گول مٹول، ٹھنڈی اور میٹھی، رنگ دار لالی پاپ سی۔ اب میرا تو یہ تھا کہ جسے اپنے پاگل پن کا علاج کروانا ہو اُسے جھوٹی یا سچی عاشقی کیا سوجھے گی؟ لیکن وہ لالی پاپ دن میں کئی بار کوئی نہ کوئی بہانہ کر کے میرے کمرے میں آجاتی اور ایسی باؤلی حرکتیں کرتی کہ مجھے اپنا آپ بالکل ٹھیک معلوم ہونے لگا۔ پہلے تو میں یہی سمجھا کہ یہ بھی میرے غیر ملکی ڈاکٹر کے علاج کا ایک کارگر طریقہ ہے مگر ہوا یہ تھا کہ باؤلی سچ مچ میری محبت سے پاگل ہو گئی تھی اور اس کا پاگل پن دیکھ کر میرے حواس چونکہ بخوبی بحال ہو جاتے تھے اس لیے اس کا دکھ محسوس کرنے کی بجائے میں اس پر ہنستا رہا۔

میں نے آپ کو کہیں دیکھا ہے۔ شاید میرے آس پاس کوئی کسی سے کہہ رہا تھا، لیکن میرے ذہن کی گرمی میں برف کی وہ میٹھی اور سرخ لالی پاپ قطرہ قطرہ ٹپک رہی ہے، یوں ہی پگھلتی جا رہی ہے۔ میرے ہونٹ سوکھے ہوئے ہیں اور پیاس سے بُرا حال ہے مگر میں یونہی اُس وقت تک چپ چاپ بیٹھا رہا ہوں جب تک وہ ساری پگھل نہیں گئی ہے۔ میرے ذہن میں پگھلی ہوئی لالی پاپ کے گرم گرم سُرخ پانی کا پُول سا بن گیا ہے اور پُول کی سطح پر لالی پاپ کی ڈنڈی ادھر ادھر بہہ رہی ہے اور میں نے یونہی بیٹھے بیٹھے بس ڈرائیور کی پشت پر نظر جما لی ہے جو بس کو سرپٹ بھگائے جا رہا ہے اور ——— اور مجھے معلوم ہو رہا ہے کہ بس ڈرائیور اپنی مرضی کا گوشت پوست کا انسان نہیں بلکہ بس کو کنٹرول کرنے کے لیے بس ہی کی ایک کل ہے جس کے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہاتھ پیر بس کے ذہن سے ہدایات پا پا کر خود کاری سے اسٹیئرنگ، کلچ، بریک، تھراٹل یا کسی اور پارٹ پر چل رہے ہیں اور ۔ اور یہ مشین ہم سب کو اس دائروی سڑک پر گھمائے جا رہی ہے ۔ اس مشین کو اس سے غرض نہیں کہ کسے کہاں اترنا ہے ۔ اسے تو جہاں ٹھہرنا ہے وہاں اپنے آپ ذرا سا ٹھہر کر بس کو پھر چلا دے گی ۔ یہ انسان کا کام ہے کہ اسے جہاں اترنا ہے جلدی سے اتر جائے ـــــ اُترنے کا فیصلہ کرنا تمھارا کام ہے ـــــ تمھارا ـــ تمھارا ـــ تمھارا ـــ ت ـــ

اُترو ! جلدی اُترو ! ـــ بس پھر ٹھہر گئی ہے ۔ کوئی اُترا ہے نہ چڑھا ہے ـــ چلو ! ـــــ

ارے سُنیے ! ۔ میرے پہلو میں بیٹھی ہوئی مسافر مجھ سے مخاطب ہے اور میرے چہرے کو اپنی پوری نظر سے دیکھ رہی ہے ـــ مجھے یقین ہے میں نے آپ کو کہیں دیکھا ہے ارے ہاں، تم، تم وہی تو ہو ! ـــــ اس نے میرے لٹکے ہوئے خالی ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لے لیا ہے اور میرے ذہن میں لالی پاپ کے سرخ پانی کے پُول کے پاس ہی ایک نشیب سا اُبھر آیا ہے اور سُرخ پانی آبشار کی کیفیت پیدا کر کے بہنے لگا ہے ۔

ارے ہاں، تم بھی تو وہی ہو !

اُس نے میرا نام، کام اور اتہ پتہ پوچھا ہے نہ میں نے، لیکن ہم دونوں کو معلوم ہے کہ ہم وہی ہیں اور ہم دونوں پاگلوں نے سر جوڑ لیے ہیں اور چلتی بس میں بیٹھے بیٹھے ہی رنگ روڈ سے کٹتے ہوئے کسی راستے سے شہر کی جانب پیدل ہو لیے ہیں ـــــ یہی راستہ میرے گھر کو جاتا ہے ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

۹۸۰

پھول

گنگا نے تم سے کیا کہا ؟

گنگا سو رہی تھی اور سوتے سوتے بہہ رہی تھی اور اس کے دل میں پورن ماشی کا چاند کھلکھلا رہا تھا۔

واہ ! ـــــ پھر ؟

پھر کیا ؟ میں کوئی قصہ وصہ تھوڑا ہی سُنا رہا ہوں کہ پہلے یہ ہوا ، پھر یہ ـــــ پھر یہ ـــــ وہاں تو جو کچھ ہو رہا تھا ، بس ایک دم ہو رہا تھا ـــــ لو دیکھ لو ! ـــــ یہ ! ـــــ گنگا کا پانی آہستہ آہستہ بہہ رہا ہے اور پانی کی تہہ میں پراچین مندروں کی اونچی پرچھائیاں سیدھی ہو ہو کے سطح کی طرف آ رہی ہیں اور ابھی سطح سے برآمد نہیں ہوئیں لیکن ہمارے خیال میں گنگا کے بیچوں بیچ کھڑی ہیں ، اور ان کے کلس آسمان کی چھت میں کھبے ہوئے ہیں اور چھت کے اوپر کہیں بارش ہو رہی ہو گی جو اکی دکی بوندیں ٹپک رہی ہیں۔

واہ ـــ ہ !

ہاں ، گنگا سو رہی ہو تو اس کے سینے پھوٹ پھوٹ کر باہر آنے لگتے ہیں ـــ میں بھی بے اختیار واہ واہ کرنے لگا تو ایک ادھیڑ عورت نے ـــــ وہ پرے پاس ہی بیٹھی تھی لیکن کچھ اس طرح ، جیسے کنارے کی ریت ، جس کا کچھ نہ کچھ تو پانی کے ساتھ ساتھ بہا جا رہا ہو اور جو کچھ وہیں رہ گیا ہو وہ پانی سے دھل دھل کر نہایت چمکیلا نکل آیا ہو ـــ گنگا کے کنارے بچھی ہوئی چمکیلی ریت کا کوئی الگ وجود نہیں ، وہ بھی گنگا ہی ہے۔ اس عورت کی موجودگی کا بھی مجھے بالکل احساس نہ ہوا۔ وہ بھی مجھے گنگا ہی معلوم ہوئی۔

اس نے تم سے کیا کہا ؟

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میں بے اختیار واہ واہ کیے جا رہا تھا کہ اس نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کے آہستہ سے شی ـــــ ی ـ ی کر کے مجھے بولنے سے منع کر دیا ـــــ بولو، نہیں، مقامی ہو جاؤ مقام ہی بن جاؤ۔

تو پھر کیا تم بھی گنگا بن گئے؟

ہاں، گنگا میں ڈوب کر گنگا ہی بن گیا اور میرے کناروں پر آباد میری ساری فانی کائنات غرقاب کا منظر پیش کرتی رہی۔

مگر اس وقت تو تم میرے سامنے ویسے ہی مٹی کے مٹی زندہ کھڑے ہو۔

نہیں، ویسے ہی نہیں۔ ہر لمحہ ہماری مٹی کا کوئی نہ کوئی ذرہ بہا لے جاتا ہے۔ ہمیں ساری عمر اسی لیے بھوگنا ہوتی ہے کہ ذرہ ذرہ بہہ کر امر ہو جائیں۔

امر ہو جائیں؟

ہاں، خاکی کا نام و نشان ہی باقی نہ رہے تو اُسے کیا ڈر، کہ اس کا نام و نشان مٹ جائے گا۔ موت کا ڈر تو اس وقت تک ہے جب تک آدمی زندہ ہے۔

تمھاری یہ اناپ شناپ میری سمجھ سے باہر ہے۔

ہاں، میں بھی اپنی پنڈتائی کو شک کی نظر سے دیکھنے لگا ہوں۔

تو پھر اپنی باتیں چھوڑو۔ مجھے صرف یہ بتاؤ گنگا نے تم سے کیا کہا؟

بتا تو دیا کہ میں گنگا میں ڈوبا رہ گیا۔

ہاں گنگا تو سوتے جاگتے اپنی سطح پر ہی بہتی رہتی ہے۔ مگر تم ناحق اس کی تہوں میں ڈوبے رہ گئے ـــــ آؤ ادھر ہر کی پاؤڑی پر جا کے گنگا میا کے درشن کریں۔

ہاں، آؤ، ہر کی پاؤڑی پر پہنچ کر گنگا میا اپنے سبھی چھوٹے اور بڑے بچوں کو گود میں لے لیتی ہے۔ سبھی بچے جیون کے الٹے سیدھے کھیل، کھیل کھیل کر پاپوں کے میل سے اٹے ہوتے ہیں۔ لیکن میا ممتا سے بے اختیار ہو کر ان کی طرف اپنی باہیں کھول دیتی ہے اور ان کا انگ انگ دھو کر انھیں چھوڑ دیتی ہے ـــ لو، ہر کی پاؤڑی آ گئی ـــــ دیکھو کتنا بڑا ہجوم ہے!

ہاں، دیکھو ایک ایک کی بات سننے کے لیے میا ہجوم میں ٹھہر گئی ہے۔

نہیں، میا ہر دم چلتی رہتی ہے۔ سب کی سنتی رہتی ہے اور چلتی رہتی ہے ـــــ وہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دیکھو، وہ شخص میا کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے اس سے لگاتار باتیں کیے جا رہا ہے۔

مورکھ ہے! رک کر بھی تو میا کو مخاطب کر سکتا ہے۔

ہاں، گنگا میا گزر بھی جائے تو عین وہیں ہوتی ہے جہاں سے گزر گئی ہو۔

ہاں، لیکن گزر ضرور جاتی ہے۔

ہاں، رک جائے تو الٹی بہنا شروع ہو جائے۔

الٹی بہنا شروع ہو جائے تو سوچو، کیا ہو جائے؟

سوچو، کیا نہ ہو جائے؟

لیکن شکر ہے گنگا ہمیشہ آگے ہی آگے بہتی رہتی ہے۔

ہاں، ایک ہی وقت آگے اور پیچھے بہتی ہے۔

ہاں، ایک ہی وقت ہر جگہ ہوتی ہے! ـــــ آؤ، آتے جاؤ، وہاں کنارے پر کیوں رک گئے؟

گنگا نے روک لیا تھا۔

اچھا ـــــ! گنگا نے تم سے کیا کہا؟

کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا کہ کسی اور نے دہائی دے کر اسے اپنی طرف متوجہ کر لیا۔

ہائے کتنا اچھا موقع خواہ مخواہ چھن گیا! ذرا سوچو، گنگا تم سے کیا کہنا چاہ رہی ہو گی؟

شاید یہ، کہ بولو، کیا چاہتے ہو؟

ہاں، بولو، کیا چاہتے ہو؟

تمھارے سامنے بولنے سے کیا فائدہ؟ بھائی سے بھائی کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے؟

ہاں، فائدہ تو ماں سے ہی پہنچتا ہے۔ سوکھے میں بھی ذرا ذرا بہتی رہتی ہے کہ بچے نہا دھو کر سیراب ہوتے رہیں۔

ہاں، اور برسات میں بھر جاتی ہے تو دونوں پاٹ چیر چیر کر آپ ہی بستیوں میں جا پہنچتی ہے، لو میں آپ ہی تمھارے پاس آ گئی ہوں۔ مانگو، کیا چاہیے؟

اب کون مانگے، کیا چاہیئے۔ کیا مانگنے والے اور کیا ان کی بستیاں، والہانہ ممتا تو ان کے منہ بلانے سے پہلے ہی انھیں بہا لے جاتی ہے۔

ہاں، ممتا والہانہ ہو ہی ہو جاتی ہے پر والہانہ ممتا سے بھی نقصان پہنچتا ہے۔ میا آنسو

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پونچھ پونچھ کر واپس اپنے پاٹوں میں آجاتی ہے ـــــ آؤ ادھر چلتے ہیں۔

نہیں، یہیں کھڑے رہو، اتنی بھیڑ ہے کہ تل دھرنے کی بھی جگہ نہیں۔

ہاں، یہ بھی کیا کم ہے کہ پاپی پاپ بخشوانے چلے آتے ہیں؟

ہاں، لیکن ہر شخص کے پاپوں کا بھی الگ الگ وجود ہوتا تو سوچو، کتنی بھیڑ ہوتی۔

ہاں، ایک ایک پاپی ہزار ہزار پاپوں کو جنم دیتا ہے اور ایک ایک پاپ ہزار ہزار اور پاپوں کو۔

میرا تو اس بھیڑ میں دم نکلا جا رہا ہے۔

تو نکل جانے دو۔ ماں کی گود سے بڑھ کے کونسا یوگیہ استھان ہے جہاں مرنا ہو۔

لیکن ماں ہمیشہ ہمیں مرنے سے بچا لیتی ہے۔

ہاں، ماں کی گود میں مرنا بھی ہو تو مرنا نہیں ہوتا۔

ہاں، اسی لیے کہتے ہیں کہ مریں کہیں بھی، پر ہڈیوں کو یہی گنگا میا کی گود نصیب ہو۔

دیکھو وہ بیٹا اپنا سر منڈوا کر باپ کا انتم سنسکار کروا رہا ہے۔ گنگا میا ہڈیوں کی پوٹلی پر اپنی نظر جمائے ہوئے ہے ـــــ لاؤ، میری گود میں ڈال دو، میں یہ پھول سیدھی بیکنٹھ میں لے جاؤں گی ـــــ لاؤ! ـــــ لیکن میرے تو کوئی بیٹا نہیں۔ میرے پھول یہاں کون لائے گا؟

یہ تو بہت بری بات ہوئی۔ واقعی تمھاری ہڈیوں کے پھول یہاں کون لائے گا؟ ـــــ پر ٹھہرو، گنگا تو بہہ رہی ہے، تم بھی ہاتھ دھو لو اور گنگا سے پتر کا ور دان مانگ لو ـــــ جاؤ، جاؤ۔ ادھر منہ کر کے جلدی سے ور دان لے لو۔ مجھے یقین ہے میا تمھاری یہ نیک خواہش پوری کرے گی۔

وہ تو ٹھیک ہے لیکن یہ ہزاروں لوگ اپنی لاکھوں اچھائیں لے کے یہاں پہنچے ہوئے ہیں ـــــ گنگا، کسی طرح میرا روگ دور کر دے ـــــ میری چاروں بیٹیاں بوڑھی ہوتی جا رہی ہیں میا، ان کی ڈولیاں اٹھوانے کے لیے دھن دے! ـــــ میرا پہلا شوہر مر چکا ہے، اب دوسرا دے گنگا! ـــــ مجھے پتر دے گنگا میا ـــــ گنگا کس کس کی سنے، پر سب کی مسکرا مسکرا سنتے، سر ہلاتے، پلو تھامتے تیز تیز چلتی جا رہی ہے ـــــ ٹھہر جا میا، میرا بیٹا بڑا نالائق ہے۔ اس کی آنکھیں کھول دے یا اسے سچ مچ اندھا کر دے، میرے پاس سب کچھ ہے گنگے،

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نہیں ہے تو ایک چاند سی بیٹی نہیں! ـــــ گنگا اک بیٹا دے دے! ـــــ ڈھیروں لوگ ڈھیروں خواہشیں ـــــ میری ساتویں خواہش بھی سنتی جاؤ میا! کہتے جاؤ بابا! ـــــ ساتویں، آٹھویں ـــــ سویں! ـــــ گنگا سب کی سبھی خواہشیں پوری کر دے گی۔

ہاں، گنگا ایک ایک کی ایک خواہش پوری کرنا چاہتی ہے۔

ہاں، لیکن بے چاری کیا کرے؟ ایک ایک کو بہ یک وقت سن سن کر بوکھلاہٹ سے بڑبڑانے لگی ہے اور اسے ٹھیک طرح یاد نہیں رہا ہے کہ اسے اس کی یہ خواہش پوری کرنی ہے اور اس کی وہ ـــــ سو بیوہ کو دوسرے شوہر کی بجائے پتر مل گیا، چار بیٹیوں والے کو ایک اور چاند سی بیٹی مل گئی، روگی کو اور دھن مل گیا ـــــ گنگے! ـــــ ٹھہر د گنگے! ـــــ جاؤ بابا، کیوں خواہ مخواہ میا کو پریشان کر رہے ہو؟ ـــــ مگر میں نے تو کچھ اور مانگا تھا ـــــ ارے جاؤ نا، جو مل گیا ہے اسے تو سنبھالو ـــــ

بے چارے سے خفا کیوں ہوتے ہو؟ ـــــ جو کچھ نہیں ملا بابا، گنگا وہ بھی دے گی۔ آرام سے جاؤ! ـــــ گنگا کے بھنڈار بے انت ہیں، اس کا دل بڑا کومل ہے ـــــ ہاں مانگو بابا، جو کچھ چاہتے ہو اسے بار بار مانگو! ـــــ ارے بھائی، پھر رک گئے؟

گنگا نے روک لیا تھا۔

جلدی بتاؤ، گنگا نے تم سے کیا کہا؟

شاید وہ کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن کسی کے پوتے نے اپنے دادا کی ہڈیوں کے پھول اس کی جھولی میں ڈال دیے اور وہ مسکراتے ہوئے اس کی طرف متوجہ ہو گئی۔

تمھارے تو کوئی بیٹا ہی نہیں ہے، کوئی پوتا کیونکر تمھارے پھول یہاں لائے گا؟

ـــــ جاؤ ادھر منہ کر کے جلدی سے میا سے ایک بیٹا مانگ لو۔

لیکن میرے بیٹے کی ہڈیاں مجھ سے پہلے ہی پھول ہو گئیں تو؟ ـــــ

تو دو بیٹے مانگ لو۔

نہیں، ایک ہی کافی ہے۔

ہاں، ایک ہی سو برس کی عمر کا ہو تو کافی ہے۔

نہیں، تمھارے تو ایک بھی نہ ہو تو ہرج نہیں۔ تمھیں تو ایک ہزار برس جیے جانا ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ایک ہزار برس ؟

ایک ہزار برس نہیں، تو جگہ جگہ اتنے پکے مکان کیوں بنواتے جا رہے ہو ؟

ارے بھئی ، میں نے تو یہاں بھی گنگا کے کنارے زمین کا ایک ٹکڑا خرید لیا ہے۔ اتنی پیاری عمارت بنواؤں گا کہ گنگا میا دن رات اس کا سایہ اپنے کلیجے میں جھلایا کرے گی۔

یہ تم نے بہت اچھا کیا۔ تمہارا مکان بن جائے تو ہم دونوں سب کچھ تج کر یہاں زندگی کے کنارے مہینوں رہنے کے لیے آیا کریں گے۔

لیکن زندگی کے اس آخری کنارے پر پہنچ کر ہم پیچھے کیسے جائیں گے ؟

ہاں، آخری کنارے پر پہنچ کر تو آگے ہی جانا ہوتا ہے ـــــ پر یہاں تک تو دھرتی خریدتے چلے آئے، اب یہاں سے آگے تمہارا کھوٹا سکہ کیونکر چلے گا ؟

ہاں، اب آگے کی بود و باش کے لیے سچا سکہ تو ہمیں یہیں کمانا ہے۔ آئندہ میں یہاں آؤں گا تو یہاں سے کبھی نہ جاؤں گا۔"

آئندہ ؟

ہاں، آیندہ۔ اپنا سارا لین دین چکا کے، سب کچھ لے کے یہیں چلا آؤں گا۔

پر جو کچھ یہاں لاؤ گے اسے یہاں سے آگے کیسے لے جاؤ گے ؟

جو کچھ یہاں لاؤں گا اسے یہیں لگا دوں گا

تم بڑے کاروباری آدمی ہو پر گنگا کی باتیں صرف گنگا ہی جانتی ہے۔ جاؤ پہلے اس سے پوچھ تو لو۔

ہاں، واقعی پہلے اس سے پوچھ تو لوں۔ اک ذرا بھی پوچھ لیں تو گنگا آگے بڑھ کے آپ ہی بتاتی ہے کہ اس کے پانی میں قدم کیسے دھرنا ہے۔

ہاں، آپ ہی بتاتی ہے کہ پانی کہاں گہرا ہے ـــــ جاؤ، گنگا یہاں ساری کی ساری موجود ہے اور بڑے اطمینان سے اپنی سطح پر بہہ رہی ہے ـــــ جاؤ، آگے بڑھ کے پوچھ لو۔

ہاں، پوچھ کے آتا ہوں۔ یہیں ٹھہرو۔

فکر مت کرو۔ مجھ جیسے لوگ انتظار کیے جانے کے سوا اور کر ہی کیا سکتے ہیں ؟

ـــــ تم جا بھی چکے ہو مگر میں عادتاً تمھیں مشورہ دیے جا رہا ہوں کہ تامل سے کام نہ لو، چلے جاؤ۔ زندگی کو میں اپنی واردات نہیں بنا پاتا ہوں، بس اوروں کی واردات کا انتظار کیے جاتا ہوں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

——— ارے، تم تو آ بھی گئے ہو۔

ہاں، آ تو گیا ہوں لیکن پھر شاید جانا نہ ہو۔

کیوں، گنگا نے تم سے کیا کہا؟ ——— تم نے اس سے اپنے لیے بیٹا مانگا؟

ہاں۔

تو پھر گنگا نے تم سے کیا کہا؟

گنگا نے میری بات سن کر صرف یہ کہا۔ "اپنی ہڈیاں آپ ہی لے کے آ گئے ہو تو اب آپ ہی انھیں یہاں ڈال دو"

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نازائیدہ

رانا پیلس کے بار میں چند دوست بیٹھے شراب پی رہے تھے اور متعجب تھے کہ دو بڑے بڑے ٹاٹ حلق سے اتار لینے کے باوجود نشے کا احساس کیوں نہیں ہو رہا ہے۔

"ایک تو یہ ہو سکتا ہے"۔ سمپت کہنے لگا۔ "کہ سالی شراب ہی اچھی نہ ہو"۔

"مگر شراب کی بوتل پر مہر وغیرہ تو میں نے چیک کر لی تھی"۔ رام سنگھ نے اسے بتایا۔

"مہر کو چھوڑو یار"۔ جمال نے کہا۔ "نوکری اور بیوی ملنے سے پہلے مہر تو میری بھی بڑی سختی سے چیک کی گئی مگر مجھے معلوم ہے کہ میں اچھا آدمی نہیں ہوں"۔

"تو دوستو، نتیجہ یہ نکلا کہ شراب تو اچھی ہے، شاید ہم ہی بُرے ہیں"۔

"شاید کیوں؟ مجھے تو یقین ہے کہ میں ہی بُرا ہوں"۔

رام سنگھ سب کے لیے ایک ایک اور تگڑا سا طاٹ بنانے لگا۔

"نہیں، اگر تم واقعی بُرے ہو مہربان سنگھ، تو اب تک تم پر شراب کا بڑا اچھا نشہ طاری ہو جانا چاہیے تھا ـــــ میرے گلاس میں تھوڑی اور ڈال دو رام سنگھ"۔ سمپت نے اپنا گلاس رام سنگھ کی طرف سرکا کر کہا۔ "ـــــ میرا تو یہ خیال ہے کہ ہم اچھے ہیں نہ بُرے، بس جیسے ہیں ویسے ہی ہیں، ورنہ نشہ نہیں چڑھا تو ہم کم سے کم ہوش میں تو ہوتے"۔

"میں تو پورے ہوش میں ہوں"۔ رام سنگھ سمپت کے گلاس میں شراب انڈیلنے لگا۔

"پورے ہوش میں؟ ـــــ ہہ ہہ ہا ـــــ ہہ! ـــــ ہہ! ـــــ"

مہربان سنگھ نے قہقہہ لگایا۔ "وہ بھائی جی، واہ! ـــــ تم ہی ایک خوش نصیب ہو رام سنگھ، جسے آج نشہ چڑھا ہے"۔

"ہاں بھئی، آج کل تو ہمارا خدا بھی پورے ہوش میں نہیں۔ جو شخص بھی دنیا میں بھیج رہا ہے، ہم جیسا ـــــ چند لوگ اچھے ہوں چند بُرے، کوئی گھمسان کا یُدھ ہو اور جینے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دینے کا ذرا مزہ آ جائے ـــــــ"

"ہاں" رام سنگھ انھیں سمجھانے لگا۔ "اسی لیے میں اپنے آپ سے چوبیس گھنٹے لڑتا رہتا ہوں، اپنی اتنی پٹائی کرتا ہوں پر مجال ہے ایک خراش بھی آجائے"

"نہ بابا، مجھے تو مار کٹائی سے ڈر لگتا ہے۔ میرا خون اتنا میٹھا ہے کہ ذرا بھی زخم آجائے تو بھرنے کا نام نہ لے"

"تم ٹھیک کہتے ہو مہربانے، ہم لوگوں کی سوچ کو بھی ذیابیطس ہوگیا ہے۔ تھوڑا سا غصہ آبھی جاتا ہے تو ہم زخم کے ڈر سے ہنسنے لگتے ہیں ـــــــ یار کوئی مزیدار جوک سناؤ رام سنگھ"

"وہ تو اپنا جوک سنا چکا ہے کہ پورے ہوش میں ہے"

"سمپت، میرے بھائی" مہربان نے کہا۔ "میری آنکھوں میں سگریٹ کا دھواں کیوں چھوڑ رہے ہو؟ ـــــــ"

"تاکہ چبھن سے تمھاری آنکھوں سے گندا پانی اُتر جائے مہربانے، اور تم صاف صاف دیکھنے لگو"

"صاف صاف دیکھنے سے بھی کون سا واہگورو نظر آجائے گا یارو" مہربان سنگھ اپنی آنکھیں ملنے لگا۔ "لاؤ رام سنگھ، تھوڑی اور ڈالو۔ اپنے سردار بھائی ہو پر ہر بار دوسروں سے کم ڈالتے ہو"

"ہاں، سردار بھائی، میں بڑا کمینہ آدمی ہوں۔ کسی سالے کو اپنا سمجھ کر فائدہ پہنچانا چاہتا ہوں تو بے چارے کو مجھ سے اُلٹا نقصان پہنچ جاتا ہے۔

"لو، مہربان" سمپت نے سگریٹ سلگا کر پیش کش کی۔ "اس سے پہلے میں اپنا خیال بدل لوں، میری حماقت کا فائدہ اٹھاؤ اور اس راؤنڈ کا میرا یہ بقیہ حصہ بھی پی جاؤ ـــــــ جلدی کرو، بھائی! ـــــــ"

"کوئی نیکی کرنے کا خیال آتے ہی ہم اپنے آپ کو احمق کیوں سمجھنے لگتے ہیں؟" جمال نے منہ اتنا معصوم بنالیا کہ سمپت کا جی چاہا، اُسے ڈانٹ دے، چُپ! بڑوں کی باتوں میں بچے نہیں بولتے۔

"بتاؤ نا، کوئی نیکی کرنے کا ـــــــ"

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

"ارے بتائیں کیا؟" سمپت نے اسے ٹوکا۔ "نیکیاں کرنا صرف نیک آدمیوں کا کام ہے۔ ہمیں اوپر والا کوئی اسپیشل الاؤنس تھوڑا ہی دیتا ہے جو اپنا کام بڑھاتے چلے جائیں۔"

"اس میں بے چارے اوپر والے کا کیا دوش؟ وہ تو اوپر کے چند لوگ ہی اس کی ساری نعمتوں کو آپس میں بانٹ لیتے ہیں۔" جمال کو سر کھجانے کی خواہش ہو رہی تھی لیکن اپنی ٹوپی اتار کر اسے سر کھجانا یاد نہ رہا۔ "اور باقیوں کو جیتے جی جہنم میں ہانک دیتے ہیں۔"

"میرا داہگرو تو میری سنے گا نہیں، جمال۔" مہربان سنگھ نے کہا۔ "پر تم اتنے برے نہیں ہو۔ کبھی فرصت میں اپنے خدا کو ساری باتیں کھول کر سمجھاؤ۔"

سمپت ہنسنے لگا۔ "سالی شراب ہی جب بے اثر ہے تو خدا سے باتیں کرنا کیونکر ہوگا؟۔ ــــــ بوائے، اور بھجیا لاؤ! ــــ"

"بھجیا سے ہی پیٹ بھر لوگے سمپت، تو شراب کہاں ڈالوگے؟"

"سر میں، رام سنگھ! میں پیتا ہوں تو صرف اس لیے، کہ اپنا سر شراب میں ڈبو دوں اور میری ساری سوچیں مردہ ہو کر سطح پر ابھر آئیں ــــــ"

جمال کو اچانک سر کھجانا یاد آگیا اور وہ ٹوپی پہلو میں ڈال کر سر کھجانے لگا۔ مگر اب کے اسے وہ بات بھول گئی جسے کہنے کے لیے اس نے منہ کھولا تھا۔

"میں بھی جب خوب پی لیتا ہوں دوستو۔" مہربان سنگھ انھیں بتانے لگا۔ "تو میری سوچوں کے لاشے ابھر ابھر کر اندرونی کھوپڑی کو چھونے لگتے ہیں اور میں بے چین ہو کر اپنے سر کو اور زور سے کھجانے لگتا ہوں۔ اور میری مردہ سوچیں جوؤں کی جون میں زندہ ہو ہو کر جھڑنے لگتی ہیں ــــ"

"تمھیں زندہ یا مردہ سوچوں سے کیا غرض، مہربان سنگھ؟"۔ جمال کو سر کھجا کر چین آگیا تو اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "تمھاری جوئیں ہی جوؤں کی جون لے کر جھڑتی ہوں گی۔"

گرم گرم بھجیا آگیا تو چاروں نے بیک وقت پلیٹ کی طرف ہاتھ بڑھا دیے۔

"شراب کے ساتھ ہمیں اچھی خوراک کھانی چاہیے۔" رام سنگھ نے منہ کو بھجیا سے ٹھونس کر بھر لیا۔

"بھجیا میں رکھا ہی کیا ہے؟"

"صرف بھجیا!"

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

"ہاں بھجیا میں کباب کہاں سے آجائیں گے؟ ——— بوائے کباب کی بھی ایک پلیٹ لے آؤ!"

"پر تم تو گوشت خور نہیں ہو سمپت؟"

"جب سے مجھے یقین ہو گیا ہے کہ گھاس پھوس میں بھی جان ہوتی ہے میں نے ہر جاندار کا گوشت کھانا شروع کر دیا ہے۔"

"انسان کا بھی سمپت؟"

"انسان کا بھی کھا لیتا لیکن مجھے گوشت کی جگہ پلاسٹک کھانا پسند نہیں! ——— ارے سنو، باہر مارکیٹ میں شور کیوں ہو رہا ہے؟ ———"

سینکڑوں قہقہے باہر سے سرپٹ دوڑتے ہوئے اُن کے کانوں میں گھس گھس کر ناک یا منہ یا آنکھوں میں تیز تیز چبھنے لگے۔

"آؤ، باہر جا کے دیکھتے ہیں۔"

چاروں باہر آ گئے اور دیکھا کہ ان گنت لوگ مارکیٹ کے فرسٹ فلور کے جنگلے پر جھکے بے تحاشہ ہنستے ہوئے گراؤنڈ فلور کی طرف دیکھ رہے ہیں۔

سمپت سب کے آگے آگے جنگلے کی طرف ہو لیا۔ وہ اس قدر احتیاط سے چل رہا تھا کہ صاف پیے ہوئے معلوم ہوتا تھا ——— ارے! ——— اچانک وہ کسی سے ٹکرا گیا اور اس بھلے مانس کو ہدایت کرنے لگا کہ شراب پی کر گاڑی چلانا منع ہے۔ وہ ہنسنے لگا تو یہ بولا، ارے بھائی، ہنسنے کی کیا بات ہے؟ گاڑی ہی تو چلاتے ہو۔ نشے میں ٹوٹ پھوٹ گئی تو ساری عمر بھک بھک کرتے بیتے گی۔ ارے بھائی رام سنگھ" اُس نے اچانک اپنا منہ رام سنگھ کی طرف موڑ لیا "وہسکی کی بوتل وہاں میز پر ویسے ہی چھوڑ آئے ہو، کوئی بیرا ویرا منہ لگا کے اتنی ہی پانی سے بھر دے گا۔"

"ہاں۔" مہربان بولا۔ "میں کوٹ کی اندرونی جیب میں رکھ کے ساتھ ہی لے آتا ہوں۔"

جنگلے کے آس پاس بھیڑ کو چیرتے وہ بھی نیچے دیکھنے لگے۔

"کہاں ہے؟"

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

"کیا ہے؟ کون ہے؟ ــــــ"

"وہ ــــــ وہ دیکھو! ــــــ"

انھوں نے دیکھا اور دیکھتے ہی رہ گئے۔

ایک نوجوان عورت اپنے گھاگرے کو ہاتھوں سے اوپر اٹھا کے ایک دکان کے سامنے ننگی کھڑی تھی۔ گراؤنڈ فلور پر بھی کئی آدمی اس کے ارد گرد جمع ہو کر چلا رہے تھے۔ اُن کی باچھیں کھلی ہوئی تھیں، اعصاب تنے ہوئے تھے اور وہ ایک دوسرے کو جھٹک جھٹک کر گویا بڑے دھیان سے دیکھنے کو کہہ رہے تھے۔

"او بھوری ــــــ!

"ارے بھوری، ادھر بھی تو دیکھو! ــــــ"

"لو، دیکھ لو!" بھوری بولنے والوں کی طرف ناچنے کے انداز میں مڑ مڑ کر ویسی ہی ننگی ننگی کھڑی رہی۔ "لاؤ، کیا دو گے؟"

"ادھر بھی، بھوری!" کسی نے اس کی طرف دو کا نوٹ پھینک کر خواہش ظاہر کی۔

اور بھوری نے ہنستے ناچتے نوٹ اُٹھا کر اُس کی طرف منہ کر لیا۔ "لو!"

اُس کے سامنے کی دکان والے نے اس سے ہاتھ جوڑ کر کہا۔ "جاؤ بھوری، بھگوان کے لیے جان چھوڑ دو۔"

بھوری نے اپنا گھاگرا کندھوں تک اُوپر اٹھا کے گلے میں لپیٹ لیا اور دکاندار کی طرف سر اُٹھا کر مسکرائی۔ "پہلے پانچ روپے دو، پھر چھوڑوں گی۔"

"پولیس! ــــــ پو ــــــ! ــــــ

بھوری نے دھڑاپ سے گھاگرا نیچے گرا لیا اور مڑ کر دیکھنے لگی مگر یہ اطمینان کر کے کہ کسی نے یونہی مذاق اڑایا ہے، گھاگرے کو پھر اُوپر اٹھا لیا اور لوگوں نے پھر اپنی نظریں اسکی رانوں میں ٹھونس لیں۔

دکاندار نے بڑبڑاتے ہوئے روپے روپے کے دو تین سکے اسکی طرف پھینکتے ہوئے کہا۔ "جاؤ میری ماں، بھاگو اب ــــــ!"

"ڈٹی رہو بھوری، ڈرو نہیں۔"

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

"لاؤ" بھوری نے بولنے والے کی طرف مڑ کر کہا۔

لو! ــــ لو! ــــ لو! ــــ ل ــــ ! ــــ

یکبارگی کئی تماشائی اس پر چاروں طرف سے چھوٹے موٹے سکے پھینکنے لگے۔

"ارے! ــــ ارے! میری جان کے بیری کیوں ہو گئے ہو؟" بھوری اپنے وجود کو گھما گھما کر بولی۔ "کنکر کیوں مار رہے ہو؟ نوٹوں اور بخروں سے مارو ــــ"

"سمپت! ــــ سم ــــ" سمپت جنگلے پہ جھکے جھکے نیچے لڑھک جانے کو تھا کہ جمال نے اسے تھام لیا۔ "اس بھوری بھینس کے پاس پہنچنا ہے تو اُدھر سیڑھیوں سے نیچے جاؤ۔ یہ راستہ تو سیدھا جہنم کو جاتا ہے۔"

"تو کیا ہوا، میرے یار؟ تم بھی تو میرے ساتھ ہو گے ــــ"

"رام سنگھے، تمھاری پتلون کوئی گھاگرا تو نہیں جو تم بھی اسے بار بار اوپر اٹھا رہے ہو۔"

"نہیں، مہربان، بات یہ ہے کہ وہ اپنا گھاگرا اوپر اٹھاتی ہے تو مجھے لگتا ہے میری پتلون نیچے سرک رہی ہے۔"

"سرکنے دو، سنگھے، ــــ پر کیا فائدہ؟ پتلون کے نیچے تم نے اپنا کچھا صاف پہن رکھا ہو گا۔"

اسی اثنا میں اوپری منزل سے دو تین دکاندار بھوری کو وہاں سے ہٹانے کے لیے اس پر پانی کی بالٹیاں انڈیلنے لگے اور وہ سرعت سے گھاگرے کو ٹانگوں پر گرا کے چیختی ہوئی مارکیٹ کے باہری گیٹ کی طرف بھاگنے لگی اور اس کے پیچھے پیچھے ساری بھیڑ۔

"بھوری تو گئی لیکن چلو، ہماری بھوری بوتل تو موجود ہے۔"

"تمھاری بھوری کس کام کی ہے رام سنگھ؟ ــــ دیکھو نا، جو بھوری نشہ آور تھی، اس کا کاک آپ ہی آپ بھپ سے کھل گیا، ــــ وہ آپ ہی آپ منہ سے آ لگی اور اس سے پہلے کہ لوگ اُسے غٹ غٹ پی جائیں، وہ آپ ہی آپ پھُر سے اُڑ گئی ــــ" سمپت اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا۔ "بڑی خاص چیز تھی۔"

"وہ تو گئی بابا، پر جو ہے، جیسی بھی ہے، اُسے کیوں چھوڑتے ہو؟ ــــ آؤ۔"

"چلو!" سمپت چلنے کی تیاری کرنے لگا۔ "سالی اتنی آبدار شئے تھی کہ اس

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے جانے کے بعد بھی یہی لگ رہا ہے اُسے گھونٹ گھونٹ پیے جا رہے ہیں" اس نے پھر اپنے خشک ہوٹوں پر زبان پھیری۔

"جو چیز ہاتھ سے نکل جائے سمپت۔" جمال اُسے سمجھانے لگا۔ "اُسے بھول جانے میں ہی بھلائی ہوتی ہے۔"

"کیا اُسے بھول کر آپ اپنا بھلا کر چکے ہیں مولوی صاحب؟"

"نہیں، مجھے تمھارا بھلا کرنا مقصود تھا۔ میرا قول ہے کہ جو بھی بُری خواہش میرے بس سے باہر ہوتی ہے اُسے پورا کرنے کے لیے کوئی ایسی بُری خواہش پوری کر لیتا ہوں جو میرے بس میں ہو۔"

"تو وہاں اُس پیشاب گاہ میں اپنی خواہش پوری کر کے ہمارے پیچھے چلے آؤ۔۔۔ آؤ سمپت۔"

"نہیں ٹھہرو" سمپت نے چاروں طرف نظر دوڑا کر کہا۔ "ابھی ابھی یہاں میلا لگا ہوا تھا مگر اتنی سی دیر میں ہی اب کوئی دکھائی نہیں دے رہا۔"

"دکھائی کیسے دے؟ وہ سبھی کو اپنے گھاگرے میں سمیٹ کر لے گئی ہے۔"

"ہہ ہہ ہا ـــ ہہ ـــ ہا!" سمپت اپنے شرابی قہقہے سے گدگدی محسوس کر کے اور زور سے قہقہانے لگا۔ "ہہ ہہ ـــ ہا! ـــــ سبھی حرامی پلّے بڑے آرام سے اپنی ماں کے گھاگرے میں جا سمٹے ہیں کہ شاید اسی طرح پیدا ہو جائیں گے، پر اُن سے پوچھو، وہ بانجھ انھیں جنے گی کیسے؟ ـــــ ہہ ہا ہہ ـــ!

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہرابے[1]

کیوں ری باؤلی، بس اتنے میں ہی لوٹنے پوٹنے لگیں ؟ ـــــ ٹھیک ہے بابا، درد ہے تو اپنے ہی وجود کا تو ہے، باہر سے کسی شیر نے دانت تو نہیں گاڑ دیے ؟ مونگو[2] کا شکر ادا کرو ناشکری، ورنہ شیر کے پیٹ میں یہ لوٹنا پوٹنا بھی نصیب نہ ہوتا ـــــ صبر سے کام لو، مورکھ ـــــ نہیں، صبر سے کام لے سکتیں تو ہرنی کی ہرنی کیوں کر رہ جاتیں، پوری عورت کیوں نہ بن جاتیں ؟ تم نے میری وانا واکھے[3] کو تو دیکھا ہی ہے، جان بھی نکل رہی ہو تو مسکان ویسی کی ویسی چہرے پر ٹھہری رہتی ہے، ہاں، چہرے سے دل تک اتر کر اس طرح اس کے اندر ہی جڑی ہوتی ہے کہ ہزار تکلیف میں بھی کیا مجال، ذرا سی ہل جائے۔ تکلیف ہی تو ہے گزر جائے گی ـــــ اپنی وانا واکھے پر مجھے بڑا[4] پیار آتا ہے ـــــ نہیں، آتا ہے کیا ؟ کہیں باہر تھوڑا ہی جاتا ہے کہ لوٹ آئے گا، میرے پیار نے تو میرے گھر میں ہی ڈیرا ڈال رکھا ہے۔ پل بھر کے لیے بھی باہر قدم نہیں رکھتا۔ دہلیز سے باہر صرف مجھے ہی کام وام پر جانا ہوتا ہے اور میرا پیار ہر دم وہیں میری وانا واکھے کے آس پاس منڈلاتا رہتا ہے ـــــ اری، باؤلی، چین سے میری بات تو سنو۔ میں اتنی محبت سے تمھیں اپنی وانا واکھے کی بات سنا رہا ہوں پر تمھارا لوٹنا پوٹنا تھمنے میں نہیں آ رہا ـــــ اگر میں تمھارا ہرنا ہوتا تو اپنا مردوں والا ایک سینگ مار کر ہی تمھیں سیدھا کر دیتا۔ تمھارا ہرنا ہرنا ہی نہیں۔ ہوتا تو تمھاری کیا ہمت، کہ اس وقت اپنی چار ٹانگوں پر چپ چاپ کھڑی نہ ہوتیں۔ ایک تم ہی ماں بننے نہیں جا رہی ہو، میری وانا

---

[1] افریقیوں کا ایک نعرہ جس کا مطلب ہے آؤ مل کر زور لگائیں اور دکھوں کو باہم بانٹ کر نجات حاصل کریں۔ [2] سہیلی کا لفظ بمعنی خواہر [3] عورت

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

واکھے بھی ایک درجن سے زیادہ بچے جن چکی ہے - میرا بچہ کسی پتھریلے ٹیلے کی طرح اس کی کوکھ سے نیچے لڑھک رہا ہوتا ہے پر اس کی مسکان ـــــ وہ ـــــ اس پہاڑی سبزے کی طرح ٹس سے مس نہیں ہوتی ـــــ ہاں پتھریلے ٹیلوں کی رگڑ سے پسلیوں پر چوٹ تو آتی ہے پر چوٹ بھر بھی جاتی ہے پگلی، اور بھر جاتی ہے تو نئی نویلی بھی تو نکل آتی ہو ـــــ کبھی کبھی تو اسی لیے میں اپنی وانا واکھے کو پیٹ بھی لیتا ہوں اور اس کے بعد وہ اتنی پیاری لگتی ہے کہ جی چاہتا ہے اس کی چوٹوں کو چوم چوم کر پھول بنا دوں ـــــ میری وانا واکھے کی مٹی بڑی زرخیز ہے ری - ذرا سا سیراب کرو تو پھول ہی پھول اُگ آتے ہیں - ان کی خوشبو سو نگھتے چلے جانے کے لیے میں اس کے اندر ہی اندر ـــــ اندر ہی اندر اترتا چلا جاتا ہوں - میں اس سے اتنا پیار کرتا ہوں کہ ـــــ کہ مجھے ڈر سا لگنے لگتا ہے، وہ مرگئی تو میں کیا کروں گا - میں اسے گلے لگاتا ہوں تو وہ میرا سارا درد چوس لیتی ہے اور چوس کر بھی ویسے ہی مسکراتی رہتی ہے ـــــ اری! میں اسے سمجھاتا ہوں درد زیادہ ہو رہا ہے تو جلدی سے تھوڑا رو لو، نہیں تو اسی طرح مسکراتی مسکراتی مرگئیں تو مجھے پتہ بھی نہ چلے گا کہ مرگئی ہو ـــــ بس مجھے یہی خطرہ لگا رہتا ہے کہ میری وانا واکھے کی مسکان مجھے دھوکا نہ دے جائے - کانٹا چبھ جائے تو سسکی سے بھی باہر کی طرف اچھلتا ہے، لیکن سسکی تھمنے میں ہی نہ آئے تو جان نکلتی ہے نہ چین آتا ہے ـــــ اری بے وقوف، چین نہیں آرہا ہے تو اسی طرح تڑپتی ہوئی اس جھیل کے کھڑے پانی میں جا کود و ـــــ جینے جننے کا حوصلہ نہیں تو جان کو کیوں سنبھالے ہوئے ہو؟ ـــــ بڑی ماں بننے جا رہی ہو۔ دھرتی ذرا سی پھٹے بھی نہیں تو بیج پھوٹ کر باہر کیسے آئے؟ ـــــ ذرا صبر سے کام لو نادان۔ پہلے تو اپنے ہرنے کی ٹانگوں میں بے صبری سے گھسی پڑی رہتی تھی - اور اب کھا پی کے پیٹ پھول گیا ہے تو یہ تھوڑا سا دکھ سہنے کا بھی دم نہیں ـــــ چلو تھوڑا نہ سہی، ذرا زیادہ ہی سہی، پر ہے تو اتنا ہی، جتنا ہے، اس سے زیادہ تو نہیں - جتنا بھوگا ہے باؤلی، اس سے آدھا بھی نہ سہو گی تو تمہیں پھل کیسے لگے گا ـــــ وہ آم کا پیڑ دیکھ رہی ہو؟ ـــــ اری چیخنا بند کرو اور وہ ـــــ وہ دیکھو - آم کا وہ پیڑ ـــــ دیکھو اس کے بھی بور پھوٹ رہا ہے۔ پھل آتے آتے ابھی ایک ڈیڑھ ماہ اور لگ جائے گا - اسے بھی تم سے کم درد نہیں ہو رہا ہوگا - لیکن دیکھو، کیسے خاموش کھڑا ہے! اس کے پھل میں اسی لیے شہد گھلا ہوتا ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کہ تمھاری طرح چلّا چلّا کر اپنے درد کا پہاڑ نہیں کھڑا کر لیتا، بلکہ بڑے اطمینان سے اپنے سارے درد کو اپنے ہی باطن میں سمیٹ کر اپنی نجات کا انتظار کرتا رہتا ہے۔ کھڑے کھڑے انتظار کرتا رہتا ہے اور اس لگن اور سہن کے پھل میں موسم آنے پر اس کے وجود پر جابجا رنگ برنگے آم لٹکنے لگتے ہیں، جیسے صحت ور بچوں کے ڈھیر کے ڈھیر اپنی ایک ہی ماں کے ان گنت تھنوں سے منہ لگائے ہوئے ہوں ——— دیکھو رونا دھونا بہت ہو لیا۔ اُدھر دیکھو یہ وہ جھاڑیاں سرگوشیاں میں تمھارا مذاق اڑا رہی ہیں ——— وہ ——— وہ سب سے چھوٹی جھاڑی پتوں کو منہ ٹھونس ٹھونس کر ہنسی روکنا چاہ رہی ہے۔ ہنسی ہی کی تو بات ہے باؤلی تمھیں اپنے ہی حصہ کا درد ملا ہے لیکن کیا ناٹک رچا رکھا ہے! ٹانگیں اوپر کر کے خواہ مخواہ چیخے جا رہی ہو۔ پوری چار ٹانگیں مونگو نے بخش رکھی ہیں۔ اس کا شکر ادا کرو اور سیدھی کھڑی ہو جاؤ اور درد سر اٹھانے لگے تو پونچھ ہلا کر بدن کو جھاڑ دو ——— کھڑی ہو جاؤ نہیں تو وہ کوّا آ رہا ہے، اس نے دیکھ لیا تو کائیں کائیں کر کے سارے جہان کے کوّوں کو اکٹھا کر لے گا۔ بے چاروں کی موٹی عقل ہے، سچ سچ سمجھ لیں گے کہ مر رہی ہو، اور اس وقت تک سر پہ منڈلاتے رہیں گے جب تک سچ مچ نہ مر جاؤ گی ——— اپنی چاروں ٹانگوں پر جم کر کھڑی ہو جاؤ ——— جلدی! ——— وہ آ رہا ہے! ——— شاباش! ——— یوں! ——— ہرنی ہو تو کیا، ذرا جم کر کھڑی ہو گئی ہو تو شیرنی معلوم ہونے لگی ہو، اب مسکراؤ، میری دانا واکھے کی طرح مسکراؤ۔ شرماؤ نہیں ——— میں آدمی کی ذات ہوں، مجھے تم سے کیا لینا دینا ہے بھئی؟ ——— شاباش! ——— ذرا اور کھل کے مسکراؤ! ——— مونگو تمھیں بری نظر سے بچائے، راتی اچھی لگ رہی ہو کہ عورت ہوتیں تو تمھیں بھی گھر میں ڈال لیتا ——— میری دانا واکھے بڑی اچھی ہے، بڑی نیک، ذرا سا بھی کھاتی ہے تو بانٹ کر۔ میں تو اتنا بڑا ہوں، وہ جھٹ مجھے بانٹ لینے پر راضی ہو جاتی، لہ ہرنی آدھا تم کھاؤ اور آدھا میں، ——— اور تم دونوں مجھے کھاتی رہتیں پر تمھارے کھانے کا سارا مزہ مجھے ہی ملتا رہتا، ——— واہ ——— ہ! کتنی خوبصورت لگ رہی ہو! پر کیا فائدہ، نری پری ہرنی ہو، آدھی عورت بھی ہوتیں تو بات بن جاتی ——— ارے۔ پھر ——— ! نہیں، یونہی کھڑی رہو، یا درد اٹھنے لگا ہے تو بیٹھ جاؤ، وہ بھی بیٹھ جائے گا۔ ذرا سی دیر میں سب کچھ اپنے آپ ٹھیک ہو جائے گا۔ بس ہمت نہ چھوڑو۔ سبھی جاندار تھوڑے بہت دکھی ضرور ہوتے ہیں۔ ہر کسی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کو اپنے حصّے کا ہی دکھ ملتا ہے، زیادہ نہ تھوڑا، اور جو ہمت والے ہوتے ہیں وہ اپنے دکھ کو بڑے سکھ سے ٹال جاتے ہیں ـــــ اب میری وانا واکھے تمھیں اتنی سکھی معلوم ہوتی ہے۔ کیا تم سمجھتی ہو اسے کوئی دکھ نہیں؟ اس کی جھگڑالو بہو اس کے آنکھوں کے عین سامنے اس کے گبرو جوان بیٹے کو ہانک لے گئی اور وہ دیکھتی رہ گئی۔ بہو نے اسے اتنا بھی موقع نہ دیا کہ اپنے جگر کے ٹکڑے کو جی بھر کے دیکھ ہی لے۔ تمھارا خیال ہے ماں کے دل پر آنسوؤں کی دھار نہ پھوٹ پڑی ہوگی؟ پر آفرین ہے میری وانا واکھے پر، اس نے اپنی میٹھی مسکان کو پھیکا نہ پڑنے دیا ـــــ ہاں، جتنا اذیت ناک ہے پر جنے ہوئے سے بچھڑنے پر مجبور ہو جانا اس سے بھی اذیت ناک ہے، لیکن ہمیں اپنا اپنا دکھ قبول کرنا ہی ہوتا ہے، رو کے بھی، ہنس کے بھی، پھر رونا آئے بھی، تو جلدی جلدی رو دھو کے کیوں نہ آدمی ہنس بھی لے، دکھ بھی بنا رہا اور سکھ بھی ـــــ دیکھو، پھر بھاگڑ مچانا شروع کیا تو تمھیں اسی حالت میں چھوڑ کر اپنی راہ ہولوں گا۔ اپنے اتنے سے دکھ پر دکھی ہو؟ مونگو نے تھوڑا تھوڑا دکھ سبھی جانداروں میں بانٹ دیا ہے تاکہ سبھی سکھی رہیں ـــــ لیکن ٹھہرو، پہلے میں تمھیں ایک سچی کہانی سناتا ہوں ـــــ کلمو دادا کی کہانی ـــــ وہ ـــــ سب پہاڑوں کے پیچھے ـــــ وہ ـــــ سب سے اونچا پہاڑ دیکھ رہی ہو نا؟ ـــــ وہی ہمارا کلمو دادا ہے ـــــ میرا مفنے مجھے بتایا کرتا تھا کہ آج سے سینکڑوں برس پہلے ـــــ نہ جانے کب ـــــ آئے دن دادا کے کلیجے سے آگ اور لاوے کے دریا پھوٹا کرتے تھے اور آس پاس کی ساری بستیاں دیکھتے ہی دیکھتے اجڑ بجڑ جاتی تھیں ـــــ کان دھر کے سنو گی تو تمھیں قرار آجائے گا پگلی ـــــ ہوا یہ تھا کہ مونگے نے سارے کا سارا دکھ کلمو دادا کے سینے میں جمع کر رکھا تھا ـــــ اب کلمو دادا اتنا بڑا ـــــ سب سے بڑا پہاڑ ہے پر کل جہان کا دکھ ایک ہی سینے میں کیسے سما سکتا ہے؟ دادا کی دھجیاں اڑ جاتیں اور لوگوں کو پتہ بھی نہ چلتا کہ کب ان کی جانیں نکل گئیں ـــــ اری میری کہانی پوری ہو لینے دو پھر جی بھر کے چلا لینا ـــــ مونگو کو آخر یہ ترکیب سوجھی کہ دادا کلمو کا دکھ ہم سب انسانوں، جانوروں، پرندوں درختوں ـــــ سب ذی جانوں میں بانٹ دیا جائے ـــــ سنا باؤلی؟ ہم اپنا اپنا دکھ قبول کر لیں گے تو جیتے جی مر جائیں گے۔ کلمو دادا کا سینہ تو بہت بڑا ہے، لیکن سارے جہان کا دکھ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جب ایک ہی سینے میں اُبلنے لگتا ہے تو اتنے بڑے پہاڑ کو بھی اپنے آپ پر قابو نہیں رہتا ــــ اور ــــ اور کلمو دادا بے قابو ہو جائے تو تیری میری، ننھی منّی جانیں کیوں کر سلامت رہ سکتی ہیں ــــ سو سبھی ننھی منّی جانوں کے لیے اپنے اپنے ننھے منّے دُکھ ہنسی خوشی سہہ لینے میں ہی مونگو کی برکت ہے اور، ــــ اور مُورکھ، مونگو کی برکتوں کو قبول نہ کرنا کتنا بڑا گناہ ہے! ــــ ذرا سوچو اس کی برکتیں نہ ہوں تو ہم ایک پل بھی زندہ رہ سکتے ہیں؟ ــــ ارے تمھارا منا سا ہرنا آدھے سے زیادہ تمھارے بدن سے باہر آ بھی پہنچا ہے مگر اپنی باتوں کے دھیان میں مجھے دکھائی ہی نہیں دیا ــــ سہج سہج جننی! ــــ گھبراؤ نہیں، اور سہج! ــــ ہائے کتنا خوبصورت ہے! ــــ شاباش! ــــ لو، اب پورے کا پورا باہر آ گیا ہے! ــــ ہائے! بڑا خوبصورت ہے۔ میرے بچوں کے ڈھیر میں ایک بھی ایسا نہیں جیسا تمھارے ہرنے کا یہ بچّہ! ــــ میرا جی چاہ رہا ہے میں ہی تمھارا ہرنا ہوتا۔ تمھارا ہرنا بڑا خوش قسمت ہے ری جو تم نے اس کا اتنا پیارا بچّہ جنا ہے۔ اتنا پیارا ہے کہ میرا بھی دل چاہ رہا ہے کہ تمھارے ساتھ ساتھ اسے چاٹنا شروع کر دوں ــــ نہیں، رکو نہیں، چاٹتی جاؤ۔ ہر بچہ اسی لیے فرشتہ سا لگتا ہے کہ اس کی ماں اسے چاٹ چاٹ کر فرشتوں کی شبیہ دے دیتی ہے ــــ اور چاٹو! ــــ رُک کیوں گئیں؟ ــــ چاٹتی جاؤ ــــ اب تو چین آ گیا ہے نا؟ ــــ خوامخواہ مری جا رہی تھی۔ دیکھو مونگو کتنا نہر بان ہے! اسے یہی فکر رہتی ہے کہ سارا دکھ ایک ہی سینے میں جمع نہ ہوتا جائے ــــ دیکھو نا، تمھاری تکلیف ذرا بڑھ گئی تو تمھارا یہ ننھا ہرنا اسے بانٹ کر تمھارے وجود سے الگ ہو گیا اور تمھیں چین آ گیا ــــ سن رہی ہو ری؟ ہم سبھی اسی لیے پیدا ہوتے ہیں کہ سنسار کے دکھ بٹتے رہیں، نہ بٹیں تو یقین مانو ماؤں کے بچے پیدا ہونے بند ہو جائیں! ــــ

□□

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بھوں بھاؤں

احمد نے ٹانگے والے سے کہا کہ اب بائیں طرف اس کچی گلی میں مڑ جاؤ۔
تانگے والا مڑنے لگا لیکن اسی اثنا میں گلی سے بطخوں کا غول کا غول ٹائیں ٹائیں کرتا ہوا برآمد ہوا اور تانگے والے نے سرعت سے لگام کھینچ لی اور بڑی تابی سے مہارانیوں کے گزر جانے کا انتظار کرنے لگا ـــــ ارے بھئی، تیز تیز چلو اور راستہ خالی کرو۔

ٹائیں ٹائیں!

ایک بطخ احمد کی طرف دیکھ کر رُک گئی ـــــ ٹائیں! ـــــ دوسریوں نے بھی رک کر اس کی طرف گردنیں اٹھالیں ـــــ ٹائیں ـ ٹائیں ـ ٹا ـ!

احمد طربناک سی پریشانی سے تانگے والے کی طرف دیکھنے لگا۔

ٹائیں ٹائیں ـــــ ٹا!ـ

شاید وہ ایک دوسرے کو بتا رہی تھیں ـــــ ہاں یہی ہے وہ! ـــــ ٹائیں!

اری کچھ مجھے بھی بتاؤ، کون ہے؟

وہی، اور کون؟ ہمارے محلے میں رہنے آیا ہے۔

اچھا!ـ ایک طرف ہٹو، میں بھی دیکھ لوں ـــــ ٹائیں! ـــــ کیا گبرو جوان ہے! ـــــ ٹائیں ـــــ ٹا ـ ٹائیں! ـــــ

اچھا، مرتی ہو تو مرو! ـــــ تانگے والے نے گھوڑے کو حرکت میں لانے کے لیے کھینچی ہوئی لگام کو ڈھیلا چھوڑ دیا ـــــ چلو بیٹے!

ٹائیں ـــــ ٹا! ـــــ

اچانک ایک کتا کہیں سے وارد ہو کر تانگے کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔

اچھا تو آپ ہیں؟

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہوں تو میں ہی یار ـــــ احمد کو لگا کہ اُس نے واقعی کتے سے جواباً کہا ہے اور وہ مسکرانے لگا۔

آپ نے مجھ سے کچھ کہا؟ ـــــ تانگے والے نے مڑ کر احمد سے پوچھا۔

بھوں ـــ بھاؤں ـــ بھاؤں! ـــ کتا بھونک بھونک کر تانگے والے کو مخاطب کرنے لگا ـــــ آگے دیکھو ـــ آگے! ـــ

واقعی تانگے والا آگے دیکھنے سے ذرا چوک جاتا تو اس کا تانگہ ایک بڑھیا کو روند کر آگے جا چکا ہوتا۔

کیسے لوگ ہیں صاحب؟ بیچوں بیچ آ جا رہے ہیں۔

بھوں ـــ بھاؤں! ـــ وہ بے چاری تو بڑھیا ہے تم ہی ایک طرف ہو کے کیوں نہیں چلاتے؟

بھوں ـــ بھاؤں ـــ بھاؤں! ـــ

گنگا رام! ـــ ارے او گنگا رام! ـــ ایکا ایکی ایک جوان لڑکی بھاگتی ہوئی اپنے کھلے دروازے پر آ کھڑی ہوئی ـــ گنگا ـــ!

احمد تعجب سے ادھر ادھر دیکھنے لگا کہ وہ کسے بلا رہی ہے۔

تمہاری روٹیاں پڑی پڑی سوکھ رہی ہیں گنگا رام۔

ارے! تو یہی ہے گنگا رام!

کتے نے ذرا رک کر لڑکی کی طرف سر اٹھا لیا ـــ بھاؤں!

نہیں، میں تمہاری نوکر نہیں، جو گھنٹوں تمہاری راہ تکتی رہوں۔

بھاؤں ـــ بھوں! ـــ ابھی آتا ہوں! ـــ وہ پھر تانگے کے پیچھے دوڑنے لگا۔

ارے بھئی، جاؤ، روٹیاں کھاؤ ـــ احمد نے گویا مسکرا کر اسے مشورہ دیا۔

کیوں بھوکے پیٹ دوڑ دوڑ کے جان ہلکان کر رہے ہو؟

بھائی! ـــ آپ ہمارے ساتھ رہنے آ گئے ہیں تو کم سے کم آپ کو گھر تک چھوڑ آؤں ـــ شوق سے بھرا بھرا گنگا رام تانگے کے آگے ہو لینے کے لیے پہلو کے راستے کی طرف اچھلا تو احمد دبک کر پیچھے سمٹ گیا ـــ ہٹ! ـــ چل ہٹ!

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

قدم سیٹ کے اوپر کر لیجیے صاحب ـــــ کوچوان نے احمد کو متنبہ کیا ـــــ آوارہ کتوں کا کیا بھروسہ ؟

بھوں ـــ بھو ـــ بھاؤں ! گنگارام فرطِ شوق سے بھونکتے ہوئے گھوڑے کے آگے آگے دوڑنے لگا ـــــ بھوں ! ـــــ میرے پیچھے پیچھے آتے جاؤ گھوڑے ـــــ آؤ مجھے معلوم ہے انھیں کہاں جانا ہے ـــــ آؤ ! اب ادھر دائیں طرف مڑ جاؤ ـــــ وہ ـــــ وہ آخری گھر ہے ـــــ بھاؤں ! ـــــ ہٹو موسی ! ـــــ وہ گلی کے عین درمیان بیٹھی ہوئی ایک بھوری بلّی سے مخاطب ہوا ـــــ دیکھتیں نہیں، تانگہ آرہا ہے ـــــ میاؤں ! ـــــ بھوکی ہو تو مجھے کھاؤ گی کیا ؟ جاؤ شیخو گوالے کی پچھلی کھڑکی کا پٹ ٹوٹا ہوا ہے ! ـــــ آتے جاؤ گھوڑے ! ـــــ وہ گھر ہے ـــــ یہ ـــــ لو آگیا ـــــ بھوں ـــــ بھاؤں ! ـــــ ٹھہرو بھئی، یہی ہے ۔ آگے کہاں جارہے ہو ؟ ـــــ بھاؤں ! ـــــ بس، یہیں ! ـــــ احمد نے کوچوان سے کہہ کر تانگہ رکوالیا ۔

مکان ابھی نیا ہی بنا تھا لیکن باہر کا پلاسٹر نہ ہونے کے باعث میلا کچیلا سا معلوم ہو رہا تھا ۔ اردگرد اینٹوں کی چار دیواری کی بجائے لوہے کا نوکیلا تار بندھا ہوا تھا ۔ پہلو میں چند سو مربع گز کا ایک پلاٹ تھا اور اس کے آگے ایک پرانا کھلا قبرستان، جہاں اِدھر اُدھر چند ٹوٹی پھوٹی پکی قبریں تھیں، بسی بسی قبریں ! ـــــ وہ بکری اس کچی قبر کے سوراخ میں منہ ڈالے پوچھ رہی تھی، کیوں دادا، خیریت سے ہو ؟ اندر دم گھٹ رہا ہے تو باہر آجاؤ ! ـــــ قبرستان میں جہاں جہاں زمین ہموار ہو چکی تھی وہاں وہاں قبروں کے باسیوں نے قبروں سے نکل کر جھونپڑے بسا لیے تھے، شادیاں کر کے ڈھیروں بچوں کے باپ بن گئے تھے ـــــ اُن کے بچے کھیلنا چھوڑ کر دوڑ کے تانگے کے آس پاس جمع ہونے لگے ـــــ او بچو ـــــ ایک نیم برہنہ گندی عورت اپنے آپ کو ڈھانپنے کی کوشش میں اور برہنہ کرتی ہوئی چلائی ـــــ گھٹنے کو بھی ساتھ لے جاؤ، رو رہا ہے ـــــ سامنے کے گھر کے دروازے پر ٹاٹ لٹک رہا تھا اور ٹاٹ کے آگے گھر والے ایک دوسرے سے جڑ کر اپنے پیروں پر جھولتے ہوئے کسی پھٹے پرانے پردے کی تصویر پیش کر رہے تھے جس پر جا بجا پیوند لگے ہوئے ہوں ۔ ایک پیوند پردے سے ادھڑ کر احمد کے پاس چلا آیا ـــــ اس کے بوڑھے چہرے پر ان گنت

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جھریاں تھیں، گویا باسی لڈو پر چیونٹیاں ہی چیونٹیاں۔

تمھارا ہی نام لطیف احمد ہے نا؟

جی ہاں۔

کمیٹی کے دفتر میں کام کرتے ہو نا؟

جی ہاں۔

کیا کام کرتے ہو؟

جی ہاں! ـــــ احمد بوکھلا گیا۔

وہ بوڑھا ہنسنے لگا اور چیونٹیاں مراسیمہ ہو کر ایک دوسرے پر چڑھ دوڑیں۔

میرا نام امجد علی ہے، سید امجد علی ـــــ اور یہ میرا جدی مکان ہے۔

احمد کی سمجھ میں نہ آیا کہ اُسے کیا جواب دے۔

بڑے پیارے بچے ہو۔ تمھارے مالک، مکان شبیر صاحب اپنے مسجی گھر والوں کے ساتھ آج اپنی بہن کے یہاں گئے ہوئے ہیں، شام کو لوٹ آئیں گے ـــــ انھوں نے ہمیں تمھارے بارے میں سب کچھ بتا دیا ہے۔ اب جھٹ سے شادی کر کے، اسی محلے میں بکے بس جاؤ ـــــ

سید امجد علی منہ پھیر کر ٹاٹ کے آگے آگے جھلتے ہوئے پردے کے ایک رنگ دار پیوند کی طرف دیکھنے لگا۔ جس کے کمزور ٹانکے اس کی بے صبر، مسرت آگیں صدا و حرکت سے ٹوٹتے جا رہے تھے۔

کھڑے کھڑے اس طرح جھولنے سے گر جاتے ہیں شنّو ـــــ امجد علی نے اس طرف دیکھ کر کہا ـــــ یہ میری بیٹی شنّو ہے۔

ہی ہی ـــــ ہی ـــــ ہی! ـــــ شنّو کے منہ سے پچکاری سی چھوٹ گئی اور کئی لڑ ہنسی پھوٹ کر اُن کے قدموں میں آگری۔

بھوں ـــــ بھاؤں! ـــــ جاؤ شنّو، اندر جاؤ ـــــ بھاؤں! ـــــ

کنواری لڑکیاں گلی میں اس طرح کھلے منہ کھلے سر نہیں ہنستیں ـــــ بھاؤں!

احمد نے تانگے کے اگلے حصّے میں اپنا نولڈنگ بیڈ اور بستر رکھا ہوا تھا جنھیں، محلے کے بچے اس سے پوچھے بغیر تانگے سے اتار رہے تھے۔ بقیہ سامان وہ دو روز پہلے ہی جما گیا تھا۔

احمد نے پیسے وصول کر کے کوچوان، تانگے کو موڑنے لگا۔

بھاؤں! ـــــ گنگا رام شنّو کو بدستور گھر کے اندر جانے کو کہہ رہا تھا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جاؤ، نہیں جاتی!

بھاؤں! ـــــ!

یہ ہمارا گنگا رام ہے، ہمارے سارے محلّے کا چوہدری! ـــــ کیوں گنگا رام، احمد میاں سے مل لیے؟

بھاؤں! ـــــ ہاں، مل لیا ہوں ـــــ بھاؤں! ـــــ گنگا رام کی نظر اچانک پنڈت رام رکھا پر پڑ گئی جو بدن پر دھوتی لپیٹے، لاٹھی سنبھالتے ادھر ہی آ رہا تھا ـــــ بھاؤں! ـــــ اتنے گھبرائے ہوئے کیوں ہو پنڈت؟ ـــــ بھوں ـــــ بھ! ـــــ بیٹوں کی تلاش میں نکلے ہو تو وہ دونوں مکئی دروازے کے پاس سر جوڑ کر مزے سے گھاس چر رہے ہیں۔

حرام خور آخر بیل کی اولاد ہیں۔ مجھ بڈھے کو اکیلا چھوڑ جاتے ہیں، اور گھنٹوں نہیں لوٹتے ـــــ میں بھی کسی دن گھر چھوڑ کر کہیں نکل جاؤں گا۔

بھاؤں! ـــــ کیا ہوا پنڈت؟ تمہارے چرنے کے دن تو بیت گئے ـــــ بھوں! ـــــ اُن کے دن تو اب کہیں آئے ہیں!

احمد کی نظر قبرستان میں بھٹکنے لگی تھی کہ اچانک کسی نادیدہ وجود سے ٹکرا گئی۔ کون؟

اس نے دیکھا کہ جسے وہ دیکھ رہا ہے وہ کچھ نہ کچھ تو ضرور ہے پر اس کی کوئی شکل ہی نہیں ـــــ وہ کچھ دیکھنے کی بجائے اندھوں کے مانند آنکھیں کھولے گھور گھور کر سوچتا رہا۔

ارے بھائی، گھبرا کیوں گئے ہو؟ نئے آئے ہو اس لیے تمہیں معلوم نہیں ـــــ پورے پونے چار سو سال سے یہیں رہ رہا ہوں ـــــ وہ ـــــ وہ بنگلہ دیکھ رہے ہو۔ کرنل کا بنگلہ ـــــ بس اسی کے بائیں پچھواڑے میری آرام گاہ ہے۔ کبھی فرصت ہو تو ضرور آنا۔

احمد کی آنکھیں اس بنگلے کی طرف مڑ گئیں۔

وہ بنگلہ کرنل جیے رام کا ہے جی ـــــ پنڈت رام رکھا اسے بتا رہا تھا۔ اتنے بڑے بنگلے میں بے چارہ اکیلا رہتا ہے۔ بڑا اچھا آدمی ہے لیکن نشے میں ہو تو ہم اُسے دیکھتے ہی دروازے بند کر لیتے ہیں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہاں بھئی، ملڑی کا آدمی ہے ـــــ سید امجد علی کہنے لگا ـــــ کون جانے جھٹ سے بھرا ہوا پستول نکال کر دو چار گولیاں تڑاتڑ چھوڑ دے۔

نشے میں اسے ذرا بھی ہوش نہیں رہتا۔ ہم سب کو گالیاں بکتے ہوئے اپنے پڑوس میں اسیال بابا کی قبر کے پاس جا بیٹھتا ہے اور پھر دونوں میں گھنٹوں نا معلوم کیا کیا باتیں چلتی رہتی ہیں۔

ارے پنڈت، احمد میاں کو وہ قصہ بھی سناؤ نا، جب کرنل نے ایک بار نشے میں سیال بابا مرحوم پر گولی چلادی تھی ـــــ بابا مرحوم کو کیا گزند پہنچتی، اس نے مسکرا کر کرنل کو بتایا، جو ہمت والا ایک بار آپ ہی مرجاتا ہے، اسے تمھاری ساری فوج بھی نہیں مار سکتی۔ جاؤ ٹھنڈے پانی سے نہا کر ہوش میں آجاؤ تو میرے پاس لوٹ آنا ـــــ

بھوں ـــ بھاؤں! ـــــ میں روٹیاں کھا کے ابھی آتا ہوں۔ بھاؤں! ـــــ ورنہ کاسہ بائی مارے گی ـــــ گنگا رام دُم ہلاتے ہوئے پلٹ گیا۔

احمد نے کتے سے آنکھیں موڑیں تو بچے اس کا سامان اٹھا کر مکان کے احاطے میں داخل ہو رہے تھے۔

ارے بھئی، تم سب کیوں ـــــ وہ بھی ان کے پیچھے ہولیا، اس کے کمرے کا دروازہ مکان کے پہلو میں خالی میدان کی طرف کھلتا تھا ـــــ وہ سوچ رہا تھا۔ میں نے یہاں اس باہری کمرے کو اس لیے ترجیح دی تھی کہ مالک مکان سے الگ تھلگ آزادانہ رہنے کو ملے گا مگر یہاں تو سارا جہاں میری بود و باش میں شریک ہوگا ـــــ

ار ـ ر ـ ر! بستر گرادیا۔ دیکھو کھل گیا ہے ـــــ بچے بستر کو لپیٹنے لگے ـــــ نہیں، میں آپ ہی باندھے لیتا ہوں ـــــ بستر باندھتے ہوئے اس نے ارادہ کر لیا کہ ان سب کو دروازے سے چلتا کر دوں گا۔ اندر جا کے خواہ مخواہ ہر شئے کو چھیڑیں گے ـــــ نہیں، میں آپ ہی اٹھا کر لے جاؤں گا ـــــ اب تم جاؤ!

کمرے کا تالا کھولتے ہوئے احمد نے دیکھا کہ مکان کے پیچھے نشیب پر کئی جھونپڑے بنے ہوئے ہیں اور جھونپڑوں کے نیچے گندا نالا بہہ رہا ہے جو کئی دھاروں میں بٹ بٹ کر بار بار یکجا ہو جاتا ہے اور یکجا ہو جاتا ہے تو اس کی کثافتیں فراواں ہو ہو کے اپنے آپ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بے وزن ہو جاتی ہیں اور اس کے وجود سے شادماں پرندے اڑنے لگتے ہیں ——
لطیف احمد کو دفعتاً احساس ہوا کہ وہ دراصل شنو کے بارے میں سوچ رہا تھا —— ہی۔
ہی ہی ۔ ! —— وہ ہنسی کی پچکاری سے بچنے کے لیے ذرا سا اچھلا۔

تالا نہیں کھل رہا بابو ؟ —— ایک لڑکا مکان کے باہری دروازے کی طرف جاتے ہوئے
لوٹ آیا —— لاؤ میں کھول دوں۔

نہیں، جاؤ تم —— اپنا ہی گھر ہے تو کھل جائے گا۔

تالا تو کھل گیا لیکن اندر قدم دھر کر احمد کو اندر آجانے کا احساس نہ ہوا۔ گھر تو
وہاں ہوتا ہے جہاں پہنچنے والے کا انتظار ہو رہا ہو —— تو گھر جانے کے لیے میں کہاں جاؤں؟
کون میرا کہاں انتظار کر رہا ہے ؟ جہاں کہیں دو دن یا دو سال کا ٹھکانہ مل گیا وہیں ذرا دم
لینے کو رک گئے —— اُسے محسوس ہونے لگا کہ اُس کا بدن تھکن سے ٹوٹ رہا ہے ——
سو جاؤں ! —— اُس نے جلدی جلدی فولڈنگ بیڈ کو جمایا اور اس پر بستر لگا کر ویسے
ہی جوتوں سمیت لیٹ گیا —— او ۔ و ! دروازہ کھلا رہ گیا ہے ! —— لیکن اُٹھنے
کی بجائے پہلو بدل کر اُس نے آنکھیں موند لیں اور اندھیرے اور اجالے کی صفیں سرعت سے
ایک دوسرے میں دھنس کر بھڑ گئیں اور —— اور —— ٹھک ۔ ٹھا ۔ ٹھک ۔ ٹھا
ریل گاڑی چلنے لگی —— ٹھک ۔ ٹھا ! —— وہ ریل گاڑی کے اندر ہے یا باہر ؟ ——
نہیں، وہ تو یہاں لیٹا ہوا ہے —— ٹھک ۔ ٹھا —— اُس نے آنکھیں کھول کر دیکھنا چاہا لیکن
یوں ہی آنکھیں بند کیے پڑا رہا —— ہاں، وہ ریل گاڑی میں ہی بیٹھا ہوا ہے ——
نہیں، لیٹا ہوا ہے —— ٹھک ۔ ٹھا ۔ گھر جا رہا ہے ۔ اور —— اور اسی محلے میں آ
پہنچا ہے —— ہی ہی ۔ ہی ۔ ہی ! ۔ اتنی دیر سے کیوں آئے ؟ —— وہ گھر آ گیا
ہے —— بولو اتنی دیر سے کیوں لوٹے ؟ —— اس کی باچھیں کھل گئی ہیں —— ہی ہی۔
ہی ہی ہی —— ہی ! —— ار ۔ ر ! پرے ہٹو شنو، بھیگ جاؤں گا ! —— یہ بات ہے ؟
—— تو لو —— ہی ہی ہی ! —— ار ۔ ر ! —— ہی ہی ! —— ار ! —— ہی ہی
نہیں، ہر روز نہایا کرو ۔ ہر روز ! —— گندے نالے کے اوپر نشیب پر ان کا ——
اس کا اور شنو کا کچا سا گھر ہے —— نہیں، میرا ہاتھ تھام کر اسی طرح چپ چاپ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پڑے رہو ورنہ لڑھک کر گندے نالے میں جا گرو گے ـــــ نہیں ـــــ نہ! ـــــ شرم کرو، وہ دیکھو سیال بابا کا بھوت ادھر ہی آرہا ہے۔ دیکھ لے گا تو کیا کہے گا ـــــ السلام علیکم، بابا! کدھر سے آرہے ہو؟ ـــــ وعلیکم السلام بچو! کرنل کے لیے یہ بوٹی اکھاڑ لایا ہوں۔ شراب پی پی کر معدے کے درد کے مارے لفٹ رائٹ، لفٹ رائٹ کر رہا ہے ـــــ لاؤ بابا، تمھارا ہاتھ پکڑ کر اوپر لے جاؤں ـــــ نہیں بیٹی، دم نکل چکا ہے تو کیا، اب اپنے آپ اوپر بھی نہ جا سکوں گا؟ ـــــ ہی ہی ہی! ـــــ ٹھہرو شنو! ـــــ نہیں، آتے جاؤ ـــــ ہی ہی ـــــ وہ شنو کے پیچھے بھاگتے ہوئے یہاں گندے نالے کے کنارے ترکاری سے لدے ہوئے سرسبز کھیت میں نکل آیا ہے ـــ ہائے، کتنے بڑے بڑے گوبھی کے پھول ہیں، لاؤ، چوٹی کے دونوں طرف ایک ایک باندھ لوں ـــــ مجھے بہت اچھا ـــــ بہت ہی اچھا لگ رہا ہے احمد ـــــ جی چاہتا ہے اس کھیت میں سما جاؤں احمد، اور ان سارے گول مول پھولوں کو اپنی گود میں چین سے پڑے ہوئے محسوس کروں! ـــــ شنو! ـــــ شنو! ـــ کہاں غائب ہو گئی ہو شنو؟ ـــــ شن ـــــ! شی ـ ی! ـــ چپ! دیکھتے نہیں میرے پھولوں کی آنکھ لگ گئی ہے؟ ـــ! ـــ کہاں ہو شنو؟ ـــــ کھیت چپکے سے نالے کے بے چین گندے پانی کو چوسے جا رہا ہے اور گوبھی کے پھول خواب ہی خواب میں پرورش پا رہے ہیں اور دھرتی کو پہلو بدلنے کی شدید خواہش ہو رہی ہے مگر وہ جوں کی توں سانس روکے پڑی ہے کہ اس کے نونہال ہڑبڑا نہ جائیں ـــــ شنو! ـــ شی ـ ی! ـــ چپ! ـــ ٹھک ٹھا ـ ٹھک ـ ٹھا ـــ ریل گاڑی پھر نمودار ہوئی ہے اور اس قدر تیز رفتاری سے حرکت میں ہونے کے باوجود اسی ایک مقام پر کھڑی ہے جہاں وہ سویا ہوا ہے۔ ٹھک ـ ٹھا ـ بھوں ـ بھاؤں ـــــ شنو! ـــ کہاں ہو شنو؟ ـــــ شی ـ ی! ـــ چپ! بھوں ـ بھاؤں ـــ بھاؤں! ـــــ احمد کے ٹخنے پر کٹکٹانا سا ہوا اور وہ سوتے سوتے ایکدم ہڑبڑاتے ہوئے ٹانگیں کھینچ کر بیٹھ گیا۔

بھاؤں ـــ بھاؤں ـــ بھوں! ـــــ گنگا رام اس کے بستر پر بیٹھا تھا ـــــ بھاؤں! ـــــ

احمد نے بدحواسی میں کھڑے ہو کر پاس ہی کونے میں رکھی ہوئی مچھر دانی کی لوہے کی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سلاخ اپنے دونوں ہاتھوں میں لے لی اور اسے زور سے گنگا رام پر دے مارا۔

ک۔ ٹک! ۔ گنگا رام کی ٹانگ کی ہڈی نے کھال کے اندر ٹوٹ کر فریاد کی اور گنگا رام نے چیختے ہوئے اپنے آپ کو بیڈ سے گرایا اور بے اختیار آہ و بکا کرتے ہوئے گھسٹ گھسٹ کر دروازے سے باہر نکل گیا۔

احمد نے ہانپتے ہوئے دروازے کی چٹخنی اندر سے چڑھالی اور پلٹ کر اپنے بستر پر آ بیٹھا اور اپنے آپ کو سمجھانے لگا کہ جو بھی ہے، آخر کتا ہے ـــــ وہ تو خیر ہوئی کہ میری آنکھ کھل گئی ورنہ کیا پتہ کیا سوچ کر اپنے دانت میرے وجود میں گاڑ دیتا ـــــ ہمارا چپڑاسی پیٹ میں یہ بڑی بڑی چودہ سوئیاں کھبوا کر بھی چلتا بنا تھا ـــــ چلو بچاؤ ہو گیا ـــــ اُس نے اپنی کلائی کی گھڑی سے ٹائم دیکھا ـــــ ساڑھے تین ـــــ ابھی تھوڑا اور سو لیا جائے۔ اور وہ پہلے کے مانند ویسے ہی جوتوں سمیت پھر لیٹ گیا اور لیٹے لیٹے جیب سے سگریٹ نکال کر سلگایا اور ایک لمبا راحت آگیں کش لیتے ہوئے اس کی آنکھیں مندنے لگیں ـــــ اور پونے دو گھنٹے کے بعد وہ جاگا تو اس کی پھٹی پھٹی آنکھوں نے دیکھا کہ سگریٹ سے بستر کی اوپری چادر اس کے پہلو میں جل جل کر اس کے جسم کے قریب آ کے بجھ گئی ہے اور چادر کے نیچے میٹرس پر بھی سیاہی سی آ گئی ہے اور بجھا ہوا سگریٹ دفاع میں اس سے مخاطب ہے کہ اس میں میرا کیا قصور؟ تم نے آپ ہی تو مجھے جلا کر اپنی آنکھیں موندلیں۔ شکر کرو تم خود بھسم ہونے سے بچ گئے ہو ـــــ احمد کی سمجھ میں کچھ بھی نہیں آ رہا تھا سو اُس نے عادتاً خدا کا شکر ادا کیا کہ بچاؤ ہو گیا ـــــ میرا بھی جل جل کر بھسم ہو نا ہو جاتا تو کتنی اذیت ناک موت ہوتی۔ اُسے ہندوؤں کا لاش کو جلانا بڑا عجیب لگتا تھا کہ مرحوم کا جو کچھ بھی رہ جاتا ہوگا اس کا جلنا محسوس کر کر کے اپنی تمام تر نیکیوں کے باوجود سب سے پہلے اسے جہنم کا ہی سامنا ہوتا ہوگا ـــــ

احمد نے سوچا کہ تھوڑی دیر کھلی ہوا میں گھوم آؤں، ذرا طبیعت سنبھل جائے گی۔

باہر آ کے اپنے سامنے قبرستان کی طرف نگاہ دوڑا کر اُسے نا معلوم کیونکر محسوس ہوا۔ کہ قبروں میں ایک بھی مُردہ زندہ نہیں۔ اُسے حیرت سی ہوئی اور اس نے جی ہی جی میں ان کے حق میں دعائیہ کلمہ پڑھا اور تیز تیز چل کے مکان کے احاطے سے نکل آیا۔ گلی میں وارد ہو کر وہ پھر متعجب

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہو کے ذرا سا ٹھہر گیا کہ وہ سورنی اتنی دور سے اسے دیکھتے ہی اپنے بچوں کو ہانکتی ہوئی اور پرے کیوں بھاگ گئی ہے۔ اس کی آنکھیں بہت دور تک ان کا تعاقب کرتی ہیں۔ سورنی کا بھدا پن اسے بھلا لگ رہا تھا ـــــ اس کے خرگوش جیسے ننھے منے کومل بچے ان خار دار جھاڑیوں میں پھنس پھنس کر بھاگتے ہوئے لہولہان ہو رہے ہونگے ـــــ یہ کیوں مجھ سے خوفزدہ ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے ہیں ـــــ اپنے کندھوں کو اچک کر دو قدم چل کے وہ امجد علی کے مکان کے سامنے مسکراتے ہوئے رک گیا اور گدگداتی خواہش سے مغلوب ہو کر لٹکتے ہوئے ٹاٹ کے پردے کے پیچھے ہاتھ ڈال کر دروازہ تھپکنے لگا۔

کون ؟

(وہی! ـــــ جاؤ، نہیں جاتی) میں ہوں، لطیف احمد۔

ابا گھر میں نہیں۔

کب آئیں گے ؟ ـــــ اس نے سوچا، شوق نے سلیمہ سے پہچانا نہ ہو ـــــ

میں لطیف احمد ہوں، آپ کے سامنے والے مکان کا نیا کرایہ دار۔

بول دیا نا، گھر میں نہیں۔

ٹاٹ کے پیچھے دروازہ کھٹاک سے بند کر دیا گیا۔

امجد علی کے مکان کی باؤنڈری سے باہر نکل کر وہ نرم اور خفگی سے گلی میں تیز تیز چل رہا تھا کہ ایک مرغی اس کے پیروں سے پھپھاک سے اڑی اور اوجھل ہو گئی۔

بڑے جری ہو بابو ـــــ سامنے سے پنڈت رام رکھا اپنے دونوں بیلوں کے آگے آگے آ رہا تھا ـــــ ذرا ہوشیاری سے کام لے کے روند دیتے نا! بے چاری کو بچنے کا موقع کیوں دیا ؟

میں حیرت سے اس کی طرف تکنے لگا ـــــ نہیں، اس کے بیلوں کی طرف، جو اپنی زہر بھری نظروں سے آگے نکل کر مجھ پر اچھل پڑنا چاہ رہے تھے۔

نہیں، بیٹو، سرکار نے تمہیں پھانسی کا حکم دے دیا تو میں کیا کروں گا ؟ ـــــ آؤ بابو سے کرنل سنبھل لے گا۔

ٹھہریئے پنڈت جی، آخر میں نے کیا کیا ہے ؟

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پوچھتے ہو، کیا کیا ہے؟ ـــــ وہ بے چارہ محلے بھر میں دہائی دے رہا ہے کہ میں شنو کی بات چھیڑنے کے لیے بابو کے پاس گیا مگر بابو نے میری ٹانگ توڑ کے رکھ دی!

بھاؤں ـــــ بھاؤں ـــــ بھوں!

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

رامائن

آئیے، چلتے آئیے، رام لیلا میدان اب آیا ہی چاہتا ہے ——— ہاں، اس سال واقعی بھیڑ کا حساب نہیں۔ دیکھیے کتنا بڑا ہجوم امنڈا چلا آرہا ہے! بوڑھے، بچے، جوان، ——— پگھلے پگھلے انسانی گوشت کا ایک سیلاب ہے جو رام لیلا میدان کی طرف بہتا چلا آرہا ہے ——— بول شری رامچندر کی جے! ——— بھگوان رام، سیتے اور لکھن نے شردھا کے اس ساگر میں اپنی نیا ڈال رکھی ہے اور ساگر ٹھاٹھیں مار رہا ہے پر اسے بھگوان رام کا چمتکار کہیے کہ نیا پالکی سی بنی ہوئی ہے، کیا مجال ذرا بھی ڈول جائے ——— ہاں، جس ساگر میں بھگوان رام کشات براجمان ہوں وہاں مچھی کو ڈوب جانے کا کیا ڈر ہے؟ اس جل میں غوطے کھا کھا کر تو ہر ایک کے پاپ دھل جائیں گے، ہر ایک شدھ نکل آئے گا ——— آئیے، بہتے آئیے ——— آج سوریہ است ہو رہا ہوگا تو راون کی موت واقع ہو جائے گی۔ ہم اپنی آنکھوں سے جھوٹ اور کپٹ کے وجود کو دم توڑتے ہوئے دیکھ لیں گے تو ہمیں یقین آجائے گا کہ سچائی ہزاروں لاکھوں برس سے جوں کی توں بلوان اور سندر ہے، بوڑھی اور بوسیدہ ہو ہو کے صرف ہماری برائیاں مرتی ہیں، ہماری سچائیاں تو امر ہیں، بھگوان رام امر ہیں ——— گھبرائیے نہیں، چند ہی گز کا فاصلہ باقی رہ گیا ہے۔ آتے جائیے۔ پتھر بن کے آپ نے ٹھہر بھی جانا چاہا تو نیکی کے اس طوفان میں لڑھکتے چلے آئے بغیر چارہ نہیں، بس یوں ہی دھیرے دھیرے بہتے آئیے۔ ہاں، اپنے، سارے کے سارے آپ کو کھول کر بہاؤ پر چھوڑ دیجیے۔ اور بھول جائیے کہ آپ کون اور کیا ہیں۔ اتنے بڑے ہجوم میں کسی کی اپنی کوئی پہچان نہیں۔ کوئی بڑا یا چھوٹا نام نہیں۔ رام نام کی دھن میں سبھی گمنام ہو گئے ہیں۔ ایک پہ دوسرے کا گمان ہو رہا ہے۔ سارا ہجوم ایک ہے، آپ بھی سارا ہجوم بن جائیے، ہجوم بن کر آتے جائیے، ——— بول شری رام چندر کی جے! ——— ذرا سر موڑ کر اپنے پیچھے دیکھیے، ہجوم کہیں ختم ہونے میں نہیں آرہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی موٹی موٹی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اچھائیوں کی طرح کہیں ازل سے چلا آرہا ہے ـــــــ جان جائے پہ وچن نہ جائے ـــــ

ـــــ نہیں جائے گا! ـــــ تمہارے باپ کا، بھائی کا، دوست کا وچن بھی نہ جائے۔

ـــــ نہیں جائے گا، رگھو کل ریت سدا چلتی رہے گی، راکششوں کا سدا ناش ہوتا رہے

گا! ـــــ لیجیے ہم آپہنچے ہیں! دیکھیے اتنا بڑا میدان ہے پر پہلے سے ہی بھرا ہوا ہے، شاید

یہ لوگ والمیک سے بھی پہلے آکے بیٹھے ہوئے ہیں اور رام لیلا دیکھنے میں اتنے مگن ہیں کہ صدیاں

گزر چکنے پہ بھی انھیں مرنے کا خیال نہیں گزرا یا مر بھی چکے ہیں تو اپنی موت سے انجان ہیں۔ آئیے، ہم

بھی پہلے آرام سے اپنی کوئی جگہ بنالیں۔ گھبرائیے نہیں، اس میدان کی خوبی ہے کہ کتنا بھی بھرا ہوا ہو جو

جب بھی آئے گا اسے کہیں نہ کہیں کوئی جگہ مل ہی جائے گی، بیٹھنے کی نہ سہی کھڑا رہنے کی ہی سہی۔ کھڑے

کھڑے بھی آخر یوں ہی لگنے لگتا ہے کہ ہم آرام سے بیٹھے ہوئے ہیں اور جو کچھ اپنے سامنے ہوتا ہوا

دیکھ رہے ہیں وہ ہم ہی کر رہے ہیں اور ہم ہی اپنے کیے کو دیکھ رہے ہیں ـــــ آئیے، بہت

جگہ ہے۔ ہم تو آہی گئے ہیں۔ ہمارے پیچھے ابھی اور بے حساب لوگوں کو آنا ہے، آتے چلے جانا ہے

رام لیلا میدان میں سبھی کو جگہ مل جاتی ہے ـــــ یہاں کوئی جگہ نہیں؟ ـــــ کوئی

ہرج نہیں، یہاں نہیں تو آئیے وہاں چلتے ہیں ـــــ چلنے کی بھی جگہ نہیں؟ ـــــ

نہیں آپ کی دقت یہ ہے کہ آپ اپنے آپ کو خود آپ سمجھ کر چلنا چاہتے ہیں، میں آپ سے پہلے

بھی کہہ چکا ہوں کہ اپنا آپ بھول کر سارا ہجوم بن جائیے، پھر جہاں سارا ہجوم، وہیں آپ۔ ہجوم کی

جگہ سارے ہجوم کے لیے ہوتی ہے۔ ایک ایک کے لیے نہیں ـــــ آئیے، یہاں کھڑے ہو جائیے۔

ـــــ وہ دیکھیے ـــــ سیتا! ـــــ ہاں، وہی ہے! راون کی قید میں جی

ہی جی میں شری رام چندر کی طرف اڑی جا رہی ہے۔ اتنی اونچی اڑان ہے کہ لنکا پتی کے ہاتھ

اسے چھو نہیں پا رہے ہیں ـــــ بول شری رام چندر کی ـــــ جے! ـــــ جے!

ـــــ جے! ـــــ ہاں، اس عورت نے اوروں کے بعد ذرا سا ہڑبڑا کر جے! کہا ہے

ـــــ ارے، یہ عورت تو ـــــ میں اسے اچھی طرح ـــــ نہیں، اچھی طرح نہیں، کوئی

اچھا طریقہ اپناتا تو اسے جاننے کا موقع ہی نہ ملتا۔ ذرا قریب آجائیے۔ وہ سن نہ لے۔

میں اس کے یہاں دو بار جا چکا ہوں۔ شاید آپ بھی جا چکے ہوں ـــــ نہیں؟ ـــــ پہلی بار

گیا تو اس کے شوہر کو دیکھ کر گھبرا گیا۔ لیکن وہ مسکرا کر مجھے اپنے ڈرائنگ روم ـــــ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

یا آپ اسے آفس کہہ لیجیے ـــــ ـــــ میں لے گیا اور رجسٹر کھول کر بڑی تاجرانہ مستعدی سے کہنے لگا، آپ کو سارا دن بک کرنا ہے تو اگلے سینچر کو صبح ساڑھے دس بجے آجائیے۔ سوا دس بجے میں اپنے کام پر چلا جاتا ہوں اور چھ بجے شام کو لوٹتا ہوں۔ آپ پونے چھ بجے تک ہمارے مہمان ہوں گے ـــــ ٹرمز، اڈوانس بکنگ پچاس روپے، رسید نہیں ملے گی۔ کہیں باہر واہر جانا ہو تو سارا خرچ آپ کے ذمے!ـــــ بول شری رام چندر کی جئے! ہنومان نے لنکا میں آگ لگا دی ہے اور راکششوں میں بھاگڑ مچ گئی ہے اور بچہ لوگ خوشی سے تالیاں پیٹ رہے ہیں ـــــ آپ کیا سوچ رہے ہیں؟ ـــــ ہہ ہا ـــــ ہہ ہہ ہا ـــــ سمجھا! آپ کو ڈھائی ماہ کی جان توڑ کوشش پر بھی کوئی ڈھب کا سنگل بیڈ روم فلیٹ نہیں مل رہا ہے اور یہاں ناحق سونے کی ساری لنکا کو پھونکا جا رہا ہے ـــــ نہیں، بھیّا ناحق کیسے؟ استری کی آبرو کا سوال ہے ـــــ کیا کہا؟ ہمارے یگ کی بات دوسری ہے؟ ـــــ نہیں، سچائیاں کبھی بوڑھی نہیں ہوتیں۔ سوال آج بھی استری کی آبرو ہی کا ہے۔ آپ آنکھیں کھول کر ـــــ نہیں، بند آنکھوں سے بھی دیکھ سکتے ہیں۔ بلکہ بند آنکھوں سے ہی دیکھ کر بتائیے کہ کیا ہمارے شہر میں گھر گھر آگ نہیں لگی ہوئی ہے۔ ـــــ چلیے، مان لیا کہ پراچین کال کے لوگ بڑے نیک نیت تھے لیکن ہم بھی تو بڑی نیک نیتی سے بڑے ہیں۔ میں آپ کو ایک دلچسپ بات سناتا ہوں۔ چند ماہ ہوئے میرے ایک دوست نے شادی کا فیصلہ کیا لیکن پرابلم یہ تھا کہ سیتا کی طرح کوئی پوتر کنیا ہو ـــــ نہیں، بھائی صاحب، مجھے آپ سے اتفاق نہیں کہ سیتا جیسی کنیا سوئمبر میں شو دھنش توڑ کر ہی جیتی جا سکتی ہے۔ سوچ کر بتائیے آج کل ڈھائی تین ہزار ماہوار تنخواہ پانا کیا شو دھنش توڑنے سے کم ہے؟ ـــــ خیر، پہلے میری وہ بات سن لیجیے! آخر میرے دوست کو ایک نہایت معصوم نیک صورت لڑکی مل گئی اور میرے دوست نے بڑی بے صبری سے اسے بتایا، مجھے تمہاری ہی تلاش تھی، ایک بھولی، ان چھوئی پوتر کنیا جو ـــــ مگر وہ لڑکی ٹھٹھا ہنسنے لگی، مجھے بے وقوف سمجھتے ہو، یا خود آپ بے وقوف ہو؟ ـــــ بھولی، ان چھوئی ـــــ ہہ ہہ ہا ـــــ ہنستے ہنستے وہ اچانک خفا ہونے لگی ـــــ کیا میں واقعی اتنی غیر دلچسپ ہوں کہ پورے چھبیس سال کی عمر تک کسی کو مجھے چھونے کی موقع بھی ہی نہ ہو؟ ہاؤ ڈس گریس فل! ـــــ ادھر آؤ تمہیں اپنا ایک چھوٹا سا پرسنل سیکرٹ بتاتی ہوں ـــــ ارے، اور قریب آؤ، ڈرو نہیں، بڑے میٹھے ہو پر اطمینان رکھو، کھا کھا کے میرا پیٹ بہت بڑھا ہوا ہے ـــــ ان چھوئی اور پوتر! ـــــ ہہ ہہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

——— سچ جاننا چاہتے ہو تو میرے بیوٹیشن نے آج پورے پچاس روپے وصول کر کے اپنے میک اپ کے جادو سے مجھے اُن چھوئی اور کنواری بنا دیا ہے۔ بڑا مہنگا ہے پر اس کے کام کا جواب نہیں۔ اگر میں نے تمہاری شادی کا پروپوزل منظور کر لیا تو بتاؤ، کیا ہر مہینے صرف میرے میک اپ کا ہزار بارہ سو کا خرچ برداشت کر سکو گے؟ مجھے اپنا چہرہ بدلتے رہنے کا بڑا شوق ہے۔ ہر روز تمہیں نئی نویلی معلوم ہوں گی۔ بولو۔ منظور ہے؟ ——— بول شری رام چندر کی جے!

——— وہ دیکھیے شری رام چندر آ گئے ہیں۔ دھنیہ ہو مہاراج! جے ہو ایودھیا پتی! ——— جے! ——— جے! ——— جے! ——— دیکھیے جے جے کہتے ہوئے سبھی نے ہاتھ باندھ لیے ہیں۔ آپ بھی اپنے ہاتھ باندھ لیجیے۔ ہاں، لیجیے میں بھی باندھے لیتا ہوں، ماتا کوشلیا کے جائے، تیری جے ہو! ——— ارے، یہ تو ——— یہ تو ——— یہیں ٹھہریے۔ پہلے میں عینک لگا کے اپنا اطمینان کر لوں ——— ارے ہاں، یہ جو رام چندر بنا ہوا ہے نا؟ یہ اپنے محلے کا ہی آدمی ہے۔ وہ تو میں نے اُسے اپنی عادت کے مطابق ناک کی کھوڑی پہ انگلی پھیرتے ہوئے دیکھ کر پہچان لیا کہ اپنے محلے کا رام بابو ہے، ورنہ اتنے اچھے میک اپ میں ہے کہ ساکشات رگھوپتی رام ہی معلوم ہوتا ہے ——— رام بابو کا اصلی نام جگن ناتھ ہے لیکن لوگ اُسے رام بابو ہی کہتے ہیں۔ ہر سال رام لیلا میں رام کا پارٹ رام بابو ہی کو دیا جاتا ہے۔ اتنا عمدہ ایکٹر ہے کہ جو لوگ اُسے شخصی طور پر نہیں جانتے وہ اُسے بھگوان رام ہی سمجھتے ہیں لیکن ہے یہ کہ بھگوان رام ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے آفس میں روٹین گریڈ کلرک ہے اور ہر صبح ڈیوٹی پر جاتے ہوئے اپنی ماں کے سامنے اس طرح ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو جاتا ہے جیسے چودہ سال کے بن باس پر جا رہا ہو۔ آگیا دیکھیے ماتا جی! ——— اور اس کی ماں اپنے جواب میں کوشلیا کی ممتا کی اداس کھنک محسوس کر کے جلے میں پھولی نہیں سماتی ہے، جاؤ پتر، بھگوان تمہاری رکشا کرے! ——— اور رام کو بھگوان کی رکشا کی ضرورت بھی ہے، کیونکہ ہر روز پچیس بار ٹوٹ لیتے ہوئے وہ ایک بار بھی رنگے ہاتھوں پکڑا جائے تو اُس کا اپنی ساری بان ودیا کا بھرم دھرا رہ جائے ——— وہ ——— وہ دیکھیے، وہ جا رہا ہے، تیر کو چلّے پر چڑھائے، کھڑے کھڑے ہوا میں اُڑتے ہوئے، شانت، رن بھومی آتا آنے کے باوجود شانت ——— ہو بہو راجہ رام معلوم ہوتا ہے ——— آپ کے ایکٹنگ کا جواب نہیں رام بابو ———

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

——— جب کبھی ہماری ملاقات ہو میں اسے بتاتا ہوں، اور وہ مجھے جواب دیتا ہے، ہاں، میرا بس چلے بھراتا جی، تو جینا دینا چھوڑ کر صرف ایکٹنگ کروں! ——— لیکن رام بابو کی بیوی کے قول کے مطابق اُسے جینا دینا بالکل نہیں آتا ہے ——— کیا بتاؤں بہن، دفتر میں لوگ سو کام نکلوا کے چلتے بنتے ہیں پر یہ آدمی کسی سے مانگ کے ایک پائی بھی وصول نہیں کرتا ہے! جو دے اس کا بھگوان بھلا کرے اور جو نہ دے اس سے بھگوان خود آپ سمجھے! ——— یہی نہیں بہن اور سنو اور بتاؤ، کوئی اتنا بھولا بھی ہوتا ہے کہ اسے الگ سے اپنا گھر بار پکا کرنے کی کوئی فکر ہی نہ ہو۔ شام کو جو مال جیبوں میں ٹھونس کر لاتا ہے اپنی ماں کی جھولی میں الٹ دیتا ہے۔ میرے تو بھاگ پھوٹ گئے اس راجہ رام سے پلو بندھوا کے! کوئی سیدھا سادا راکشش ہوتا تو ذرا چین سے جینا ہوتا ——— نہیں، اُدھر نہیں، ادھر سے دیکھیے ——— شری رام چندر اب کمبھ کرن کے پتلے کے پاس ——— وہ ——— وہاں جا پہنچے ہیں۔ یہ تینوں پتلے ہمارے شہر کے مُرلی دھر پتلے والے نے بنائے ہیں۔ اتنے اچھے پتلے بناتا ہے کہ جی چاہتا ہے، میرا پُتلا بھی بنائے، آپ اُس پتلے کو بھی بے شک اس میدان میں اکٹھا ہو کر جلا دیں، پر ایک بار وہ میرا پتلا بنائے ضرور! آدمی کی ساری جان نکال کے پُتلے میں ڈال دیتا ہے ——— راون کے پتلے کو ایک نظر دیکھیے ——— نہیں، اور دیکھیے، دیکھتے جائیے۔ آپ کو محسوس ہونے لگے گا کہ راون زندہ ہے، اور مرا تو صرف اس لیے مرا کہ دس سروں کا اتنا اونچا پتلا بن کے کھڑا ہو گیا، لو دیکھو میں کتنا بڑا ہوں۔ کوئی عام پنڈت اپنے ایک ہی سر کے بوجھ سے اپنے گھٹنوں کی طرف گرا پڑتا ہے اور راون بیچارے کے تو دس سر تھے۔ غور سے دیکھیے دس سروں کا ابھیمان کیونکر راون کو اپنے چہرے میں ایک ہی سمے کمال اور زوال کی طرف لے جاتے ہوئے دکھائی دیتا ہے ——— ٹھہریے، پہلے میری بات سُن لیجیے پھر اپنی سنائیے ——— آپ کو راون کے دس کا سر نظر آرہے ہیں۔ لیکن سچ یہ ہے کہ اُس کے بے شمار سر تھے، آپ ایک ایک کو اُتارتے چلے جائیے، نئے جڑتے چلے جائیں گے ——— آپ کو یقین نہیں آرہا؟ ——— ارے بھائی صاحب، کسی کے ایک یا دس سر ہونا تعجب کی بات نہیں تو بے شمار سروں پہ تعجب کیوں؟ ——— اچھا آپ کی سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ نئے سر جڑتے کیوں کر ہیں؟ ——— یہی تو ہوتا ہے بھائی۔ پرانے سر کٹنے کے بعد بھی مرنا نہ ہو تو نئے سروں سے ہی جینا ہوتا ہے۔ جو سوچیں وجود سے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کٹ کر مٹی ہو جائیں اُن کا رونا ہی کیا؟ ——— بول شری رام چندر کی جے! ———
دیکھیے، رام بان سے کنبھ کرن کا پتلا جل اٹھا ہے۔ چلیے بھگوان کے ہاتھوں مرتیو پراپت کر کے
مورکھ کا کلیان ہو گیا۔ جب برائیاں سدھار کی امید کو روند کر بہت آگے نکل جاتی ہیں تو ایک موت ہی سے
ہمارے علاج کی صورت پیدا ہوتی ہے۔ بھگوان کو تو ہر ایک کا کلیان کرنا ہی ہوتا ہے، بروں کا بھی،
اچھوں کا بھی۔ اب ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے کنبھ کرن کی ساری برائی جل کر راکھ ہو جائے گی۔ مورکھ کئی
کئی ماہ لگاتار سویا رہتا تھا۔ اب بھی یہی لگ رہا ہے کہ کھڑے کھڑے سو رہا ہے اور خواب میں جل رہا ہے۔
جل رہا ہے مگر اُسے پتہ ہی نہیں کہ جل رہا ہے۔ اتنی گہری نیند سویا پڑا رہتا کہ اسے اپنے آس پاس
کی، اپنی کچھ خبر ہی نہ رہتی، مانو گوشت پوست کا آدمی نہ ہو، ایسا ہی کاغذ کا بے جان پتلا ہو ———
چلو، اچھا ہوا، ہوش میں آنے سے پہلے ہی خاک ہو جائے گا تو جلنے کی اذیت ناک احساس سے بچا رہے گا
——— زرا اندازہ کیجیے، ہمارے بیہوشی کے انجکشن نہ ہوں تو ہمارا جینا مرنا ترک ہو جائے۔
میرے ایک چچا ہوا کرتے تھے۔ اچھے آدمی نہ تھے اس لیے بہت بری موت مرے۔ ڈاکٹر انھیں بار بار
بیہوشی کے انجکشن دیے جا رہے ہیں لیکن ان کی آنکھیں مُندنے میں نہیں آ رہی ہیں ——— ارے بابا،
اس وقت تو اپنے آپ کو ارپن کر دو۔ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کے سو جاؤ، پر نہیں، انھیں تو مرتے دم تک
اپنی آنکھیں کھلی رکھنی ہیں، کوئی گھر نہ لوٹ کے لے جائے، کوئی زہر نہ دے دے ——— ارے پی جاؤ
زہر، زہر پینے سے ہی بھلا ہوتا ہے تو پی جاؤ، لیٹ جاؤ، سو جاؤ ——— پر نہیں صاحب، ہم
تو کھلی آنکھوں سے ہی مریں گے ——— بول شری رام چندر کی جے! ——— لیجیے میگھ ناد کا بھی
ناش ہو گیا۔ اب راون کی باری ہے۔ سب سے بڑی برائی اپنے آپ کو بچائے رکھنے کے لیے پہلے
اپنی چھوٹی چھوٹی برائیاں مقابلے کے لیے آگے کر دیتی ہے اور چونکہ وہ اُسے بڑی محبوب ہوتی ہیں
اس لیے ان کے مرنے پر حواس کھو کر ان کے پیچھے پیچھے موت کی راہ پر ہو لیتی ہے ——— دیکھیے شری
رام چندر کے بان پر لے کے مانند راون کی طرف کوند رہے ہیں اور ان سے راون کے سر اُڑتے جا رہے
ہیں مگر ان کے اڑتے ہی نئے سر نکلتے آ رہے ہیں ——— اور بھگوان رام اپنی تدبیر کی شکست پر
گھبرانے کی بجائے مسکرا رہے ہیں، شاید سوچ رہے ہیں کہ بدی کا ناش اس کے سر کاٹنے سے نہ ہوگا
کتنے سر کاٹو گے؟ بدی کی سوچیں تو اٹوٹ ہوتی ہیں ——— بھگوان نے اپنے تیر کا نشانہ راون
کے دل پر باندھ لیا ہے ——— نہیں، یہاں تو میری سیتا بستی ہے، یہاں نہیں، نہیں تو

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میرا بان اُسے بھی چھید دے گا ـــــ نہیں! ـــــ رام نے نشانہ پھر اوپر اٹھا لیا ہے۔
ـــــ سی۔ ی۔ ی! ـــــ اُن کا بان راون کے ایک اور سر کو اڑا لے گیا ہے اور پہلے
کی طرح وہاں ایک اور سر نکل آیا ہے ـــــ وہ دیکھیے ـــــ وہاں! ـــــ بھگوان
کی لاچاری محسوس کر کے بھبھیشن، راون کا بھائی، اُن کی طرف آرہا ہے ـــــ وہ آپہنچا
ہے اور انھیں کان میں بتا رہا ہے کہ راون کی جان اس کی ناف میں ہے ـــــ ہاں! ـــــ
ارے ہاں! ـــــ بھگوان نے اثبات میں سر ہلایا ہے ـــــ بدی کا سر تو ہمیشہ اس کی حفاظت
کرتا ہے، بدی کی جان تو اس کے پیٹ میں ہوتی ہے۔ بدی کا ناش کرنا ہو تو سب سے پہلے
اس کے پیٹ کے چھید و ـــــ چھید تے جاؤ ـــــ بدی کی ایک سوچ کے خون سے ہزار اور سوچیں
پیدا ہوتی ہیں، بدی کی بھوک اور ہوس پر وار کرو، اُس کی سوچیں اپنے آپ ناکارہ ہو جائیں گی ـــ
ـــــ دھنیہ واد بھبھیشن! ـــــ دھنیہ واد! ـــــ تم نہ بتاتے تو شاید یہ سیدھی سی بات
بھگوان کی سمجھ میں نہ آتی ـــــ لیکن سنیے۔ لنکا پتی راون کی تو اس لیے مکتی ہو گئی کہ بھبھیشن
اس کا بھیدی تھا مگر ہمارا بھیدی تو کوئی نہیں، ہمیں تو کسی پر بھی، کسی بھی دوست، بھائی،
باپ، بیٹے پر بھروسہ نہیں، ہماری مکتی کیوں کر ہو گی؟ بھگوان پر ہماری مکتی کے بھید کیسے کھلیں
گے؟ ـــــ بول شری رامچندر کی جئے! ـــــ بھگوان کا تیر عین راون کی ناف پر لگا ہے
ـــــ جئے! ـــــ اور راکشش کے گرانڈیل وجود میں پٹاخے چھوٹنے لگے ہیں ـــــ جئے!
ـــــ اور آگ کا اتنا بڑا منہ کھل کھل کر اُسے ہڑپ کرنے لگا ہے، کر رہا ہے ـــــ جئے!
جئے! ـــــ راون بھسم ہو رہا ہے اور بھسم ہو ہو کر اس کا پہاڑ کا پہاڑ بدن دسوں سروں سمیت
اوندھے منہ گرنے کو آرہا ہے! ـــــ چلو یہ بے چارہ تو ختم ہوا ـــــ لیکن نہیں، ٹھہریے
ـــــ وہ کون ہے؟ ـــــ وہ ـــــ وہاں ہماری مخالف سمت میں جلتے ہوئے
پتلے کے پیچھے دوسرے سرے پر ـــــ؟ نہیں، نہیں، وہ لوگوں کا ہجوم نہیں ـــــ
دھیان سے دیکھیے ـــــ اسی کا وجود میدان کی ساری لمبائی میں پھیلا ہوا ہے اور اس ایک
ہی دھڑ پر سینکڑوں سر ہل ہل کر اس کی زندگی کا اعلان کر رہے ہیں!

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جاگیردار

وہ بارہ تیرہ سال کی بڑی معصوم شکل چھوکری تھی۔ دروازہ کھلتے ہی پہلے تو مجھے دیکھ کر اس نے اپنا دایاں ہاتھ جھٹ سے پیچھے کر لیا اور پھر جھجکتے ہوئے اسی ہاتھ کو آگے بڑھا کر بولی۔ یہ چٹھی! ——

میں اس کے ہاتھ سے کاغذ کا پرزہ لے کر پڑھنے لگا۔

جناب عالی۔ میں آپ کے محلے میں ہی رہتا ہوں۔ کبھی بہت اچھے دن دیکھے تھے۔ آج بہت نازک صورت حال سے دوچار ہوں۔ اپنی بیٹی کو بھیج رہا ہوں، ممکن ہو تو کم سے کم پانچ روپے بھیج دیجیے تاکہ گھر میں ہانڈی پک سکے۔ آپ کے پیسے جلد ہی لوٹا دوں گا۔ شریف آدمی ہوں مگر ——

میں نے آخری دو سطریں پڑھے بغیر چٹھی لکھنے والے کا نام دیکھنے کے لیے نظر نیچے سرکائی —— جاگیردار —— اور جیب سے پانچ کا نوٹ نکال کر لڑکی کے ہاتھ میں تھما دیا۔

مجھے یہاں رہائش اختیار کیے پورا ایک ماہ بھی نہ ہوا تھا اور اتنے بڑے محلے کے سبھی لوگوں سے تو کیا، اپنے فوری پڑوسیوں سے بھی ابھی تک ناواقف تھا —— ہوگا کوئی غریب بے چارہ —— میں دروازہ بند کر کے واپس اندر آ گیا۔

اس واقعے کو کوئی ڈیڑھ دو ماہ ہو لیے۔ میں ایک دن نہا کے میٹنی شو کے لیے جانے کے لیے تیاری کر رہا تھا کہ کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔

دروازے پر وہی لڑکی کھڑی تھی۔

مجھے خیال آ گیا کہ شاید پیسے لوٹانے آئی ہے۔

یہ چٹھی! ——

اس کے باپ نے اسی عبارت میں پھر پانچ روپے مانگ بھیجے تھے۔ میں نے جلدی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سے جیب سے دو روپے نکالے اور لڑکی سے کہا۔ یہی لے جاؤ۔

لڑکی چلی گئی تو مجھے شرمندگی سی ہوئی ——— کوئی ایسی مجبوری ہی ہو تو سفید پوش اس طرح ہاتھ پھیلاتے ہیں۔ مجھے پانچ ہی بھیج دینا چاہیے تھا۔

اس کے بعد وہ لڑکی مجھے تین چار ماہ تک نظر نہ آئی اور پھر ایک دن دروازے پر دستک ہوئی۔

وہی لڑکی کھڑی تھی۔

یہ چٹھی! ———

جاگیر دار نے عین اسی عبارت میں اب کے دس روپوں کا مطالبہ کیا تھا۔ میں نے مسکرا کر لڑکی کے ہاتھ میں اس دفعہ بھی دو کا نوٹ تھما دیا اور یونہی سوچنے لگا کہ بھلا آدمی اسی طرح مانگ تانگ کر وقت کاٹنے کا عادی معلوم ہوتا ہے ——— چلو میں نے دو ہی تو دیے ہیں ——— سر جھٹک کر میں اپنے کام میں مشغول ہو گیا۔

گذشتہ سات آٹھ ماہ کے بیشتر ایام میں نے کاروبار کے سلسلہ میں گھر سے باہر بتائے۔ اس دوران وہ لڑکی کبھی آئی ہو تو مجھے معلوم نہیں۔ آج صبح کے وقت میں دودھ والے کا انتظار کر رہا تھا۔ تھوڑی دیر میں گھنٹی کی آواز سن کر میں برتن لے کر باہر آگیا کہ دودھ ڈلوا لوں۔ دروازے پر دودھ والے کی بجائے ایک ادھیڑ عمر شریف پوش شخص کھڑا تھا۔

میرا نام جاگیر دار ہے۔

آیئے۔

نہیں مختصر سی بات کرنا ہے۔ یہیں کیے دیتا ہوں۔

کہیے۔

اس بار لڑکی کو چٹھی دے کر نہیں بھیجا، آپ ہی حاضر ہو گیا ہوں ——— مجھے آپ سے یہ درخواست کرنا ہے کہ ———

میں نے اسے دو روپیہ دینے کے لیے جیب میں ہاتھ ڈالا۔

نہیں، ٹھہریے۔ پہلے میری گزارش سن لیجیے ——— میں اپنی چٹھیوں میں جو رقم لکھوں، مہربانی کر کے آپ وہی بھیجا کریں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میں اُس کی طرف حیرت اور غصّے سے دیکھنے لگا۔

میری بیٹی اب پوری جوان ہو چکی ہے جناب، اب تو آپ کو پورے ہی پیسے چکانے ہوں گے!

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ربط و ضبط

میں آپ کی بات کو بخوبی سمجھ گیا ہوں۔ چلیے میں نے مان لیا میں واقعی دیوانہ ہوں، لیکن آپ بھی مجھے ذرا سمجھنے کی کوشش کیجیے:

میں نے جب بھی یہ نمبر ڈائل کیا ہے اسے پہلے سے لگا ہوا پایا ہے۔ میں لگاتار انتظار کرتا رہتا ہوں، لیکن دوسری طرف سے کوئی بھی مجھ سے مخاطب نہیں ہوتا۔ بس ۔ بز۔ بز ــــ بز۔ بز ہوتا رہتا ہے ــــــ ہاں، ٹھیک ہے یہ میرا اپنا ہی ٹیلیفون نمبر ہے، پر ذرا سوچیے انسانی علم و بینش کا یہ کیا کمال ہوا کہ ہمارا صرف اپنے آپ سے ہی رابطہ پیدا نہ ہو؟

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

آسیب

سردی اور بڑھ گئی ہے۔

ہاں، بہت بڑھ گئی ہے۔

اور آگ بھی بجھ گئی ہے۔

ہاں، کوئی ایسی گرم گرم بات سناؤ کہ رگوں میں جما ہوا خون پگھلنے لگے۔

تو سنو۔

ہاں، سناؤ۔

ایسے ہی اندھیرے کی بات ہے جیسے یہاں اس سڑک کی پٹری پر چھایا ہوا ہے۔

میں نے تو تم سے کہا تھا کہ ایک ایک کر کے سڑک کے سارے بجلی کے گولے اتار چکے ہو۔ اب کم سے کم اس کھمبے کا گولا رہنے دو۔

اپنا ہی مال ہے بھائی۔ پیٹ بھوکا ہو تو آدمی ایک ایک کر کے اپنی ساری چیزیں بیچ دیتا ہے۔

تو اب کے کیا وہ سامنے والی دس منزلہ بلڈنگ بیچ کر پیٹ بھریں گے؟

کچھ بھی کریں گے مگر اطمینان رکھو بھوک سے نہیں مریں گے۔

پھر بھی کیا فائدہ؟ بھوک سے نہیں مریں گے تو سردی سے مر جائیں گے۔

ہاں، سردی بہت بڑھ گئی ہے۔

اور اندھیرے میں اور زیادہ محسوس ہو رہی ہے۔ میں نے تو تم سے کہا تھا کہ کم سے کم بجلی کا یہ گولا ——

ارے بجلی کے گولے کے بچے، کہہ چکا ہوں نا، پیٹ بھوکا ہو تو روشنی کو بھی ہڑپ کر جائے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کو جی چاہتا ہے۔

ہاں، تم ٹھیک کہتے ہو۔ اُس رات کو میں بھوکے پیٹ ہی سو گیا۔ صبح آنکھ کھلتے ہی میری نظر چڑھتے سورج پر جا پڑی اور مجھے یہی لگا کہ یوسف شیر فروش کا دودھ اور بالائی کا کٹورہ منہ سے لگائے ہوئے ہوں۔

جو لگا سو لگا، پر منہ سے پیٹ میں بھی کچھ اترا؟

نہیں، پیٹ تو خالی ہی رہا بھائی۔

تو کیا فائدہ؟

ہاں، کیا فائدہ؟ میں بھی دراصل دودھ اور بالائی کے کٹورے کے بارے میں نہیں سوچ رہا ہوں۔ میں سوچ رہا ہوں کہ اس وقت سورج کہیں سے دوڑ کر ایک دم نکل آئے تو سردی سے بچاؤ ہو جائے۔ مگر سورج تو ہر دم عین اسی مقام پر ہوتا ہے، ہم ہی گولائی میں گھوم گھوم کر آج اِدھر سے اُدھر آجاتے ہیں اور آج اُدھر سے پھر اِدھر۔

ہاں، ہمیں آرام سے ایک جگہ ٹک جانا نصیب نہیں ہوتا بھائی ——— ہمارے کوئی گھر کیوں نہیں؟

گھر؟

ہاں: بھائی، صرف ایک کھولی کا گھر، صرف ———

بکواس بند کرو۔ گھر صرف اُسے نصیب ہوتا ہے جسے دس، پندرہ یا اس سے زیادہ کھولیاں درکار ہوں۔ جنھیں ایک ہی کھولی درکار ہو وہ میرے تیرے مانند یہاں سڑک کی پٹڑی پہ بھی گزارا کر سکتے ہیں۔

لیکن پٹڑی پہ سردی سے نیند نہیں آتی، بھائی۔

تو کیا ہوا؟ سردی سے مر نہ گئے تو گرمی کا موسم بھی آجائے گا۔

مگر گرما میں پٹڑی سے اتنی تپش نکلتی ہے کہ سوتے سوتے لگتا ہے، زندہ ہی آگ میں پھینکوا دیے گئے ہیں۔

راکھ کو کرید کر دیکھو، شاید آگ ابھی بجھی نہ ہو۔

بجھ چکی ہے بھائی۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

افوہ، کتنی سردی ہے!

مجھے تو خواہش ہو رہی ہے کہ کوئی آگ کے ڈھیر میں ڈال دے۔

مگر آگ تو بجھ چکی ہے۔

کیا ایسا نہیں ہو سکتا بھائی، کہ گرما میں سردی ہو اور سرما میں گرمی؟

ایسا ہو بھی گیا تو رکھ، تو صرف یہی ہوگا کہ گرما میں ہم سردی سے مریں گے اور سرما میں گرمی سے۔

ہاں، ہمارے مقدر میں تو بہر صورت مرنا ہی لکھا ہے۔

تو پھر آرام سے مرو، رو رو کے کیوں مر رہے ہو؟

آرام تو اسی وقت ملے گا جب کہیں ایک ہی جگہ ٹک جانا نصیب ہوگا۔

گھبراؤ نہیں، سردی کا یہی عالم رہا تو ٹھکانے پر جا ہی لگو گے۔

نہیں ـــــ میں ـــــ تعجب ہے مجھ میں مرنے کی بھی ہمت نہیں ـــــ کوئی گرم گرم بات سناؤ بھائی، کہ رگوں میں جما ہوا خون پگھلنے لگے۔

وہی تو سنانے جا رہا تھا کہ تم نے ٹوک دیا۔

تو اب سناؤ۔

لو، سنو ـــــ نہیں، پہلے یہ بتاؤ، کیا تمھیں بھی گلی سڑی سی بو آ رہی ہے؟

ہاں، بو تو آ رہی ہے، حالانکہ سردی نے میری ناک پہ اتنا بڑا تالا ڈال رکھا ہے۔

ناک میری بھی بند ہے لیکن بو تو آ رہی ہے۔

ہاں، کواڑ بند ہوں یا کھلے، بو ہو تو بو آ ہی جاتی ہے۔

بہت بری بو ہے۔

ہاں، جیسے کوئی لاش پڑی پڑی گلنے سڑنے لگی ہو۔

شاید ہمارے آس پاس کہیں کوئی لاش ہی پڑی ہو۔

لو، تمھیں بتائے ہی دیتا ہوں بھائی۔ کل رات سامنے کے اس شراب خانے سے نکل کر ایک بڑا مالدار آدمی لڑکھڑاتے ہوئے ادھر ہی آ رہا تھا ـــــ

کیا تم نے اسے قتل کر دیا؟

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہاں، بھائی، قتل کر کے وہاں ـــــــ اُس گڑھ میں پھینک دیا۔

کہاں ؟

بتا تو دیا ہے ـــــ وہاں ـــــ اس ڈھکنے کے نیچے گڑھ میں۔

یہ تم نے کیا کر دیا بے وقوف ؟ ـــــ کیوں کیا ؟

پیسے کے لیے ـــــ

پیسہ کہاں ہے نکالو !

اس کی ساری جیبیں خالی تھیں۔

تم بے وقوف ہو۔ جانتے ہو، پھانسی پر لٹکا دیے جاؤ گے ؟ ـــــ مگر ـــ مگر میں بھی خواہ مخواہ پھنس جاؤں گا۔

خواہ مخواہ نہیں، بھائی، بے وقوف کا دوست بھی بے وقوف ہوتا ہے۔

ہاں، میں بھی بے وقوف ہوں۔ اس قدر مکار ہوں مگر بے وقوف ہوں کہ تم بے وقوف سے پالا پڑ گیا ـــــ یا خدا، اب کیا ہوگا ؟

خوف اور فکر سے تمھارے خون کی گردش تو بڑھ گئی ہے بھائی مگر میں ویسے ہی سردی محسوس کر کر کے مر رہا ہوں۔

تو میں کیا کروں ؟ ـــــ مرو ! ـــــ نہیں، پہلے یہ بتاؤ، کیا تم نے واقعی اسے قتل کر دیا ؟

کیا تمھیں گلی سڑی لاش کی بُو آ رہی ہے ؟

ہاں !

مجھے لگ رہی ہے، لیکن میں نے اسے قتل نہیں کیا۔

خدا کا شکر ہے ـــــ تو کیا وہ اپنے آپ مر گیا ؟

نہیں، اپنے آپ کوئی نہیں مرتا، ہمیشہ کچھ نہ کچھ کسی کو مارتا ہے۔

ہاں، جیسے ہم اس وقت سردی سے مرے جا رہے ہیں۔

ہم نہیں، صرف میں، کیونکہ ہمارا جینا باہم ہوتا ہے مگر ہم مرتے جدا جدا ہیں۔

ہاں، ٹھیک ہے ـــــ مگر بکواس بند کرو اور پہلے یہ بتاؤ کہ کیا وہ واقعی مر گیا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نہیں، میں نے اُسے تھپیڑ مار کر سڑک پر ڈال دیا۔

خدا کا شکر ہے۔ تم نے کلیجہ نکال لیا ——— مگر یہ بو کیوں آ رہی ہے؟

ہاں، بُو تو آ رہی ہے بھائی، مگر اچھا ہی ہے کہ آ رہی ہے۔

کیوں؟

کیوں کہ سردی کا یہ عالم ہو تو بُو جتنی غلیظ ہو اتنی ہی حرارت بخشتی ہے۔

ہاں، تم کتنے بے وقوف ہو، مگر شاید اسی لیے اتنے عقلمند ——— خدا کا شکر ہے کہ تم نے اسے قتل نہیں کیا۔

مگر بھائی، سردی ——— پہلے اس سردی کا کچھ کرو۔

کیا کروں؟ ——— آگ ہی بجھ چکی ہے تو کیا کروں؟ ——— خدا کا شکر ہے کہ تم نے اُسے قتل نہیں کیا، ورنہ مجھے تم سے نفرت ہونے لگی تھی۔

اور اب؟

اب تمھارے لیے میری محبت جوں کی توں ہے۔

مگر سردی سے بچنا ہو بھائی، تو مجھ سے پہلے کے مانند نفرت کیے جاؤ تاکہ تمھاری خون کی گردش تیز تیز ہوتی رہے۔

مگر اب مجھے تم اچھے لگ رہے ہو۔

اسی لیے تم بھی میرے مانند ٹھٹھر رہے ہو ——— چلو، کوئی بات نہیں، کوئی گرم گرم بات سُناؤ تاکہ رگوں میں جما ہوا خون پگھلنے لگے۔

وہی تو سُنانے جا رہا تھا لیکن تم بلاوجہ کوئی اور قصہ بیچ میں لا کھڑا کرتے ہو۔

تو سُناؤ۔

لو، سُنو ——— ایسی ہی ٹھنک، اندھیری رات تھی اور یہی نصف شب کے آس پاس کا ٹائم تھا اور میرے پاس تن ڈھانپنے کو ایک بھی کپڑا نہ تھا ———

یہ دکان جس کے آگے ہم دھونی رمائے بیٹھے ہیں بھائی ———

کہاں دھونی رمائے بیٹھے ہیں؟ دھونی تو بجھ چکی ہے۔

ارے بھائی، ذرا سی بات کرنے کے لیے بات تو کر لینے دو، تمھارا کیا بگڑ جائے گا ———

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

——— یہ دکان کمبلوں کی ہے۔ اندر سینکڑوں کمبل ناحق تہوں میں ٹھنڈے پڑے ہوئے ہیں۔
ہم انھیں اوڑھ لیں تو ہماری حرارت سے اُن میں بھی جان آجائے اور اُن کی حرارت سے ہم میں بھی۔
مگر ہمارے اور کمبلوں کے درمیان قفل لگے ہوئے ہیں۔
اور قفلوں کو کل سیٹھ ہی آکر کھولے گا اور اس سے وہ لوگ کمبل خرید لے جائیں گے جن
کے پاس اور بھی ڈھیروں کمبل ہیں۔
اگر ہمیں اونی کمبل میسر نہیں آسکتے تو اتنا تو ہوتا کہ بھیڑوں کے مانند ہماری کھال ہی اونی ہوتی۔
کاش ہم بھیڑیں ہوتے بھائی، لوگ ہمیں بھون کر کھا جاتے مگر ہم سردی سے تو بچے رہتے۔
اس میں گھبرانے کی کیا بات ہے بھائی، گرما آنے سے پہلے ہی ہمیں کوئی کاٹ کر کھالیتا۔
مگر کیا فائدہ؟ ہم بھیڑیں نہیں، انسان ہیں۔
اور انسان ہیں بھائی، تو جو کچھ دوسرے انسانوں کے لیے ہے وہ ہمارے لیے بھی ہے۔
ہاں، آؤ کمبل کو سروں تک کھینچ کر مزے سے سو جاتے ہیں۔
بڑا گرم کمبل ہے بھائی، میری تو جان میں جان آگئی ہے۔
تو پھر میری جان کیوں نکال رہے ہو؟ ——— دیکھو سارا کمبل تو تم نے اپنی طرف کھینچ لیا ہے۔
ایک ہی کمبل ہے بھائی، تم بھی میری طرف کھینچ آؤ۔
ایک بھی کہاں ہے مورکھ؟
ہاں، ایک بھی کہاں ہے بھائی؟ تم اپنی وہ گرم گرم بات سناؤ۔ اس خنک اندھیری رات
کو کیا ہوا جب تمھارے پاس ایک بھی گرم کپڑا نہ تھا؟
میں ایک طرف منہ اٹھا کر دیوانہ وار چلنے لگا۔ نامعلوم کدھر جا رہا تھا ———
لیکن سارے کا سارا باہر سرد ہو تو جائیں بھی تو کہاں جائیں؟
ہاں، میری سمجھ میں نہ آیا کہ کہاں جاؤں تو میں نے اندھیرے میں اسی رخ بے تحاشہ دوڑنا
شروع کر دیا اور دوڑتے دوڑتے مجھے اچانک اپنے پیچھے کئی دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دینے لگی۔
مجھے بوکھلائی ہوئی سی سوجھ آئی کہ میرے ہی کئی وجود میرے تعاقب میں دوڑے چلے آرہے ہیں ———
ہاں، بھائی دوڑتے میں تو تمھارا کوئی ثانی نہیں۔ تم ایک ہی دوڑ رہے ہوتے ہو پر معلوم
یہی ہوتا ہے کہ ایک ہزار تم ہی تم دوڑ رہے ہو۔ اُس دن تم جو اس گڈریا کا بچھڑا کاٹ کر بھاگے تو لوگوں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کو تمھارے پیچھے جاتے ہوئے دیکھ کر مجھے اُن پر ترس آنے لگا ـــــ اچھا پھر کیا ہوا؟

مجھے اپنے آپ کو اپنے پیچھے چھوڑ جانے کے خیال سے بہت مسرّت ہوتی ہے، سو ـــــ

ہاں بھائی، تمھاری مشکل یہی ہے کہ ہمیشہ اپنے آگے ہی آگے رہتے ہو۔

ہاں، ہر چور کی یہی مشکل ہے کہ کوئی اور اس کی تاک میں ہو یا نہ ہو، وہ آپ ہی اپنا پیچھا کرتا رہتا ہے ـــــ پھر یہ ہوا کہ اپنے آپ کو اپنے پیچھے چھوڑ جانے کی خواہش سے میں اور تیز دوڑنے لگا مگر اسی اثنا میں مجھے آواز سُنائی دی ـــــ چور! ـــــ چور! ـــــ

ہہ ہا ہہ ـــ ہہ! جب چوری کیے بغیر اس طرح بھاگنا شروع کر دیں تو یہی حشر ہوتا ہے ـــــ پر وہ تمھیں پکڑ کہاں پائے ہوں گے بھائی؟

ہاں، دوڑتے دوڑتے میں اُن سے بہت آگے نکل آیا لیکن حیرت کی بات ہے کہ اتنا دوڑ کر بھی مجھے ویسے ہی سردی محسوس ہو رہی تھی۔

ہاں، بھائی، تم ہزار دوڑ دھوپ کرو۔ جب ساری دُنیا سرد ہو تو جسم میں گرمی کہاں سے آئے؟ کمبل نہ سہی، کوئی محبت سے گلے لگا لے تو میں تو برفباری میں بھی اُس سے چمٹ کر ننگا سویا پڑا رہوں ـــــ وہ تمھاری یار ـــــ کیا نام ہے اس کا ـــــ تمھیں دھوکا دے کر اُسے میں یہیں لے آیا۔ جیب میں دو چار روپے تھے۔ سوچا تھا کہ سویرے اُٹھتے ہی یہ پیسے اُس کے حوالے کر دوں گا، پر بھائی، دو ڈھائی بجے کے قریب دفعتاً سردی سے کانپتے ہوئے میری آنکھ کھُل گئی اور میں نے دیکھا کہ حرام خور میری جیب صاف کر کے رفو چکر ہو چکی ہے۔

میرے سوا وہ سب کو چکمہ دے جاتی ہے۔

ٹھیک ہے بھائی، ہر عقلمند کی بے وقوفی کا کوئی نہ کوئی سبب ضرور ہوتا ہے۔ تم بھی اپنے اس خیال سے خوش رہو ـــــ تو پھر تم اندھیرے میں یونہی دوڑتے چلے گئے؟

ہاں، اور سردی سے چھٹکارا نہ ہوا تو ایک بڑی عجیب ترکیب سُوجھی ـــــ وہ یہ کہ اپنے آپ سے اپنے آپ کو خارج کر دوں۔

ہاں، بھائی، واقعی بڑی کارگر ترکیب ہے۔ جب وجود میں ہم ہی نہ ہوں گے تو سردی کیونکر محسوس ہو گی؟ ـــــ پھر کیا تم دوڑتے دوڑتے پیشاب کرنے کے لیے رُک گئے؟

سردی سے تمھارا دماغ چل نکلا ہے، اس لیے تم میرا مذاق اڑانے لگے ہو۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نہیں بھائی ، تم میرے بڑے بھائی ہو ـــــــ کتنی گلی سڑی بُو آ رہی ہے ! ....
تم اپنی بات کو جاری رکھو بھائی ۔

میں ابھی سوچ ہی رہا تھا ، کیا کہوں ، کہ ایک دم کیا نظر آیا کہ اندھیرے میں میرے آگے آگے کوئی اور دوڑے جا رہا ہے

تو تم نے اُسے دوڑ کے جا لیا ؟

نہیں ، لاکھ زور لگانے کے باوجود ہمارے درمیان کا فاصلہ جوں کا توں رہا ۔

ٹھہرو ـــــ کہیں وہ شخص بھی تو تم ہی نہ تھے بھائی ؟

ہاں ، مجھے بھی اس وقت یہی خیال گزرا ـــــ ایک بار اُسے پکڑ کر دیکھ لیتا تو میری تسلی ہو جاتی ، مگر چند ہی لمحوں میں وہ میرے دیکھتے دیکھتے غائب ہو گیا ۔

یعنی تمہاری آنکھوں کے عین سامنے دوڑتے دوڑتے غائب ہو گیا ؟

ہاں ، اور میں نے دیکھا کہ اُس اندھیری سڑک پر صرف میں ہی کسی آسیب کے اندھیلانگیں بھرتا جا رہا ہوں ۔

میں بتاؤں بھائی ؟ اصل میں وہ شخص تم ہی تھے جو اپنے آپ سے چھٹکارا پا گئے ۔ یہ کب کا واقعہ ہے ؟

یہی کوئی تین چار ہفتوں کا ۔

تو پھر میرے بھائی ، وہ شخص واقعی تم ہی تھے ۔ میں گذشتہ تین چار ہفتوں سے محسوس کر رہا ہوں کہ تم اپنے آپ میں موجود نہیں ۔

ہاں ، میں بھی ان دنوں اپنے آپ کو آپے سے باہر ہی محسوس کرتا ہوں ۔ کل پرسوں کا ذکر ہے کہ میں نے کسی شریف اجنبی کی جیب کاٹتے ہوئے بڑی مشکل سے اپنی اس شدید خواہش پر قابو ڈالا کہ اس کا گلا بھی کاٹ دوں ـــــ تاکہ ـــــ تاکہ اُسے اپنی جیب کٹ جانے کا افسوس نہ ہو ـــــ

مجھے یقین ہونے لگا ہے کہ تم اپنے آپ سے خارج ہو چکے ہو ۔

خارج تو کسی نہ کسی وجہ سے تم بھی ہو چکے ہو ۔

تو پھر ہمیں سردی گیوں محسوس ہو رہی ہے بھائی ؟

کیا تم سمجھتے ہو کہ جہنم میں ہمارے تن کو سمور سے ڈھانپنے کے لیے بہشت کی حوریں اتریں گی ؟

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تم ٹھیک کہتے ہو بھائی، ہماری موت واقع ہو چکی ہے۔

ہاں، ہماری موت واقع ہوئے ایک عمر بیت چکی ہے۔

ہاں بھائی، ہم مرے مرے ہی بوڑھے ہو چکے ہیں۔

افوہ، کتنی بُری بُو آ رہی ہے!

ہاں، جیسے لاشیں گل سڑ رہی ہوں۔

ارے ہاں، کہیں ——————

ہاں بھائی، یہ بُو ہمیں اپنے آپ سے ہی آ رہی ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مقامات

سوتے سوتے آدمی کی موت واقع نہ ہو چکی ہو تو وہ پو پھٹنے کے آگے پیچھے جاگ ہی پڑتا ہے۔ بہت دیر سہی، جمال نے بھی آنکھ کھول لی ہے۔ اس کا خواب ٹوٹ گیا ہے لیکن ابھی تک اس کی نظروں میں پیوند پیوند اڑ رہا ہے۔

امی ۔ امی ۔ امی! ۔۔۔ وہ ننھا منا سا ہے اور کھویا ہوا ہے اور رو رو کر اس کی گھگی بندھی ہوئی ہے ۔۔۔ امی ۔۔۔ امی! ۔۔۔ ہر طرف لوگ ہی لوگ ہیں اس کی طرف کوئی دھیان نہیں دے رہا ہے اور اپنی ناک کی سیدھ میں چھوٹے چھوٹے قدموں سے چلتے ہوئے وہ اور کھوتا جا رہا ہے۔ کسی نے بھی اسے روک کر نہیں پوچھا ہے، ادھر کہاں جا رہے ہو بالک؟ ۔۔۔ مگر وہ بلک بلک کر جواب دے رہا ہے امی ۔ امی کے پاس! ۔۔۔ اور پھر ایک دم دو باہوں نے کہیں سے کوند کر اُسے لپیٹ لیا ہے اور اپنی امی کو دیکھے بغیر اسے پتہ چل گیا ہے کہ وہ امی ہے، اور ۔۔۔ اور امی کی پیشانی پر سے راستہ سیدھا ان کے گھر ہی کو جاتا ہے ۔۔۔ آؤ!

جمال کے سپنے بکھرتے ہوئے گالے پھر ایک دوسرے کی طرف کھنچ آئے ہیں اور اس کی آنکھیں مندنے لگی ہیں ۔۔۔۔

پڑھو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔۔۔ بسم اللہ ۔۔۔۔

بسم اللہ

الرحمٰن الرحیم

الرحمٰن

الرحیم

الرحیم

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔

مولوی صاحب، لوگوں کے دس دس ہوتے ہیں پر میرا ایک ہی دس سے کم نہیں، میرے جمال کو جلدی جلدی قرآن حفظ کروا دیجیے، میں پورے دس کا نذرانہ پیش کروں گی ۔

پڑھو ــــ

پڑھ تو رہا ہوں مولوی صاحب ۔

نہیں، دل سے پڑھو! خدا کے الفاظ کو دل سے پڑھو گے تو تمھاری آنکھیں کھل جائیں گی ۔

جمال نے آنکھیں کھول لی ہیں اور کھلی آنکھوں سے بھی اُسے کچھ دکھائی نہیں دیا ہے تو اُسے یقین آگیا ہے کہ وہ ابھی سویا ہوا ہے ۔

ابھی ابھی تو امی ہمارے ساتھ تھیں، کہاں گئیں؟ ــــ امی ــ امی! ــ جاؤ خورشید، دیکھو امی کہاں رہ گئی ہے ۔ اُس کی آنکھوں میں موتیا اترا ہوا ہے، جاؤ ہاتھ پکڑ کر لے آؤ ــ امی ــ امی! امی آپ کی نظروں سے اوجھل ہو جائیے تو آپ کو کوئی اور نظر ہی نہیں آتا ۔

جاؤ خورشید، امی بے چاری کہیں ٹھوکر کھا کر گر جائے گی ۔

مجھ بے چاری کی طرف بھی آپ کیوں نہیں دیکھتے؟ جب سے شادی ہوئی ہے ٹھوکریں کھا رہی ہوں۔ جاؤ خورشید ــــ

آپ کی بیوی بننے سے تو یہی اچھا تھا کہ میں بھی آپ کی ماں ہی ہوتی ۔

اچھا تم یہیں ٹھہرو، میں خود ــــ

نہیں، میں گھر جا رہی ہوں ۔

خورشید ــ!

نہیں ــ!

نہیں! ــ نہیں! ــ نہیں!! ــ نصف شب کو ایک پاگل بوڑھیا جمال کے سونے کے کمرے کا دروازہ زور زور سے پیٹ رہی ہے ــــ میں پاگل نہیں جمال ــ جمال ــ ل!

سو جاؤ امی ۔

نہیں بیٹے دروازہ کھولو ۔ اور میرے پاس آؤ ــــ میرے پاس آکر بیٹھو بیٹے ۔ کھٹ ۔ کھٹ ۔ کھٹ!

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جمال نے بڑی بے بس نظر سے بیوی کی طرف دیکھا ہے ـــــ سونے کی ایک اور گولی دے آؤں خورشید؟

مارنا چاہتے ہیں تو دے آیئے۔ پہلی گولیاں دیئے ابھی پورا گھنٹہ بھی نہیں ہوا۔

کھٹ ـــ ٹھ ٹھ ـــ کھٹ ـ ٹ!

سو جاؤ امی، کل سویرے آفاق کا امتحان ہے۔ خدا کے لیے سو جاؤ۔

چپ چاپ لیٹے رہیئے۔ زیادہ توجہ دیں گے تو امی کا پاگل پن بڑھے گا۔

نہیں، میں پاگل نہیں ہوں، بہو۔ دروازہ کھولو۔ مجھے بھی اپنے پاس بٹھالو بیٹے۔ میں کچھ نہیں بولوں گی۔ چپ، چاپ بیٹھی رہوں گی ـــــ کھولو ـــ کھٹ ـ ٹھ!

افوہ! خدارا اپنی پاگل ماں کو پاگل خانے بھیج دیجیے یا ہم سب کو ـــــ وہ دیکھیے آفاق بھی جاگ پڑا ہے۔ ابھی ابھی سویا تھا۔

جمال ـــ جما ـــ کھٹ کھٹ ـــ ٹھ!

جمال نے دیوانہ وار اٹھ کے دروازہ کھولا ہے اور ماں کو تیزی سے کھینچ کر چارپائی پر پٹخ دیا ہے وہ چیخنے لگی ہے اور ـــــ اور جمال کے کانپتے ہوئے ہاتھ اس کے گلے کی طرف بڑھتے ہوئے اکڑنے لگے ہیں، اکڑ اکڑ کر آگے کو آگے بڑھتے جا رہے ہیں ـــــ اور پھر اچانک سنبھل کر وہ رک گیا ہے ـــ نہیں! ـــ

ـــــ نہیں! ـــ نہیں!! جمال اپنی مرحوم ماں کے خالی بیڈروم میں بیٹھا ہوا ہے اور اس کی آنکھوں میں اپنی ماں کی ـــــ صرف ناک یا صرف سر یا ماتھا یا کوئی اور حصہ گھوم رہا ہے، اب اس کی صرف آنکھیں جھپک رہی ہیں، اب ہونٹ ہل رہے ہیں، اب ٹھوڑی ـــــ جمال اس کے ان سارے انگوں کو جوڑ جوڑ کر اس کی پوری شبیہہ بنانا چاہتا ہے ـــــ یہ ماتھا ـــ اور یہ آنکھیں اور ـــ لیکن ماتھ آنکھوں کی جگہ پر سرک آتا ہے ـــــ نہیں، اب وہ کبھی بھی اپنی ماں کی صورت کو نہیں دیکھ پائے گا۔ اپنی ماں کی صورت اس کے دل و دماغ میں ٹوٹ پھوٹ گئی ہے ـــ نہیں!

جمال کے خوابیدہ چہرے پر جنبش سی ہوئی ہے جیسے کوئی مردہ مچھلی نیچے سے اوپر آ رہی ہو اور تالاب کی ساکن سطح پر ہلکا سا ارتعاش ہوا ہو

وہ تو پاگل تھی خورشید، اسے کیا ـــ ہوا، وہ کیا کہہ رہی تھی؟ ـــ اس کی کل کو فکر

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ایک۔ میں ہی تھا اور جب میں نے بھی اُس سے منہ موڑ لیا تو باؤلی اور باؤلی کیوں نہ ہو جاتی؟ ــــ تمھیں معلوم ہے خورشید؟ اوپر اوپر سے تو میں اس کا علاج کروا رہا تھا لیکن اندر ہی اندر اس کی موت کی دعائیں مانگا کرتا تھا۔ ایک بار ڈاکٹر نے اس کی تکلیف دیکھ کر جب مجھ سے کہا، خدا سے دعا کرو کہ تمھاری ماں کو اٹھا لے، تو میں بہت خوش ہوا ــــ نہیں، یہ غلط ہے کہ میں اس کی اذیت سے پریشان تھا۔ مجھے دراصل اپنی اذیت سے چھٹکارا حاصل کرنے کی پڑی ہوئی تھی۔ ــــ میں ــــ میں اپنی ماں کے قتل کا مرتکب ہوا ہوں خورشید ــــ ہاں، میں ہی اُسے موت کی طرف دھکیلتا رہا ہوں لیکن پاگل ہو کر بھی ماں کو کبھی اپنے بیٹے پر شبہ نہیں گزرا ــــ اور خورشید، مرنے سے چند گھڑیاں پہلے ــــ تم نے دیکھا؟ ــــ وہ ایسے ہو گئی جیسے کبھی پاگل تھی ہی نہیں ــــ میں نہ کہتا تھا پگلی کو معلوم ہی نہ تھا کہ وہ کیا کر رہی ہے؟ ــــ چپ چاپ ہم سب سے باری باری پیار کیا۔ میں سب سے آگے تھا لیکن مجھ سے وہ سب کے بعد ملی ــــ جو ہمیں سب سے عزیز ہوتا ہے خورشید، اس سے بچھڑنا ہم پل پل ٹالتے جاتے ہیں ــــ ہے نا؟ ــــ وہ مجھے کس کر بھینچ لینا چاہتی تھی لیکن ہڈیوں کے گچھے میں اپنی باہیں اٹھانے کی بھی دم نہ رہا تھا۔ میں اس کی گود میں سر رکھ کر چھوٹ چھوٹ کر رونے لگا اور اسے بازوؤں میں جکڑ کر روک لینا چاہا لیکن ــــ لیکن ــــ

بادل کے ٹکڑے آسمان میں بکھرے ہوئے کر نیچے اترنے لگے ہیں اور اترا اترا کر انھوں نے زمین کو چھو لیا ہے اور بہنے کے انداز میں اڑنے لگے ہیں اور جہاں ان میں غوطے کھائے جانے کے باوجود ڈوب نہیں رہا ہے۔ ان کے ساتھ ساتھ بہتا جا رہا ہے اور ایک پُل کے نیچے سے بہہ گیا ہے تو پھر وہی پُل آ گیا ہے، اور پھر بہہ گیا ہے تو پھر وہی پُل ــــ پھر وہی ــــ پھر ــــ اور اس نے سر جھٹک کر اپنے آپ کو اس طلسم سے آزاد کرنا چاہا ہے ــــ شاید وہ جاگ پڑا ہے؟ نہیں، ابھی نہیں۔

ایک بات سنو خورشید، سنو گی تو ہنس دو گی ــــ امی کو مرے کتنے سال ہو گئے ہیں؟ پانچ ــــ نہیں، چھ، مگر مجھے خیال آ رہا ہے کہ امی مری نہیں، ہمیں یونہی وہم ہو گیا ہے وہ مر چکی ہے۔ ــــ ذرا سوچو، ماں مر جائے۔ ہماری زمین ہی مر جائے تو ہم کیونکر اپنے پیروں پر کھڑے رہ سکتے ہیں ــــ نہیں، خورشید، ماں ہمیشہ زندہ رہتی ہے۔ کونسی ماں چاہے گی کہ اس کے لہلہاتے ہوئے معصوم پودے ایک دم کھڑے کھڑے سوکھ جائیں؟ قدرت معصوموں کے ساتھ بے انصافی نہیں برتتی ــــ ماں ہمیشہ زندہ رہتی ہے ہمیشہ!

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اسی اثنا میں جمال کا چھوٹا بچہ رفو ساتھ کے کمرے میں رونے لگا ہے اور بچے کی ماں سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اس کی طرف بھاگی ہے ـــ اور ـــ اور جمال کو لگ رہا ہے کہ یوں ہی والہانہ بھاگتی جا رہی ہے۔ لیکن وہیں کی وہیں ہے ـــ ٹھہرو آفاق میں آ رہی ہوں ـــ رفو گھبراؤ نہیں، آفاق کو دیکھ کر ابھی آتی ہوں ـــ اسی طرح بھاگتے ہوئے اُسے کئی سال بیت گئے ہیں اسی ایک لمحے میں کئی سال بیت گئے ہیں اور پھر اس نے یکبارگی رک کر پیچھے مڑ کر دیکھا ہے ـــ وہی! ـــ وہی باؤلا سا چہرہ، دو دھیلی متا میں چھپی چھپی جھریاں، تشویش، ـــ امی ـــ می! ـــ اتنی رات ہو گئی ہے آج پھر آفاق نہیں آیا ـــ آفاق کے ابا سن رہے ہو؟ آفاق ابھی تک کیوں نہیں آیا؟ ـــ اور آفاق کا ابا اس کی طرف ایک ٹک دیکھنے لگا ہے اور دیکھتے دیکھتے چھوٹا سا نکل آیا ہے ـــ یہ تو ـــ یہ تو ـــ نہیں خورشید، ماں ہمیشہ زندہ رہتی ہے ـــ جائیے پتہ کیجیے آفاق ابھی تک کیوں نہیں آیا؟ ـــ آفاق! آفاق! ـــ کیا صرف آفاق ہی آفاق ہے؟ ـــ میں نہیں ہوں؟ ـــ آفاق کے ابا، آج میں آفاق کے لیے چاند کا ٹکڑا دیکھ کے آئی ہوں ـــ آفاق! ـــ آفاق بیٹا، ذرا ٹھہرو تم تو میرے پاس ایک منٹ بھی نہیں بیٹھتے۔ بیٹا، میں تمھارے لیے دلہن دیکھ کے آئی ہوں! ـــ نہیں ماں، شادی میری ہے، آپ لوگوں کی نہیں ـــ دراصل میں ـــ میری شادی ہو چکی ہے۔ اگر آپ لوگوں نے چاہا تو میں اُسے یہاں لے آؤں گا، نہیں تو ہم دونوں الگ رہیں گے ـــ الگ رہیں گے؟ ـــ آفاق کے ابا چپ کیوں ہو؟ سن رہے ہو ہمارا بیٹا ہم سے الگ رہے گا ـــ مجھے چکر آ رہا ہے آفاق کے ابا ـــ مجھے تھام لو ـــ اچھی طرح تھام لو، نہیں تو میں دھڑام سے گر جاؤں گی ـــ آؤ بہو ـــ آؤ بیٹی ـــ تم تو میرے لاڈلے کی دلہن ہو۔ میں تم دونوں سے الگ کیسے رہ سکتی ہوں ـــ آؤ! ـــ

پھر وہیں پل آ گیا ہے اور جمال غوطے کھا کھا کے بے اختیار اس کے نیچے سے بہہ گیا ہے۔ اور پھر اس نے بمشکل سر اٹھا کے اپنے آگے دیکھا ہے کہ تا حدِ نظر وہی پل ـــ ایک کے بعد ایک کھڑا ہے اور وہ بیک وقت ہر پل کے نیچے سے لڑھکنے کے انداز میں بہہ رہا ہے۔

دیکھیے امی، آپ اپنے بیٹے کی طرف کم توجہ برتا کیجیے۔

یہ کیا کہہ رہی ہو بہو۔ میں نے تو اندھی باؤلی ہو ہو کر اپنے آفاق کو اوجھل کیا ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لیکن اب میں اونچا ہو گیا ہوں نا امی۔

لیکن مجھے تو اب بھی ویسے ہی لگتے ہو بیٹے۔ ابھی کل ہی کی بات ہے کہ ——

نہیں امی، میں اب دودھ پیتا بچہ نہیں۔ آپ کے اس قدر پیار اور توجہ سے مجھے پریشانی ہوتی ہے۔

بادل دھرتی کو سوکھا چھوڑ کے آسمان کی طرف اٹھنے لگے ہیں —— برس جاؤ، خدا کے لیے برس جاؤ۔!

آفاق کے ابا! —— آفاق کے ——

ہاں بھئی، کہو۔ اتنا گھبرائی ہوئی کیوں ہو؟

بہو نے میکے سے کہلوا بھیجا ہے کہ وہ ہم سب کے ساتھ نہیں رہے گی۔ جب تک آفاق الگ رہائش کا بندوبست نہیں کر لیتا وہ اپنے میکے سے نہیں آئے گی —— اب کیا ہوگا آفاق کے ابا —— یہ کیا ہو رہا ہے خدایا؟

—— میرا خون پانی ہو رہا ہے لیکن تم کچھ بھی نہیں کر رہے ہو۔ آفاق کے ابا ——

وہ آفاق جا رہا ہے۔ —— آفاق۔ آفاق! —— ادھر آؤ بیٹا —— یہاں بیٹھو۔ نہیں بیٹا، جلدی میں بھی ہو تو تھوڑی دیر کے لیے بیٹھ جاؤ۔ میں تمہارا زیادہ وقت نہیں لوں گا —— کیا یہ سچ ہے کہ تم ہمارے ساتھ نہیں رہنا چاہتے؟

اس میں ہرج ہی کیا ہے! آپ سمجھتے کیوں نہیں؟ ہمیں اپنی زندگی جینا ہے۔

ہمیں کون، بیٹا؟ —— تم اور تمہاری بیوی —— ہے نا؟ مگر بیٹا، تمہاری ماں کی اور ہم سب کی یہ خواہش ہے کہ ہمیں بھی اپنوں میں شامل کیے رکھو۔ ذرا آرام سے میری بات سنو —— ہماری ساری کی ساری محبت صرف ایک شخص کے لیے ہی ہو تو دراصل ہماری اس محبت میں وہ ساری خواہشیں کام کر رہی ہوتی ہیں جو ہمیں اوروں سے بھی ہوں —— ہاں، بیٹا، ماں یا بہن سے پیار کیے بغیر کوئی اپنی محبوبہ سے پیار نہیں کر سکتا —— ہاں، بیٹا، جو سب سے پیار کرتا ہے وہی صرف ایک سے پیار کر سکتا ہے۔ تمہیں معلوم نہیں بیٹا، کہ کوئی پائیدار رشتہ الگ سے وجود میں نہیں آتا، بلکہ سب رشتوں کا —— عام زندگی سے ہمارے رشتوں کا ایک آپسی تال میل ہوتا ہے۔ نہ تو کوئی محبوب ترین رشتہ بھی نہ ہو —— اب جاؤ، خدا تمہاری مدد کرے! ——

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

"

باہر سے کھٹکھٹاہٹ سی محسوس کر کے جمال کے ماتھے کے نیچے دونوں کواڑ ذرا سے ہلے ہیں اور کوئی آواز کیے بغیر چوپٹ کھل گئے ہیں، اور وہ ابھی کواڑوں کے اندر باہر ہی ہے کہ اسے پیر سال ممتا کی کانپتی ہوئی آواز سنائی دی ہے ـــــ آفاق کے ابا! ـــ آفاق کے ـــ وہی! ـــ! ـــ اس نے بڑی گہری تھمی ہوئی نظر سے بے تاب آواز کی پرچھائیں کو دیکھا ہے اور پھر بے اختیار آگے بڑھ کر اسے بھینچ لیا ہے۔ میں تمھیں کبھی نہیں چھوڑوں گا ماں! ـــ کچھ بھی ہو جائے، کبھی نہیں!

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ایک جاسوسی کہانی

بابر نے فیصلہ کیا کہ وہ اپنا سامان وہیں اسٹیشن ماسٹر کی نگرانی میں چھوڑ کر پیدل ہی اپنے گاؤں کو ہولے۔

چاندنی رات ہے اور زیادہ سے زیادہ دو ڈھائی میل کا فاصلہ ہے ـــــ چلو! ـــــ اُس نے اپنے آپ کو حکم دیا اور مسکرانے لگا ـــــ ارے بھائی، ریٹائر ہو کے آرہے ہو۔ اب بھی حکم وکم چلاتے رہو گے تو اوروں کو تو چھوڑو، اپنا کہنا خود آپ بھی نہ مانو گے۔

اسٹیشن ماسٹر سے مل کر وہ ریلوے پلیٹ فارم سے باہر آگیا اور اُس کی آنکھوں سے برآمد ہو کر اُس کے سامنے ایک سڑک دور دور تک سیدھی بچھتی چلی گئی۔ سڑک کے دونوں کناروں پر برگد کے درخت ڈاڑھیاں لٹکائے چپ چاپ گویا ہتھیار ڈال کر جھکے کھڑے تھے ـــــ

خبردار! فرار ہونے کی کوشش کی تو گاڑ کے رکھ دوں گا۔

بابر کے نام سے بڑے بڑے ڈاکو کانوں پر ہاتھ رکھتے تھے۔

نہیں، کانوں تک نہیں، ایک دم سیدھے اوپر اٹھاؤ۔

برگد کا وہ درخت تو نرا پرارام سنگھ دکھائی دے رہا تھا۔ بابر کی آنکھوں کی دو نالی بندوق کے سامنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے! ـــــ

بابر ہنسنے لگا۔ جب تک آزاد تھا چاروں طرف دھاندلی مچائے ہوئے تھا، پر اب گڑ گیا ہے تو ڈاڑھی کھول کے فقیر بن گیا ہے ـــــ نہیں ـــــ بابر نے ذرا سنجیدہ ہو کر اپنے آپ سے اتفاق کرنے سے انکار کر دیا ـــــ رام سنگھ طوفانی ضرور تھا لیکن شروع سے ہی دل کا گہرا اور گڑا ہوا فقیر تھا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

وہ سڑک پر اُتر آیا اور اس کے قدم تیز تیز اپنی حویلی کی طرف اٹھنے لگے ـــــ میں نے اچھا ہی کیا کہ اطلاع دیے بغیر چلا آیا ہوں، نشو کو ہمیشہ شکایت رہتی ہے کہ میں اطلاع کے بغیر اچانک غائب ہو جاتا ہوں ـــــ اور جب اطلاع کے بغیر آجاتا ہوں، تب ؟ ـــــ تب بھی یہی لگتا ہے کہ کسی ڈاکو کی قید سے ایک آدھ گھنٹے کی مہلت لے کے آئے ہو ـــــ چلو اچھا ہوا، اس دھندے سے چھٹکارا ہو گیا ہے۔ اب مزے سے ساری عمر اپنے گاؤں کی حویلی میں گزار دیں گے، جو من میں آیا کریں گے ـــــ پر جو کچھ بھی کرنا ہے وہ تو تم کر چکے ہو یا بر۔ نہیں، ابھی ہمیں بڑے بڑے ڈاکے ڈالنے ہیں نشو، اور پھر اکٹھا سولی پر چڑھنا ہے ـــــ تو ٹھیک ہے میرے ڈاکو، میں ابھی جا کے تمھارے غار کی جھاڑ پھونک کرتی ہوں ـــــ ابھی ؟ ـــــ اور کیا ؟ اتنی بڑی حویلی ہے، دو چار ماہ بھی پہلے گاؤں نہ گئی تو کیا ہم چمگادڑ ہیں کہ وہاں چین سے الٹا لٹک کر گزار دیں گے ؟ تم اپنی ریٹائرمنٹ پر چلے آنا، میں ابھی جا کے حویلی کو رہنے کے قابل بناتی ہوں ـــــ تو پھر مجھے کون اس قابل بنائے گا کہ میں تمھاری حویلی میں رہ سکوں ؟ ـــــ وہاں پہنچ لو، پھر دیکھو کیسے اس قابل بناتی ہوں ـــــ

بابر سوچ رہا تھا کہ چوکیدار کو سمجھا کر باہر حویلی کے گیٹ پر ہی روک دوں گا اور دبے پاؤں نشو کی خواب گاہ کی طرف ہو لوں گا اور پھر روشندان سے دروازے کی اندرونی چٹخنی کھول کر چپکے سے اس کے ساتھ جا پڑوں گا۔ نشو اس عمر میں بھی کھلی آنکھوں سے سپنے دیکھنے کی عادی ہے۔ جاگ بھی پڑی تو خواب میں ڈوبی پڑی رہے گی اور جب خواب سے اوپر ابھرے گی تو مجھے سچ مچ وہاں پا کر خوشی سے کانپتی ہوئی گلے سے چمٹا لے گی ـــــ ڈاکو ! ـــــ ڈاکو ! ـــــ اُسے اپنا ڈی، ایس، پی شوہر اس لیے محبوب تھا کہ اُسے ڈاکو سا لگتا تھا۔

بابر کسی آٹو موبیل کے مانند اسپیڈ میں اڑا جا رہا تھا کہ اُسے بے چین سا احساس ہونے لگا، کوئی اس کا پیچھا کر رہا ہے۔ دراصل جس دن سے وہ اپنی پوسٹ سے ریٹائر ہوا تھا اسے کئی بار محسوس ہو چکا تھا کہ کوئی اس کے پیچھے لگا ہوا ہے وہ بزدل نہ تھا اور پیشے کی تربیت اور ضبط کے باعث اس میں اتنا حوصلہ تھا کہ سامنے سے دس آدمی بھی ٹوٹ پڑیں تو وہ ان کے مقابلے میں ڈٹ جائے، لیکن کوئی آگے ہو نہ پیچھے، بس کہیں چھپ کر ہر لحظہ آپ کی ٹوہ میں ہو، اس حالت میں آپ پر گومگو اور ڈر کی کیفیت طاری ہو ہی جاتی ہے۔ بابر نے اپنے خوف پر قابو پانے کی کوشش

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کرتے ہوئے بدستور آگے بڑھتے رہنا چاہا، پر وہ برگد کا درخت داڑھی ہلا ہلا کر اس پر ہنسنے لگا ــــ بابر اپنے پیچھے دیکھنے سے کیوں گھبرا رہے ہو؟ ــــ دیکھو! ــــ وہ دیکھو، کون آرہا ہے؟ ــــ بابر نے تیزی سے اپنا سر موڑ لیا۔ پیچھے کوئی بھی نہیں آرہا تھا ــــ نہیں، وہ ــــ وہاں تھوڑے فاصلے پر ــــ نہیں! وہ تو کتا ہے ــــ کتا اچھل اچھل کر چاندنی میں پھنسے ہوئے اپنے ہی سائے سے لڑ رہا تھا، یا شاید کھیل رہا تھا۔ بابر کو اپنی طرف دیکھتے ہوئے پاکر وہ رک گیا اور اس کی طرف سر اٹھا کر شاید سوچنے لگا کہ بھونکنا شروع کردے یا اسے جانے دے۔ بابر نے اسے پچکار کر اپنے پاس بلانا چاہا جس سے کتے کو غصہ آگیا اور وہ بے اختیار بھونکنے لگا۔ اس کے بھونکنے کی آواز سن کر بابر چونک پڑا ــــ یہ تو ــــ یہ تو غفار کے کتے کی آواز ہے۔ غفار ایک نہایت جابر مجرم تھا۔ ایک بار بابر نے اسے اپنی پناہ گاہ میں جالیا تو کہیں سے یہی کتا ــــ ارے ہاں، یہی تو تھا ــــ اسے کاٹ کھانے کے لیے کود پڑا ــــ اور ــــ اور بابر نے اسے شوٹ کرکے وہیں ٹھنڈا کردیا ــــ یہ کتا ــــ یہ ــــ یہ تو ــــ بابر نے بڑے غور سے دیکھا تو اسے معلوم ہوا کہ کتا دراصل چپ چاپ کھڑا ہے اور اس کا اتنا بڑا سایہ چاندنی میں سے اچھل اچھل کر بھونک رہا ہے ــــ ایسے کیسے؟ ــــ نہیں، سایہ بھی خاموش تھا ــــ اور کتا بھی ــــ لیکن اس کے کانوں میں بھونکنے کی صدا جوں کی توں آرہی تھی ــــ بابر کو اپنے پاؤں بڑے وزنی محسوس ہونے لگے لیکن وہ ہمت کرکے اپنے راستے پر تیز تیز ہولیا۔ تین چار برگدوں کے قہقہوں نے اس کا پیچھا کیا اور آگے کے کئی برگد ہڑبڑا کر جاگ اٹھے اور جاگنے کے باوجود خواب کی کیفیت میں اپنی داڑھیاں نوچنے لگے ــــ بابر انجانے میں مسکرانے لگا اور مسکراتے مسکراتے اسے یاد آیا کہ ایک دفعہ میں نے نہایت غصہ کی حالت میں ایک مجرم کی داڑھی نوچی تھی کہ وہ میرے ہاتھ آگئی۔

ہائیں! تم؟ ــــ

ہاں، کیا کرتا بابر صاحب؟ آپ کو میری اصلی شکل پسند نہیں تو مجھے خیال آیا کہ سادھو مہاتما کیوں نہ بن جاؤں۔ لوگ سادھو کہیں گے تو اپنے آپ کو سادھوؤں کا سا ہی لگوں گا ــــ

لیکن مہاتما جی، میری دانست میں تو آپ جیل بھگت رہے تھے ــــ میں بڑی مستعدی سے اسے پستول کی زد میں رکھے ہوئے تھا ــــ

اُس نے مجھے بڑی ملائمت سے بتایا، جیل مجھے بھگت رہی ہے بابر صاحب ــــ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

وہ کیسے ؟ ——

ایسے ! —— وہ کسی چھلاوے کی طرح الٹی جست لگا کے پشت کی کھلی کھڑکی سے کود گیا —— اتنا نڈر اور جیالا آدمی تھا کہ اس کا پیچھا کرنے کو اس لیے جی چاہا کہ اس سے ایک اور ملاقات ہو جائے گی ۔

بابر اندھا دھند سڑک پر چلا جا رہا تھا ۔ اس کی آنکھیں کھلی تھیں مگر نا معلوم وہ کہاں دیکھ رہا تھا ۔ اُس کے عین سامنے —— وہ —— بڑا سا پتھر پڑا تھا اور پتھر پہ چاندنی اوندھی ہو کر لیٹی ہوئی تھی اور اس کی رگ رگ میں سما گئی تھی جس سے اس میں جان پڑ گئی تھی ۔ اُن کی وہ ساری رات اسی طرح بیت جاتی تو شاید صبح کو وہاں پتھر کی بجائے کوئی سچ مچ کا جاندار پڑا ہوتا، کوئی آدمی، چوپایہ، پرندہ یا سانپ، لیکن —— ار —— ر ! تیز گام بابر کا پاؤں پتھر سے ٹکرا گیا، چاندنی بابر کے سائے سے ہڑبڑا کر الگ ہو گئی، پتھر پھر پتھر ہو گیا اور بابر گرتے گرتے بمشکل بچا ——

ہہ ہا ہہ ! —— پیچھے سے کسی کے ہنسنے کی آواز آئی ۔ بابر نے اپنے کوٹ کی اندرونی جیب میں ہاتھ ڈال کر پستول نکالنا چاہا ۔ لیکن اُسے یاد آیا کہ پستول تو اس کے سوٹ کیس میں رکھا ہے جو وہ اسٹیشن ماسٹر کے پاس چھوڑ آیا ہے —— وہ مڑ کر کھڑا ہو گیا اور اپنی آنکھوں کو سرچ لائٹ کے مانند بہ احتیاط گھمانے لگا —— اور گھماتے گھماتے انھیں فوراً ایک جگہ پر ٹھہرا لیا —— وہ —— وہاں چاندنی کے پیچھے درخت کے سائے میں کوئی انسانی خاکہ مسکرا رہا ہے ! بابر کی آنکھیں اپنے اوپر پڑتے ہی وہ خاکہ درخت کے گہرے سائے کی طرف اچھل گیا ۔ لیکن بابر نے شاید اسے پہچان لیا تھا —— نہیں، یہ میرا وہم ہے ۔ ایسے کیسے ہو سکتا ہے ؟ —— اپنا پاؤں سہلا کر اُس نے پھر اُجاڑ سڑک پر چلنا شروع کر دیا اور کچھ دور جا کر اس کے اعصاب کا تناؤ کم ہوا تو وہ ڈھیلی ڈھیلی نظروں سے آس پاس دیکھنے لگا ۔ لیکن باہر کی ویرانی کا اثر تھا یا کیا تھا، کہ اُس کی آنکھ بار بار اپنے ذہن کی طرف اُٹھ رہی تھی ۔

بابر کا ذہن ایک پُر ہجوم شاہراہ بنا ہوا تھا اور کئی مجرم جنھیں وہ پھانسی دلوا چکا تھا اس شاہراہ پر اتنے چین اور آزادی سے گھوم رہے تھے کہ یہیں کہیں سے کٹے ہوئے راستوں کی بستیوں کے مکین معلوم ہوتے تھے ۔ ان کے عمل و حرکت پہ یہاں کوئی پابندی نہ تھی ۔ کوئی سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ وہ خونی اور ڈاکو ہیں ۔ کسی کو مر کے کہیں پہنچنا نصیب ہو تو وہ اپنی اچھائیوں کے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سوا وہاں کچھ نہیں لا سکتا۔ بابر کو یقین تھا کہ سب کے سب یہاں بڑے بے ضرر اور نیک زندگی بسر کر رہے ہیں ـــــ یہ لالو ـــــ وہ روپا ـــــ وہ بنتو ـــــ موہنا ـــــ راگھو ـــــ سب کے سب اتنے سیدھے اور صاف ہیں کہ اپنی بجائے اپنے بھوت دکھائی دیتے ہیں ـــــ

ان بھوتوں کو ہر دم سر پہ چڑھا رکھو گے ـــــ گذشتہ بار بھی حسب عادت جب وہ اپنی بیوی سے اُن کی باتیں لے بیٹھا تو اس نے متنبہ کیا ـــــ تو ایک دن یہ تمھیں تمھارے دماغ سے باہر ہانک دیں گے۔ زندہ تھے تو تمھاری جان کے بیری تھے، اور اب مرکھپ چکے ہیں تو یہی کھٹکا لگا رہتا ہے کہ تمھیں پاگل بنا کر چھوڑیں گے ـــــ انھیں چھوڑو اور اپنی باتیں کرو ـــــ

اپنی باتوں کے لیے ہی ان کی باتیں کر رہا ہوں نشو ـــــ نہیں، پہلے پورا قصہ سُن لو ـــــ ہاں، تو جب مجھے اطلاع ملی کہ لالو اپنی محبوبہ کے ہاں آ پہنچا ہے تو میں فوراً پچیس جوان لے کر وہاں جا پہنچا ـــــ تم لالو کو نہیں جانتیں، پچیس تو کیا، پچیس سو میں سے بھی للکار کر صاف نکل جاتا، لیکن اب کے یہ ہوا کہ لاؤڈ اسپیکر پر میری آواز سنتے ہی وہ باہر آ گیا اور مجھ سے مخاطب ہو کے کہنے لگا ـــــ اگر اعتبار کر سکتے ہیں بابر صاحب، تو اپنی پُونی سے ملنے کے لیے ایک گھنٹے کی مہلت مانگتا ہوں ـــــ میں پورے چھ بجے اپنے آپ کو گرفتاری کے لیے پیش کر دوں گا ـــــ اور وہ پورے چھ بجے آ گیا نشو ـــــ

پر اب اس کے سوا اُس کے پاس اور چارہ ہی کیا تھا؟ ـــــ

میں نے کہا نا، تم لالو کو نہیں جانتیں۔ اگر اُسے اپنے وعدے کا پاس نہ ہوتا تو کسی بھی دور دُرگ کی دیواریں اس کے لیے کوئی اتنی اونچی نہ تھیں ـــــ اُس نے گرفتاری کے بعد واپسی پر مجھے بتایا، میں بہت بڑا آدمی ہوں بابر صاحب، لیکن اپنی پُونی کے سینے پہ سر ٹکا لوں تو کم سے کم چار پانچ روز تک پورا فرشتہ بنا رہتا ہوں۔ پہلے ہی آپ میری یہ کمزوری دریافت کر لیتے تو آپ کو کوفت نہ ہوتی ـــــ اور نشو، آج تک وہ میرے ذہن میں محبت کے فرشتے کے مانند آباد ہے۔ کئی بار ـــــ ہنسو نہیں ـــــ کئی بار تم سے ملے ایک عرصہ بیت جاتا ہے تو مجھے لگتا ہے، میں نہیں، میرا لالو تم سے ملنے کو بے تاب ہے اور جی چاہتا ہے کہ کام دام سے بلا جھجک استعفا دے کر تمھارے پاس چلا آؤں!

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نہیں بھئی، بھول کے بھی ایسا نہ کرنا۔ کرو گے تو اُن آخری دنوں کا کیا ہوگا جو تمھاری پنشن پہ ہمیں گاؤں کی حویلی میں باہم گزارنے ہیں ـــــ

تم میرا مذاق اُڑا رہی ہو نشو، لیکن یہی تو میں بھی کہہ رہا ہوں: جو محبت کرتے ہیں وہ صرف گھنٹہ بھر کی فوری رفاقت کی خاطر سولی سے بھی نہیں ڈرتے ـــــ

نہیں بابا، تم دو دس ایسے اور محبت کرنے والوں کو سولی پہ چڑھوا کر اُس وقت مجھ سے ملنے آؤ جب تمھاری ایک ماہ کی چھٹی جمع ہو جائے ـــــ یہ لو تمھارے بڑے بھائی نے جائداد کے بارے میں وکیل کا نوٹس بھیجا ہے۔

بابر یک لخت اُداس ہو گیا اور آدمی غصہ یا خوشی میں جھوٹ بول سکتا ہے، لیکن اداسی میں وہ ہمیشہ سچ بولتا ہے ـــــ

ہم بھی کیسے بھائی ہیں نشو، ـــــ مجھے یاد آ رہا ہے کہ ایک بار ہم نے ایک قاتل کو یہ مشہور کر کے پھانس لیا تھا کہ اُس کا چھوٹا بھائی اچانک حادثہ پیش آ جانے سے ہسپتال میں پڑا ہے۔ کیا یہ کمینگی نہیں کہ کسی کو برائی کی سزا دینے کے لیے اُس کی اچھائی کو ایکسپلائیٹ کیا جائے؟ میرے بیشتر مجرموں کو اپنی برائیوں کی سزا اپنی اچھائیوں کے باعث ملی ہے نشو ـــــ نشو، میں کئی بار سوچتا ہوں کہ میری فطری محبتیں ـــــ میری زندگی کی اولین قدریں دم توڑ چکی ہیں، دستور اور قانون کی عادتوں سے میری زندگی کا اوپر اوپر تو سب ٹھیک ہے لیکن میرے اندر انسانیت کا جوہر مر چکا ہے۔

اس کی بیوی ہنس پڑی ـــــ

میرے ابا کو ہماری شادی کے وقت یہی تو ایک اعتراض تھا مولوی صاحب، کہ آپ پولس کے آدمی ہیں۔

ہاں، نشو، میں نے اپنی زندگی سے مذاق ہی کیا ہے کہ صرف پولس کا آدمی بنا رہا۔ میں نے زندگی سے قانون اور ضابطہ تو برتا ہے، لیکن انصاف نہیں برت پایا ـــــ

بابر اپنے گرد و پیش سے غافل اس جنگل کے بیچوں بیچ سیدھی راہ پر چلا جا رہا تھا اور اپنے دل ہی دل میں بیوی سے ماضی کی ملاقاتیں دہرانے کے بعد اِس وقت اُس کی غیر موجودگی میں اس سے یہیں مل رہا تھا ـــــ

میں کھرا آدمی نہیں ہوں نشو، بلکہ عمر بھر اُن کھرے آدمیوں کے شکار میں لگا رہا ہوں جو

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

محض ضابطہ میں، دھوکا کھا کے اپنے اپنے مقام سے اکھڑ گئے، وہ جو بھی تھے، کھرے تو تھے، لیکن مجھے اعتراف ہے کہ میں جو بھی ہوں ایک کھرا نہیں ہوں۔ میں نے ہمیشہ پیشہ وری کی ہے، تم سے بھی یہی کہا ہے۔ تمھیں ساری عمر انتظار کرنا پڑا کہ کب میری پنشن ہو اور کب میں فرصت سے تم سے محبت کروں، ضابطے کے اس المیے پر غور کرو نشو، کہ ہم نے اپنی محبتوں کو بڑھاپے تک روکے رکھا ــــ کہ میرا بھائی کوڑی کوڑی کا محتاج ہے۔ لیکن میں اسے حساب کتاب سے ایک کوڑی بھی زیادہ نہیں دینا چاہتا ہوں ــــ ڈاکو بڑے بھولے ہوتے ہیں نشو اور محض اوپری ڈاکے کی کھٹا کھٹ سے بدنام ہو جاتے ہیں، اصل ڈاکہ تو یہ ہے کہ ڈاکو انسانیت کی نس نس کاٹ کر بھی قانون کا محافظ بنا رہے۔ ــــ نشو، جب میری ماں مر رہی تھی تو میں نوکری حاصل کرنے کے لیے بڑی مستعدی سے مقابلے کے امتحان میں بیٹھا ہوا تھا، اور جب گھر پہنچا تو مجھے دو خبریں ملیں، ماں کی موت کی اور اپنی نوکری کی، اور میں خوش تھا کہ چلو نوکری تو مل گئی ــــ ڈاکو میں ہوں نشو، محبتوں کا ــــ اور نفرتوں کا بھی نشو ــــ جس سے بھی میں نے نفرت کی ہے اُسے محبت سے اتنے زور سے بھینچا ہے کہ وہ لٹ پٹ جائے ــــ تمھیں معلوم ہے میں تمھارے دولت مند باپ سے نفرت کرتا ہوں، لیکن گذشتہ سال جب مجھے معلوم ہوا کہ وہ اپنی وصیت لکھ رہا ہے تو میں اس سے نہایت محبت سے پیش آتا رہا اور سچے دل سے محسوس کرتا رہا کہ جسے میں نفرت سمجھتا تھا اس میں دراصل میری یہی محبت کارفرما تھی ــــ تمھارے ابا کی صحت اب کیسی ہے نشو؟ خیریت کی چٹھی تو آتی رہتی ہے نا؟ ــــ تم چپ کیوں ہو گئی ہو؟ شاید ناراض ہو گئی ہو کہ میں نے تمھارے ابا کے بارے میں اپنی نفرت کا ذکر کیوں کیا ہے۔ میں تو ــــ میں تو محض بات کرنے کے لیے بات کر رہا تھا نشو ــــ میں ــــ میں تمھارے ابا کی عزت کرتا ہوں، لیکن تمھیں سمجھانا چاہ رہا تھا کہ میں نہایت چھوٹا آدمی ہوں۔ میں تمھیں سمجھانا چاہتا ہوں نشو، کہ مجھ میں ڈاکو بننے کی بھی ہمت نہیں۔ میں ایک ادنیٰ چور ہوں اور اسی وجہ سے مجھے قانون کی تائید اور ڈاکوؤں کی سرکوبی کا حق حاصل ہے ــــ تم ابھی تک مجھ سے ناراض ہو ــــ ہے نا؟

اچھا بابا معاف کر دو ــــ میں تمھارے ابا سے بھی معافی مانگ لوں گا ــــ خدا مجھے معاف کرے، جو شخص ہم سے اتنا وابستہ ہے کہ وصیت میں اپنی بے حساب دولت کا سب سے بڑا حصہ ہمارے نام لکھ دے وہ یقیناً ہماری تمام تر محبتوں کا حقدار ہے ــــ لیکن مجھے تسلیم ہے نشو، کہ میں بہت بُرا آدمی ہوں۔ میں اعتراف کرتا ہوں ــــ نشو، مجھے اپنے سبھی گناہوں کا سچے دل سے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اعتراف ہے ——

کہا جاتا ہے کہ چاندنی آدمی کو پاگل بنا دیتی ہے، شاید اس لیے کہ چاندنی میں آدمی کو سچ بولنے اور سوچنے کی ناقابلِ برداشت خواہش ہونے لگتی ہے —— بوڑھے برگدوں نے مجرم کا اعتراف نوٹ کر کے چاند کا شکریہ ادا کیا جسے ذرا سا سر ہلا کر قبول کر کے وہ بادلوں کی طرف بڑھنے لگا۔ ایک بار پھر اپنے قدموں کی آواز سُنتے ہوئے بابر کو احساس ہوا کہ کوئی اس کا پیچھا کر رہا ہے ——

کون ؟ ——

وہی دھندلا سا انسانی خاکہ ! بابر کو رکتے ہوئے پاکر وہ بھی ٹھہر گیا ——

تم ؟ ! ——

بابر کسی کو اپنے ذہن کی شاہراہ میں ڈھونڈنے لگا اور پھر وہاں سے اِدھر اُدھر کٹی ہوئی سبھی راہوں کا چپہ چپہ اس نے چھان مارا اور جسے وہ ڈھونڈ رہا تھا وہ کہیں نہ ملا تو پھر اپنے سامنے کھڑے خاکے پر نگاہ جمائی ——

میں اگر واقعی میں ہوں تو پھر تم کون ہو ؟ —— بولو، کون ہو ؟ —— کیا —— کیا —— ؟ —— بولو بابر ! —— بابر کو جواب دو ! —— فرار ہونا چاہتے ہو ؟ —— لیکن فرار ہونا چاہتے ہو تو میرا پیچھا کیوں کر رہے ہو ؟ —— تمھیں ڈر ہے کہ میں خودکشی کر لوں گا تو تم کیسے بچے رہو گے —— جاؤ، جاؤ بابر، میں تمھارے بغیر ہی اچھا ہوں —— قاتلوں اور خونیوں کی سچائیاں مجھے ہمیشہ بچائے رکھیں گی —— جاؤ بابر ! —— بابر کا پیچھا چھوڑو —— جاؤ —— وَلے —— لالو —— رامو —— روپے —— موہنے سب آؤ ! —— آؤ، اس شخص کو مار مار کر بھگا دو —— جان سے مار دو ! —— موہنے ! —— رامو ! —— دیکھو بابر میری طرف بڑھ رہا ہے —— تمھاری طرح مجھے بھی گرفتار کرنا چاہتا ہے —— خبردار ! —— ایک قدم بھی اور آگے بڑھایا تو تمھارا گلا گھونٹ دوں گا —— بچاؤ ! ——

چاند بادلوں میں گھس گیا تو چاروں طرف اندھیرا چھا گیا ——

خبردار ! ——

بابر اپنی جان بچانے کے لیے سرپٹ دوڑنے لگا —— اور برگدوں نے صلاح و مشورہ ختم کر کے آخری فیصلہ کیا اور اپنی جگہوں سے اُکھڑ اُکھڑ کر اس کے چاروں طرف گیا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ڈال لیا ـــــ بچاؤ ! ـــــ گھیرا تنگ ہوتا گیا ـــــ اور تنگ ! ـــــ

بچاؤ ! ـــــ اور تنگ ! ـــــ

بہت ڈراما ہو لیا بابر ! ـــــ اب ہاتھ اونچے کر لو ! ـــــ ہم نے تمھارے سسر کے خون کے سارے ثبوت فراہم کر لیے ہیں !! ـــــ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بے درد

آخر اُس کا درد سنبھل گیا
اور سنبھلتے ہی اُسے چین آگیا
لیکن نہ سنبھلتا تو وہ ابھی اور زندہ رہتا!

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

۵۹

میری دختر کی پیچر اس قدر مصروف ہے کہ سارا دن سر اٹھانا نہ ملے۔ لیکن آج ہی کام میں میرا جی نہیں لگ رہا ہے۔ گذشتہ کئی روز سے یہی ہو رہا ہے کہ میں ہر دم اپنے بارے میں سوچتا رہتا ہوں۔ میں ۔ میں ۔ میں اور مجھے نشہ چڑھنے لگتا ہے اور میں اس حالت میں بیکار بیٹھا رہتا ہوں۔ مگر مجھے لگتا ہے کہ بہت کام ہو رہا ہے، اور یہ نشہ اترنے لگتا ہے تو میرا بلڈ پریشر بہت زیادہ گر جاتا ہے اور ڈپریشن میں یونہی ہاتھ پاؤں مارتا رہتا ہوں۔ کوئی کام انجام نہیں ہو پاتا۔

میرے سکریٹری نے چند اہم فائیل پیش کرنے کے لیے کوئی تیسری بار پردے میں سے جھانکا ہے لیکن میں نے اسے اشارہ کر کے واپس بھیج دیا ہے اور انجانے میں بٹن کے بٹن پر انگلی رکھ دی ہے اور حالانکہ چپراسی کو لپک کر اندر آتے ہوئے دیکھ رہا ہوں مگر بٹن پر ویسے ہی انگلی رکھے ہوئے بولا جاؤ کچھ نہیں۔

ہوا یہ ہے کہ مجھے مبہم سا خیال گذرا ہے کہ بزرگ کو سن کر میں ہی بھاگا بھاگا اپنے سامنے آ کھڑا ہوں گا۔ اور پھر اپنے آپ کو خوب ڈانٹ پلاؤں گا۔

" کام میں جی نہیں لگتا تو چھٹی کرو ۔۔۔ ہاں چھٹی کرو اور جان چھوڑو : "

میں مسکرانے لگا ہوں۔ اپنے آپ سے جان چھڑوا کر جیوں گا کیسے ؟

چلو ہو گئی ساری ڈانٹ ڈپٹ۔ دراصل اپنے آپ کو ڈانٹ پلانے کا ارادہ کر کے آدمی چپکے سے گلاس میں شکر گھول دیتا ہے ۔۔۔ بیٹھو، اطمینان سے پی لو، بڑے تھکے ہوئے نظر آ رہے ہو۔

میں بے چینی سے اٹھ کر اپنی میز کی مخالف سمت پر آ گیا ہوں اور اپنی خالی کرسی کے سامنے بیٹھ گیا ہوں اور اس پر نظر ٹکا لی ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میری خالی کرسی اپنے سامنے رکھے ہوئے ایک فائیل پر جھکی ہوئی ہے اور میں انتظار کرنے لگا ہوں کہ وہ سر اٹھا کر میری طرف متوجہ ہو۔ دو چار منٹ یونہی گزر گئے ہیں۔ میں نے تنگ آکر اٹھنے کی نیت سے اپنی سیٹ میں ذرا پہلو بدلا ہے لیکن کرسی نے بدستور سر جھکائے مجھے اشارے سے اور انتظار کرنے کو کہا ہے۔ میں بے تاب ہو ہو کر اپنی دائیں ٹانگ ہلا رہا ہوں، کنپٹی پر ہاتھ پھیر رہا ہوں، اپنے کوٹ کا شکن درست کر رہا ہوں ـــــ اور پھر کرسی نے ذرا سا سر اٹھایا ہے اور میں خوش ہو کر جھٹ سیدھا بیٹھ گیا ہوں۔

"بس تھوڑی دیر اور" کرسی کام سے لد کر پھر جھک گئی ہے۔

مجھے اپنے آپ پر غصہ آنے لگا ہے کہ آگے بڑھ کر اسے الٹ کیوں نہیں دیتا۔ میں یہاں اتنی دیر سے اس کے سامنے بیٹھا ہوا ہوں مگر وہ مجھے جان بوجھ کر نظر انداز کیے جا رہی ہے ـــــ میں ـــــ میں ـــــ میں ـــــ

اُس نے اچانک سر اٹھا کر میری طرف دیکھا۔ "اب کہیئے!"

میں اپنا غصہ پی کر بڑی ملائم مسکراہٹ بکھیرنے لگا ہوں۔

"کہیئے آپ کو کیا چاہیئے؟"

کیا چاہیے؟! کیا مطلب؟۔ کیا کام ہی ہو تو ملاقات کی جا سکتی ہے؟ ـــــ لیکن میں نے اپنی مسکراہٹ کو اور گہرا اور چکنا کر لیا ہے اور میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ اس سے کیا کہوں۔ یہ کہ میرے بارے میں مجھے بھلی بھلی باتیں بتاؤ؟

"دیکھیے، آپ پہلے ہی میرا بہت وقت ضائع کر چکے ہیں۔ کوئی کام نہیں تو آپ جا سکتے ہیں۔"

میں شرم اور غصہ سے بے تاب ہو کر دروازے کی طرف جانے کے لیے اٹھا ہوں۔

اور میں یہاں بدستور اپنی کرسی پہ بیٹھے اُسے دروازے سے باہر نکلتے ہوئے دیکھ رہا ہوں اور سوچ رہا ہوں کہ میں یہاں اپنی کرسی پہ بیٹھا تھا یا وہاں اپنے سامنے۔

میں نے سرعت سے بزر کے بٹن پہ انگلی رکھی ہے۔

گھبرا کر، چپراسی کو آتے ہوئے دیکھ کر میں اس سے مخاطب ہوا ہوں۔ "ابھی ابھی ایک آدمی یہاں سے گیا ہے۔ ذرا اُسے دیکھو۔"

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

گھیرو باہر چلا گیا ہے اور میں نا معلوم کیا سوچے جا رہا ہوں۔

"ساب، یہاں تو کوئی نہیں ہے۔"

ٹھیک ہے، جاؤ۔

میں مسکرانے لگا ہوں ـــــ خدا بچائے، مجھے کیا پتہ تھا کہ شیطان اپنے سارے کام جھوٹ کے مجھ غریب کے پیچھے لگا ہوا ہے! ـــــ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سیدھی راہ پر بھٹکے ہوئے

کون مرا ہے ؟

میری بیوی میرے سامنے بدستور بیٹھی ہوئی ہے مگر اس کے کان اس قدر تندی سے ہڑبڑا کر کھڑے ہو گئے ہیں کہ مجھے ڈر محسوس ہونے لگا ہے وہ اکھڑ کر باہر کی جانب نہ بھاگ نکلیں۔

ہمیں بخشوا یا شفیع الورٰی ـــــــ

ہمارے گھر کے سامنے کی سڑک پر سے محلے کے لوگ ایک جنازہ لیے جا رہے ہیں۔

ہمیں بخشوا ـــــ

میں نے اپنے آپ سے پوچھا ہے : یہ لوگ تو ابھی زندہ ہیں۔ خدا نے انھیں ابھی سے بخش دیا تو ان گناہوں کا کیا ہو گا جنھیں ان سے کل یا کل کے بعد سرزد ہونا ہے ـــــ میں مسکرا دیا ہوں اور میری مسکراہٹ چور پٹ کھل گئی ہے گویا چوروں کو خواہ مخواہ اندر گھس آنے کی ترغیب دے رہی ہو۔ میری بیوی نے لپک کر دروازے کو بھیڑنا چاہا ہے ـــــ کسی بے چارے کا جنازہ نکلا ہو لیے اور تم مزے سے مسکرا رہے ہو ـــ ؟

اپنی اپنی عادت ہے، اب میں اس کا کیا کروں کہ مسکرائے بغیر سنجیدہ ہو ہی نہیں پاتا ؟ میں نے اپنی بیوی کو بتایا ہے، کوئی مرتا ہے صرف اس لیے کہ خداوندوں کو بخش دے ـــ لیکن ہمارے محلے میں یہ جو آئے دن موتیں ہو رہی ہیں، کیا ـــــ ؟

ہاں، میں نے اسے ٹوک دیا ہے تاکہ اس کا سوال کہیں میرے جواب سے ٹوٹا ہوا نہ ہو ـــــ خدا بڑا رحیم ہے نیلو۔ یہ بھی نہ ہو تو آج کل لوگ جہنم کے دروازے توڑ کر جیتے جی وہیں جا گھسیں ہو دبائیں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اچھا، زیادہ باتیں نہ بناؤ ـــــ جاؤ تم بھی جنازے کی نماز ادا کر آؤ۔

ہاں، جس نیک بندے نے میرے گناہوں کو بخشوانے کے لیے اپنی جان دیدی، میں اس کی خاطر جنازے کی نماز بھی ادا نہ کروں گا ـــــ ؟

ہمیں بخشوا ـــــ

پتہ نہیں، مرا کون ہے بیچارہ ؟ ـــــ

ظاہر ہے جس کے پاس مرنے کے سوا کوئی چارہ ہی نہ رہا ہو، وہی بے چارہ مرا ہوگا۔ میں باہری دروازے کی طرف جاتے ہوئے سوچ رہا ہوں کہ جنازے کے ساتھ کوئی اور ہو، نہ ہو، ہمارے چھوٹے حکیم صاحب ضرور ہوں گے۔ چھوٹے حکیم صاحب عمر رسیدہ ہیں اور انھیں حکمت سے بھی کوئی سروکار نہیں رہا ہے کسی زمانے میں اُن کے والد اس محلے میں حکمت کیا کرتے تھے ـــــ چھوٹے حکیم صاحب کو جب دیکھیے اپنے ساکن جسم کے اوپر ترکی ٹوپی کے پھندنے کو ہلاتے ہوئے ہر جنازے میں چلے جاتے ہیں۔ باپ کوئی زندگی بچانے کی خاطر خدا سے جھگڑا مول لیتے سے باز بھی نہ آتا تھا۔ یہ بیٹا اس کی مقدس رضا کے آگے سر جھکائے، ہر جنازے کے پیچھے یوں ہولیتا جیسے مرنے والے کو اپنے گھر تک پہنچائے بغیر اُس کی جان میں جان نہ آئے گی۔

ابّا ـــــ میرے چھوٹے سے بیٹے نے ایک بار عنس کر مجھ سے پوچھا تھا۔ چھوٹے حکیم صاحب سبھی جنازوں میں بہر صورت شریک ہوتے ہیں۔ لیکن ایک جنازے میں یقیناً شریک نہ ہوں گے۔

نہیں یوسو، چھوٹے حکیم صاحب تو دشمن کے جنازے میں بھی یوں ہی شریک ہوتے ہیں جیسے اپنی ہی موت واقع ہوگئی ہو ـــــ

یہی تو میں کہہ رہا ہوں ابّا ـــــ شریک نہیں ہوں گے تو ایک اپنے جنازے میں۔

ہاں بیٹا، ہر نیک آدمی سب کا دوست ہوتا ہے، پر کسی کا دشمن بھی تو صرف اپنا۔ ہمارے چھوٹے حکیم صاحب سے کبھی آپ کی ملاقات نہیں ہوئی، اس لیے آپ میرے اس بیان کو مبالغہ سے تعبیر کریں گے کہ وہ انسان نہیں، فرشتہ ہیں، پانچ وقت کے نمازی، روزے کے پابند اور عید کے قصور سے صرف اس لیے خوش، کہ گھڑی دو گھڑی کے لیے ہی سہی، ساری دنیا موج اڑاتی ہوئی نظر آئے گی۔ اُن کی ترکی ٹوپی کا پھندنا کیا ہے، ملت کا پرچم ہے۔ خدا ہماری ملت کو ہدایت دے کم سے کم ایسے دس پانچ تو اور ہوتے ـــــ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میں سڑک پر آپہنچا ہوں اور جنازے کے جلوس میں شامل ہو گیا ہوں اور چلتے چلتے ایک لمبے ساکن جسم کی چوٹی سے ترکی ٹوپی کے لہراتے ہوئے پھندنے کے نیچے آکر دم لیا ہے۔

السلام علیکم!

وعلیکم السلام!

میری اور چھوٹے حکیم صاحب کی نگاہیں جنازے پر جمی ہوئی ہیں۔

اتنا شریف آدمی تھا چشتی میاں، کہ اس کے بغیر شرافت کا مفہوم سمجھ میں نہ آئے۔

جی ہاں! زوال کے اس عالم میں ایسے ہی لوگوں کی بدولت قیامت رکی ہوئی ہے ــــ

ــــ میں نے چھوٹے حکیم صاحب کی ہاں میں ہاں ملا کر یہ پوچھنے کا موقع کھو دیا ہے کہ آخر مرا کون ہے؟

ــــ یا شفیع الوریٰ

اوروں کے ساتھ ساتھ میں نے بھی بڑی دقت سے آخری الفاظ کو ادا کیا ہے۔

مرحوم بیمار تھے ــــ؟

بیمار؟! ــــ اب تمھیں کیسے بتاؤں چشتی میاں، کہ انھوں نے دنیا بھر کی بیماریاں مول لے رکھی تھیں۔ تپ دق کا شکار کوئی اور ہے اور کھانسی وہ رہے ہیں۔ دمہ پڑوسی کو ہے اور سانس اُن کی پھولی ہوئی ہے۔ فالج تم پر گرا ہے ــــ معاف کرنا بھئی ــــ اور سُن وہ ہو کر رہ گئے ہیں ــــ سارے جہان کی بیماریوں کو آپ اس طرح اپناتے چلے جائیں تو اللہ تعالیٰ کو بالآخر آپ کو جنت کی راہ سجھانی ہی پڑ جاتی ہے ــــ ذرا سوچو چشتی میاں، اللہ والے ایک ایک کی بیماری کو اپنے اوپر ڈالتے چلے جائیں تو اللہ کو بھی اُن کی نجات کے اسباب کرنا ہی ہوتے ہیں سو وہ اُسے پیارے ہو جاتے ہیں۔ تم اب اپنے سکھوں کو یاد کر کر کے روتے دھوتے رہو، جانے والوں کی تو جان چھوٹ گئی۔

چھوٹے حکیم صاحب کی آواز بھرا گئی۔

ہمیں بخشوا یا شفیع الوریٰ ــــ

خدا گواہ ہے چشتی میاں، مرحوم کی موت سے میں ٹوٹ پھوٹ گیا ہوں ــــ مجھے پشیمانی ہونے لگی ہے کہ مرنے والے کا ذکر چھیڑ کر میں نے ناحق چھوٹے حکیم صاحب کا دل دکھایا ہے۔ دیکھنے میں درویش بڑے پرسکون ہوتے ہیں، ہرے بھرے پہاڑ، پر اُن کے اندر ہی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اندر گرم چشمے اُبلتے رہتے ہیں اور چشموں کا اُبلتا ہوا پانی اُن کے باطن کی مٹی میں جذب ہو ہو کر باہر کی طرف اُمنڈتے ہوئے ٹھنڈا پڑ جاتا ہے تو اس سے محض اپنے باہر باہر سیراب ہو کر وہ سرسبز نکل آتے ہیں۔

چشتی میاں، نامعلوم کتنے بیش بہا گوہروں کو مٹی دیتا، گاڑ چکا ہوں۔ باایمان ہوں اس لیے اُنھیں گاڑتے ہی خدا کو سونپ دیتا ہوں ورنہ اپنے اس بے حساب سرمائے کے حساب کتاب کے لیے سارا قبرستان کھود کر رکھ دیتا اور ـــــ اور وہاں کچھ بھی نہ پاکر لٹ پٹ جانے کے احساس سے میری جان نکل جاتی ـــــ خدا کا شکر ہے چشتی میاں کہ ہم مسلمان ہیں ـــــ ہاں بھائی، ہماری قوم اپنی اصلیت کو بھولتی جا رہی ہے پر سدا یوں نہ تھا ـــــ مسلمان کا غم تو اُس کے اندر ہی بہہ بہہ کر وہیں کہیں سمندر میں غرق ہو جاتا ہے ـــــ خدا کا شکر ہے!

بزرگوں کی دبی دبی آواز میں بے کراں رقت محسوس کر کے اُن کے چہرے کی طرف نظر اٹھانے کا حوصلہ نہیں ہوتا۔ میں اپنی آنکھیں نیچے لٹکائے ہوئے ہوں اور میرے کان چھوٹے حکیم صاحب کی آواز پر ہیں۔

میں اسے محض اتفاق پر محمول نہیں کرتا چشتی میاں، کہ یہ سڑک ہمارے محلے سے سیدھی قبرستان پہنچ کر ہی دم لیتی ہے۔ راستے میں کہیں کھو جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ـــــ اور تو اور، کوئی بچہ بھی آنکھ میچ کر وہیں جا پہنچتا ہے ـــــ لیکن وہاں پہنچ کر نہ جانے سبھی کہاں کھو جاتے ہیں ـــــ ہائے اس راہ پر میں نے کس کس کو نہ کھویا؟ ـــــ اور جس جس کو کھویا اس کے ساتھ ساتھ میرا اپنا آپ بھی مجھ سے تھوڑا سا چھن گیا۔ میرے سارے نیک ساتھی ایک ایک کر کے مر گئے ہیں چشتی میاں، اور ـــــ اور ہر جنازے کے ساتھ جاتے ہوئے مجھے لگتا ہے کہ میرا جنازہ بھی اٹھا ہوا ہے ـــــ نہیں ٹوکو نہیں، میاں، پہلے میری پوری بات ہو لینے دو ـــــ چند ہی روز ہوئے شام کے وقت میں اور میرا یہی مرحوم دوست اسی سڑک پر ـــــ ہم ہمیشہ اسی ماتمی سڑک پر قبرستان تک جا نکلتے (میں نے اچانک چونک کر اپنے آپ کو بتایا ہے ـــــ یہ تو ـــــ یہ تو اپنے مولوی وحید الدین صاحب ہی چل بسے ہیں) ہماری یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ سبھی لوگ ٹھکانے جا لگے ہیں۔ ہم دونوں بھی اُن کے ساتھ تھوڑا تھوڑا مر کے اب تقریباً مر چکے ہیں، ہماری رہی سہی جانیں بھی کیوں جواب نہیں دے جاتیں؟ ـــــ ارے بھائی۔ مرحوم نے مجھ سے کہا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جو کچھ بھی رہ گئے ہو، کچھ تو رہ گئے ہو ـــــ اور یہ سڑک تو جوں کی توں ہے ـــــ لڑکھڑا کر ہی سہی، چلتے آؤ ـــــ یہ شام تو ویسی کی ویسی ہے، اپنی بجھی بجھی آنکھوں میں اس کا دھندلکا ہی سمیٹ لو۔ جب تک ہم قبرستان تک پہنچیں گے اندھیرا چھا جائے گا۔ گھپ اندھیرا۔ اور پھر ہم دونوں بوڑھے بھوت اس گھپ اندھیرے میں گھر کو لوٹ رہے ہوں گے ـــــ میری اس انجان سی سوچ پر غور کرو چشتی میاں، جنھیں ہم اپنی دانست میں دفنا آتے ہیں، وہ بھی قبرستان سے ہمارے مانند گھر لوٹ آتے ہیں اور ہمیں نظر نہیں آتے۔ کیوں کہ اُجالے کے اندر کہیں اندھیرے ہی اندھیرے میں گھرے ہوتے ہیں۔ وہ اپنے گھروں میں ہی ہوتے ہیں، لیکن جہاں وہ ہوتے ہیں اُس مقام پر لیل و نہار کی پرچھائیں بھی نہیں ہوتی۔ جس مقام پہ وقت کا وجود ہی نہ ہو، وہاں اس کے پہلو بدلنے کا احساس بھی کیونکر ہو ـــــ مستقل جدائی کے کرب کی یہ کیفیت دیکھو چشتی میاں، کہ ہمارے سارے مرحوم احباب و اقربا ہمارے ساتھ ہی ہوتے ہیں ـــــ لیکن ہم تو تمھیں اپنے مرحوم دوست کی اس شام کی باتیں سنا رہا تھا ـــــ ہائے میں اس کی آواز کبھی نہ سن پاؤں گا۔ اُس نے مجھ سے کہا، دیکھو بھائی، اب ہم دونوں کا بھی چل چلاؤ ہے۔ تھوڑا تھوڑا مر کے اب ہم بھی باقی کیا رہ گئے ہیں، سو ہم میں سے کوئی بھی مرے، دوسرے کی باقی ماندہ موت اپنے آپ واقع ہو جائے گی۔

چشتی میاں اس سے پیشتر بدھو میاں کے جنازے پر بھی میں تھوڑا سا مر گیا تھا پر چند ایک سانسیں تو بچی رہ گئی تھیں، آج میں پورے کا پورا مر چکا ہوں۔ یقین نہ آئے تو میری نبض دیکھ کر اطمینان کر لو۔ میرے دل پہ ہاتھ رکھ کر دیکھ لو، مجھ میں ایک سانس بھی نہیں رہا اور ـــ اور ـــ اوروں کے ساتھ میں اپنے ہی جنازے کے پیچھے پیچھے چل رہا ہوں، اور ـــــ

چھوٹے حکیم صاحب نے بولنا بند کر دیا ہے۔ لیکن اس کے ہونٹ بدستور ہل رہے ہیں اور اُن کے چہرے پہ ـــــ ہاں، میں نے اُن کے چہرے کی طرف دیکھا ہے ـــــ موت کا گہرا سکون طاری ہے اور ـــ اور ـــــ آپ کو شاید یقین نہ آئے لمحہ بھر کے لیے چھوٹے حکیم صاحب کے چہرے میں مجھے مولوی وحید الدین مرحوم کی جھلک سی دکھائی دی ہے اور میں جھرجھری لے کر چھوٹے حکیم صاحب کے پہلو سے آگے سرک آیا ہوں۔

مولوی صاحب۔ ـــــ ٹھیکیدار بشیر احمد ریلوے کے ایک افسر نعیم الدین کی ڈاڑھی سے کھسر پھسر کر رہا ہے۔ مرحوم اس وقت میری اسکیم پہ عمل کرتے تو آج لاکھوں میں کھیلتے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہاں بھئی۔ نعیم الدین نے ہنسی دبا کر کہا ہے۔ مر کر بھی کوئی لاکھوں میں کھیل سکتا تو ضرور کھیلتے۔

ارے ہاں، دیکھیے نا، میرے ذہن نے ابھی تک قبول ہی نہیں کیا کہ مرحوم جنت میں بھی جا پہنچے ہیں۔ معاملہ تو ہم لوگوں کا ٹیڑھا ہوتا ہے بشیر بھائی۔ ایسے نیک آدمی تو اِدھر دم توڑتے ہیں اُدھر جنت میں جا قدم دھرتے ہیں۔

ہاں مولوی صاحب اللہ میاں کا حساب بڑا پکا ہوتا ہے۔ میں بھی یہی سوچا کرتا ہوں کہ یہاں تو ہم سبھی کو آسانی سے گول کر جاتے ہیں، وہاں کیا کریں گے؟ ——

کرنا کیا ہے؟ —— یہ دُنیا تو تم لوگوں کی جنت ہی ہے! وہاں بھی ہم جیسے بیوقوف فرشتے گھٹ جائیں گے۔ پر یاد رکھو بشیر بھائی! اب مجھے فرشتہ بنے رہنے سے کوئی دلچسپی نہیں۔ اپنے بل کی رقم منظور کروانا ہے تو پہلے ہمارا دس فی صد کا حصہ ادا کرو۔ اب کے پانچ فی صد سے کام نہیں چلے گا۔

اطمینان رکھیے مولوی صاحب، دس فی صد ہی ادا کروں گا۔ آپ بل کو فوری طور پہ نکلوا دیجیے، اتنی موٹی رقم رُکی رہی تو میری جان نکل جائے گی۔

تو کیا ہوا بشیر بھائی، بیوی کو ہدایت کر جانا کہ ڈاکٹر کو ڈبل فیس ادا کرے۔ وہ کسی اور کی جان تمھارے وجود میں ڈال دے گا۔

ہہ ہا ہہ —— اپنی ہنسی شروع کرتے ہی اچانک جنازے کی طرف دھیان جانے پہ بشیر احمد ہنسنے کو کھانسنے کی آواز میں تبدیل کرنے لگا ہے —— کھ — ہہ —— ہہ — کھا — کھوں! —— السلام علیکم چشتی صاحب! ——

وعلیکم السلام!

مجھے جنازے کو کندھا دینے کی خواہش ہونے لگی ہے۔ مولوی وحید الدین صاحب مرحوم مجھے بڑی چاہ سے شیخ سعدی پڑھایا کرتے تھے۔ اُن کے علم و ادب کی فراوانی میں غوطہ لگا کر میں نے وہ لعل و گہر پائے ہیں جن کے بغیر مجھے پتہ ہی نہ چلتا کہ میں کتنا مفلس ہوں۔

—— یا شفیع الوریٰ

اپنے استاد محترم کے جنازے کے قریب آ کر میں نے بائیں پشت کا سرا اپنے دائیں کندھے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پر ڈال لیا ہے۔

میری پشت پر چند لوگ سرگوشیاں کر رہے ہیں۔

ہاں، ملت کے یہی دو بوڑھے نشان باقی رہ گئے تھے، مولوی وحید الدین صاحب اور چھوٹے حکیم صاحب، سو ان میں سے بھی ایک چل بسا۔

ہاں، دوسرا بھی کب تک زندہ رہے گا؟

میں نے اپنے آپ سے کہا ہے کہ ان بے چاروں کو کیا پتہ کہ ایک کے جانے سے دوسرا بھی جاں بحق ہو چکا ہے۔ وہ لوگ بدستور باتیں کیے جا رہے ہیں اور میں بظاہر ان کی باتوں پر کان دھرے اپنی سوچ میں کھو گیا ہوں ——— وہ بھی ایک زمانہ تھا کہ آبادی اس قدر کم تھی، مگر ملت کا میلہ لگا رہتا تھا۔ آج آبادی کی کثرت سے سانس لینا بھی دشوار ہے۔ مگر ملت بے اولاد ہے اور بوڑھی ہو کر اسی حسرت سے چپ سادھے ہے کہ ایک بھی نام لیوا نہیں۔ ایک بھی ہوتا تو پھر ہوتے ہوتے میلوں کا سماں بندھ جاتا ——— اتفاق دیکھیے مولوی وحید الدین صاحب کے کوئی اولاد ہے نہ چھوٹے حکیم صاحب کے، ایک بار مولوی صاحب مرحوم نے مجھ سے کہا تھا، چشتی میاں، یہ تمھاری چچی ہے نا، خواہ مخواہ پریشان رہتی ہے۔ اوپر والے کی مرضی ہوئی تو ایک کیا، جڑواں جنے گی ——— ایک اپنے چھوٹے حکیم بے چارے کو دے دوں گا۔ بچے تو ساری ملت کے سانجھے ہوتے ہیں ——— ہے نا چشتی میاں؟ ——— ٹھہریے! ——— میں نے بوکھلائی ہوئی عجلت سے کان کھڑے کر لیے ہیں:

ہاں بھائی، خدا چھوٹے حکیم صاحب مرحوم کو ———

تو کیا چھوٹے حکیم صاحب ——— ؟ ——— کیا ——— ک ——— ؟

میرے پیچھے سے کسی نے جنازے کا سرا اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔

طبیعت تو ٹھیک ہے چشتی صاحب؟

یونہی ذرا چکر سا آ گیا تھا۔

ہاں، اس اچانک موت سے کون نہ چکرائے گا؟ ——— چھوٹے حکیم صاحب اپنی آخری سانسوں میں آپ کو بڑی محبت سے یاد کر رہے تھے۔

تو پھر میں ابھی ابھی کس سے ہم کلام تھا؟ ——— مولوی وحید الدین صاحب سے؟!

——— آپ کو پورا اختیار ہے کہ میری بات کو آپ کہانی سمجھ کر ٹال جائیں ——— میں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نے اپنی خوفزدہ آنکھیں بے اختیار پیچھے موڑ لی ہیں ـــــ مولوی وحیدالدین صاحب اب بھی وہاں نظر آجاتے تو سارا معاملہ واضح ہو جاتا۔ لیکن اس میں میرا کیا دوش کہ، انہی لوگوں میں گھرے ہوئے وہ ـــــ وہ ـــــ ۔ چھوٹے حکیم صاحب ہی چلے آرہے ہیں، اپنی ترکی ٹوپی کے پھندنے کے نیچے ساکن وجود کو کسی بھوت کے مانند اٹھائے ـــ پاؤں گھسیٹ گھسیٹ کر!۔؟ ہمیں بخشوا یا شفیع الوریٰ ـــــ

خوف کی شدت سے ایک بار پھر میں نے اپنا سر پیچھے موڑ لیا ہے ـــ ہاں، وہ چھوٹے حکیم صاحب ہی ہیں۔ آپ باور نہ کیجئے پر چھوٹے حکیم صاحب نے ابھی ابھی مجھے غلط نہیں بتایا کہ اوروں کے ساتھ وہ اپنے ہی جنازے کے جلوس میں شریک ہیں! ـــ نہیں، مجھے ٹوکیے مت ـ میں ـــ میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا۔ لیکن میں آپ کو سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں ـــ کیسے سمجھاؤں! دیکھیے ہم سب پر نظر دوڑائیے۔ ہماری ترکی ٹوپیوں کے پھندنے ضرور ہل رہے ہیں۔ لیکن جنازے کے سارے جلوس میں کسی ایک کو سانس لینے پر قدرت نہیں رہی اور ـــــ

اور ہم سب مُردے اپنی ساکن اور پاک زندگی کو کفن میں لپیٹ، کر قبرستان لیے جارہے ہیں!

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

رُتیں نہ رُکیں

ممی !

ہاں، ڈیڈی !

آؤ پھر اُن دنوں کے مانند پیار کریں جب ہمارا سرجو ابھی پیدا نہ ہوا تھا۔

ہمارا سرجو !

سرجو کو بھُول جاؤ ممی، میں کچھ اور کہہ رہا ہوں۔

اب کہنے سُننے کو باقی ہی کیا رہ گیا ہے ؟

وہی تو کہہ رہا ہوں۔ آؤ کچھ اپنی کہیں، کچھ اپنی سُنیں۔

سرجو ——

سرجو کو بھول جاؤ ممی، وہ ہمارا نہ تھا۔

ہاں، ہمارا ہوتا تو ہمیں چھوڑ چھاڑ کر اس اجنبی عورت کے ساتھ کیوں ہو لیتا؟ —

ایک بات پُوچھوں ڈیڈی ؟

بولو۔

جب بچہ بڑا ہو کر آدمی بن جاتا ہے تو وہ بچہ کہاں کھو جاتا ہے ؟

آدمی کے اندر ہی اندر کہیں ہوتا ہے ممی لیکن آدمی کو اتنا بڑا، اتنا سمجھ دار پا کر دیکا پڑا رہتا ہے۔

وہاں سے اُچھل کر ماں کی گود میں کیوں نہیں آجاتا ؟

کیسے آجائے ؟ ذرا بھی اچھل کود سے کام لے تو آدمی غصّے میں آکر اس کا گلا گھونٹ دے۔

ہاں، ڈیڈی، تم ٹھیک کہتے ہو۔ بچے کو ڈر لگتا ہوگا —— ہائے میں نے کبھی ڈر کو سرجو کے آس پاس نہ آنے دیا۔ بڑا ہو کر اب سرجو ظالم ہی بے بس بچے کا خون پیتا رہتا ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سرجو کو بھول جاؤ ممّی۔

ہاں، ڈیڈی، جب سرجو سرجو نہیں، سرجو کا بیری ہے تو میرا اس سے کیا واسطہ؟ میرا ناطہ تو صرف اس سہمے ہوئے بچے سے ہے جسے اس نے اپنی سمجھ بوجھ کے صندوق میں بند کر رکھا ہے ــــ کیا تم نے کبھی سوچا تھا ڈیڈی کو ہمارا سرجو اتنا سٹنگ دل نکلے گا؟ ــــ ارے مورکھ، اپنی سمجھ کے پٹ کھولو، معصوم کا دم گھٹ جائے گا! ــــ ڈیڈی، معصوم کا دم گھٹ جائے گا۔ میرے بچے کو بچالو! کیسے بچالوں، ممّی؟ سچ بتاؤں؟ سچائی کا حوصلہ ہے تو رو و نہیں۔ سنو۔ تمھارے بچے کو دم توڑے ایک عرصہ ہو گیا ہے۔ میں نے اُسے خود اپنی آنکھوں سے دَم توڑتے دیکھا تھا۔ روؤ نہیں! سنو! کئی سال پہلے کی بات ہے کہ اندھیری رات کو میں سرجو کی سمجھ بوجھ کا صندوق چُرا لایا اور اپنے کانپتے ہوئے چور ہاتھوں سے تالا توڑ کر اسے کھولا تو تمھارا بچہ بلک بلک کر دم توڑ رہا تھا۔

ہائے ڈیڈی، میرا بچہ تمھاری آنکھوں کے سامنے دم توڑ رہا تھا، مگر تم نے کچھ بھی نہ کیا۔

میں شرمندہ ہوں ممی کہ میں کچھ بھی نہ کر سکا۔ بس اپنی ساکن اور اداس آنکھوں سے اُسے دیکھتا رہ گیا، اور نہ معلوم کب تک یوں ہی دیکھتا چلا جاتا، لیکن سرجو نے مجھے رنگے ہاتھوں پکڑ لیا اور مردہ بچے کو بھینچ کر اپنی سمجھ بوجھ کا خالی صندوق اٹھا کے غصّے سے بڑبڑاتے ہوئے چلا گیا۔

ہائے تم کیسے باپ ہو ڈیڈی۔ میرے بچے کی جان نکل گئی، مگر ماں باؤلی کو کوئی خبر ہی نہیں۔

ایسی خبر پہنچانے کا حوصلہ صرف خدا کو ہی ہوتا ہے۔

لیکن خدا بہت دیر کر دیتا ہے۔

ہاں ممی، جن خبروں کو سُن کر ہم ہاتھ ملنے کے سوا کچھ نہ کر سکیں وہ خبریں خدا ہمیں دھیرے دھیرے پہنچاتا ہے، تاکہ ہم اپنے پورے قد کے ساتھ کھڑے ہو کر بالغوں کی طرح دھیرج سے انھیں قبول کر سکیں۔

کیا قبول کر سکیں ڈیڈی؟ ــــ سوگ کی خبروں کا خالی پن پرانا ہو ہو کر بھی کوئی شکل اختیار نہیں کرتا کہ ہمارے پھیلے ہوئے ہاتھ اسے چھو لیں۔

ہاں، لیکن سوگ سے ہم تا دیر بچے رہیں یا ہمیشہ بچے رہیں تو ہمارے اندر کے سارے رنگ باہر اچھل اچھل کر خالی پن کو پُر کرتے رہتے ہیں۔

لیکن پھر اچانک جب سوگ کا زلزلہ اٹھتا ہے تو ــــ

تو اتنی بڑی بستی کا بہت کچھ اجڑ جانے کے بعد بھی بہت کچھ باقی رہ جاتا ہے۔ اسی لیے تو

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میں نے تم سے کہا ہے ممّی، آؤ پھر اُن دنوں کے مانند پیار کریں جب ہمارا سرجو ابھی پیدا نہ ہوا تھا۔ جب ہمارا سرجو ابھی پیدا نہ ہوا تھا ڈیڈی تو ۔ تو مجھے ایسا لگتا تھا کہ وہ میری کوکھ میں آنکھیں بند کیے اپنے ننھے منّے پاؤں لگاتار ہلاتے ہوئے اپنی زندگی کے طویل سفر پر نکلا ہوا ہے اور وہ جہاں بھی ہے میری کوکھ میں ہی ہے۔ اُس کی کل کائنات یہیں میری کوکھ میں ہی آباد ہے۔

ہاں، ممی، اور جب تم نے اسے جنم دیا تو بھی مجھے لگا کہ وہ بدستور تمہارے باطن میں ہے اور تم بدستور اپنی آنکھیں بند کیے اس کے ہلتے ہوئے ننھے منّے پیروں کے ساتھ ساتھ اپنی ذات کی ساری منزلیں طے کر رہی ہو ——

لیکن ——

ہاں، ممی، لیکن جب اس نے چلنا پھرنا شروع کیا تو اسے الگ منزلیں آوازیں دینے لگیں۔ تم ابھی تک اپنی آنکھیں موندے چپکن سے پڑی تھیں، لیکن وہ اپنی ذات کی تلاش میں چپکے سے ان آوازوں کے پیچھے پیچھے ہو لیا تھا۔

ہاں، ڈیڈی، اور اب وہ بہت دُور نہ جانے کہاں پہنچا ہُوا ہے۔ اور میری آوازیں صرف میں ہی سُن رہی ہوں۔

تم اپنے ساتھ ہی تو ہو۔ پھر کیوں خواہ مخواہ اپنے آپ کو پکارے جا رہی ہو؟ جب تک میں تمہارے ساتھ ہوں ممی، میں تمہیں تم سے جدا نہیں ہونے دوں گا۔ مجھ پر بھروسہ کرو۔ اپنے آپ پر یقین رکھو۔

میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ میں کیا کروں۔ مجھے تم پہ پورا بھروسہ ہے۔ بتاؤ ڈیڈی، میں کیا کروں؟

کچھ بھی نہیں! تم کچھ بھی نہ کرو گی تو یقین کرو سب کچھ ہو جائے گا —— آؤ ممی، اپنا سارا دکھ بھول کر ہم پھر سے ان دنوں کے مانند پیار کریں ایک اور زندگی جینے کا عہد کریں اور —— اور —— ایک اور سرجو پیدا کرنے کا بھی —— آؤ ممی، پھر اپنے پیٹ میں اپنے بچے کی جنبش محسوس کر کر کے، پھر لوریاں گا گا کے اپنی ذات کی ان نئی منزلوں کو بھی سر کر لو —— شرماؤ نہیں ممی۔ آؤ!

لو، میں تو آ گئی ڈیڈی، لیکن مجھے ڈر لگتا ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس میں ڈر کی کیا بات ہے ؟

ڈر کی کوئی بات نہیں، لیکن ـــــ لیکن ہم چند ہی سال میں مر کھپ جائیں گے۔

تو کیا ہوا ؟ یہ چند سال تو اپنے ہیں۔

نہیں ڈیڈی، ہم مر کھپ گئے تو سوچو ہمارے منّے سے سرجو کی خبر گیری کون کرے گا۔ ہمارا خدا، ممّی ! ـــــ آؤ !

نہیں، دیکھو، مجھے ابھی سے ایسا لگ رہا ہے کہ میں مر گئی ہوں، تم بھی مر گئے ہو، اور ہمارا سرجو یتیم ہو گیا ہے ـــــ نہیں، ڈیڈی، میں تمھیں روک نہیں رہی ہوں، لیکن دیکھو، تمھارا پیار محسوس کر کر کے میں اپنے آپ پھر سے ماں بن گئی ہوں، دیکھو میری چھاتیاں اپنے آپ دودھ سے لبالب بھرنے لگی ہیں اور ـــــ اور ـــــ میرا جی چاہ رہا ہے کہ ـــــ کہ

ہاں ہاں، ممی، میں ابھی دوڑ کے پڑوس کے یتیم خانے سے تمھارے سرجو کو لاتا ہوں۔

●●

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میلے ملاقاتیں

ہاں، میں ہر ایک سے نفرت کرتا ہوں، ماں باپ سے، دوستوں سے، ہر ایک سے ——— نہیں، یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں کہ کسی سے نفرت نہ کروں؟ ——— نہ بابا، آپ کی بات مان لوں تو اکیلا ہو کے رہ جاؤں!

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پراپرٹی، شرافت، وغیرہ وغیرہ

شامو جیبیں کترتا، رامو چوری کرتا اور چنبیلی عزت بیچتی اور دن رات کی مشقت کے بعد وہ بڑی مشکل سے صرف اتنا ہی کماتے کہ پیٹ بھر کھانا یا کھانے کے نام پہ جو کچھ بھی مل جائے۔

وہ تینوں اکٹھے ہی رہا کرتے تھے۔ جب کوئی گاہک چانس جاتا تو چنبیلی بن ٹھن کر وہ وقت اس کے ساتھ بتا دیتی، نہیں تو بغیر بنے ٹھنے باری باری شامو اور رامو کی لگائی بن جاتی اور ان دونوں میں سے جس کی بھی باری ہوتی وہ اپنے کام دام پہ دھیان دینے کی بجائے دن بھر گھر ہی پہ پڑا رہتا۔ گھر ہی مال و متاع سے بھرا پڑا ہو تو کہیں اور کیوں جھک ماری جائے یہیں کیوں نہ نقب لگائی جائے یا نقبی چلائی جائے۔

"بڑے پکے چور ہو رامو، پتہ نہیں کب مجھے بے ہوش کر کے میرا سب کچھ لوٹ لیتے ہو" چنبیلی چور سے لپٹ پٹ کر بہت خوش ہوتی۔ لیکن کرتے جانے سے بھی اسے بڑی تحیر آمیز مسرت محسوس ہوتی۔ "بڑی صفائی سے دل پہ نقبی چلا جاتے ہو شامو، کوئی گاہک کبھی ذرا اچھا لگنے لگے تو اچانک معلوم ہوتا ہے کہ دل کو تو تم اڑا لے گئے ہو۔ اب اس بے چارے سے محبت کیسے کروں؟"

رامو اور شامو اپنے پیشے کے بادشاہ تھے مگر ان کی قسمت کا کیا کیجیے گا کہ آجکل لوگ گھر بار۔ ادھار سے چلاتے ہیں اور ان کی جیبوں میں مشکل سے بس کا کرایہ ہوتا ہے۔ لیکن لاکھ دیر ہو اندھیر تو نہیں۔ اب کے شامو ایک ہی ہاتھ میں پورے پانچ ہزار کا مال لایا ——— چنبیلی اور رامو اندر سے کھولی کی کنڈی چڑھا کر نامعلوم کیا کر رہے تھے کہ شامو اپنے سارے مال کو کسی اندرونی جیب میں سینے سے لگائے شراب کے نشے میں دھت آپہنچا اور دائیں پاؤں سے جو دروازے کو پورا زور سے ٹھوکر ماری تو دروازے نے ٹوٹنے سے بچنے کی خاطر ہڑبڑا کر اپنے آپ کو چوپٹ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کھول دیا اور رامو سرعت سے چنبیلی سے الگ ہو کر کھڑا ہو گیا لیکن شامو کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے پھر اُس سے جڑ کر بیٹھ گیا۔

لیکن تعجب ہے کہ آج شامو کی شرابی تیز نظروں نے بڑی شرافت سے خونیں ہو کر انھیں نگل جانا چاہا۔ اُس نے آگے بڑھ کر رامو کو چنبیلی سے پرے دھکیل دیا اور اس سے پہلے کہ رامو اپنی زبان کھولے نوٹوں کی گڈیاں نکال کر ان کی طرف پھینکنے لگا۔

"یہ لو ـــــ یہ اور لو! ـــــ یہ اور ـــــ یہ ـــــ! ـــــ!!"

چنبیلی اور رامو کی نظریں انبساط سے کانپ کانپ کر گڈیوں کی جانب اچھلتی رہیں۔

"کیا تمھیں اب بھی یقین نہیں آتا کہ میں نہایت شریف آدمی ہوں؟ ـــــ اور چنبیلی، تم ـــــ تم صرف میری بیوی ہو؟ اور ـــــ"

چنبیلی گویا خواب کی کیفیت میں چل کر شامو کے ساتھ آ کھڑی ہوئی اور رامو نوٹوں کی ایک گڈی کو اٹھانے کے لیے اُن کے پیروں کی جانب دیکھنے لگا۔

"خبردار، چنبیلی! ـــــ پہلے کان کھول کر سن لو کہ چنبیلی تمھاری کون ہے۔

ـــــ جانتے ہو، کون ہے؟"

رامو نے اپنے دونوں کان پکڑے اور اثبات میں سر ہلاتے ہوئے جواب دیا "ماں"۔

"ہاں، اور سنو، اپنی ماں سے تم نے منہ کالا کرنے کی کوشش کی تو تمھارا باپ اپنی پوری کی پوری قینچی تمھارے کلیجے میں گھونپ دے گا! ـــــ"

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جڑیں اور شاخیں

میں نے اپنی بیمار، مندی ہوئی آنکھیں کھولیں ہی ہیں کہ کسی نے میرے سامنے کی کھڑکی کے باہر سے یک لخت اپنا سر پرے ہٹا لیا ہے، نامعلوم کون ہے۔ دراصل میں نے یہی محسوس کر کے آنکھیں کھولی ہیں کہ کوئی مجھ پر ٹکٹکی باندھے ہوئے ہے۔ جب سے میری بیماری نے گھمبیر صورت اختیار کی ہے مجھے اکثر لگتا ہے کہ میری طرف سے کوئی ایک ٹک دیکھے جا رہا ہے لیکن مجھے اپنے پاس کوئی دکھائی نہیں دیتا، سوائے اپنی حاملہ بیوی کے، جو مجھے اپنی آنکھوں سے برآمد ہوتے ہوئے پاکر زرد رو مسکراہٹوں سے میرا استقبال کرتی ہے اور اس وقت اُسے خوف لاحق ہوتا ہے کہ میں بس تھوڑی دیر کے لیے ہی آیا ہوں۔ اب کے جا کے پتہ نہیں میرا کب لوٹنا ہو، یا شاید کبھی نہ لوٹنا ہو۔

میں اپنی آنکھیں پھر موند لی ہیں۔ شاید غیر ارادی طور پر اُس ٹکٹکی باندھنے والے کی موجودگی محسوس کرتے، اُسے ذرا سا دیکھ لینے کے لیے، مگر مجھے کھڑکی کے باہر کچھ بھی نظر نہیں آ رہا ہے، صرف آسمان ہے، آسمان کا خالی پن، اُوپر سے اُتر اُتر کر میرے کمرے میں گھستا چلا آ رہا ہے اور میرے وجود میں امنڈنے لگا ہے اور میں وہیں کا وہیں ہوں لیکن اُس خالی پن میں ڈوب کر غائب ہو گیا ہوں اور جہاں بھی ہوں وہاں سے مجھے اپنے کمرے میں لیٹے ہونے کا احساس ہو رہا ہے۔

شاید ابھی ابھی اچانک میری موت واقع ہو گئی ہے اور مجھے پتہ نہیں چلا کہ میں مر چکا ہوں۔ اسی بستر پر لیٹے، آنکھیں بند کیے بدستور کھڑکی کا باہر دیکھے جا رہا ہوں اور مجھے کچھ بھی نظر نہیں آ رہا ہے ـــــ نہیں! ـــــ وہ ـــــ دیکھیے سنگترے کے درخت کی وہ شاخ آگ آگ کر میری کھڑکی تک آ پہنچی ہے اور میری طرف اس قدر تعجب سے دیکھ رہی ہے کہ مجھے ڈر لگنے لگا ہے اس کی پھیلتی ہوئی نظریں پھٹ کر رہ جائیں گی ـــــ ارے! میری آنکھیں تو پوری کھلی ہوئی ہیں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں نے انھیں بند کر لیا تھا۔ یہ اپنے آپ کیونکر کھل گئیں؟ اس بیماری میں اپنی بینائی پر میرا قابو نہیں رہا۔ اکثر ایسے ہوتا ہے کہ میں اپنی دانست میں آنکھیں بند کیے ہوتا ہوں، لیکن وہ چوپٹ کھلی ہوتی ہیں ـــــ نہیں ـــــ کل یا پرسوں۔ پتہ نہیں کب کا ذکر ہے ـــــ گزشتہ کئی دنوں سے میری یادداشت جواب دیے جا رہی ہے ـــــ کہ میں نے اپنی بند آنکھوں سے اپنی بیوی کو پورے سنگار میں اپنے سامنے کھلکھلا کر ہنستے ہوئے دیکھا اور مجھے شک گزرا کہ مجھے دھوکا ہو رہا ہے اور میری آنکھیں حسب سابق کھلی ہوئی ہیں لیکن اُس وقت میں واقعی اُسے مندی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ میں نے آنکھیں کھول کر اُسے بے اختیار آواز دی تو گربھوتی بھاگی بھاگی آگئی۔ اور اس کے خوابناک پیکر کو بھول کر میری نگاہ اُس کے پیٹ پر جم گئی۔ آجکل اُس کے وجود کی طرف میری نظر اُٹھتی ہے تو جہاں سے اٹھے وہاں سے سرک کر ممتا سے اس کا پیٹ سہلانے لگتی ہے! اور گھڑی بھر کے لیے میری طویل بیماری اس کے ذہن سے محو ہو جاتی ہے اور اسکی اداسی کہیں چھپ جاتی ہے اور مجھے اس کے پیٹ پر اس کا شرم سے تمتماتا ہوا چہرہ دکھائی دینے لگتا ہے ـــــ اور میں اُسے آنکھوں ہی آنکھوں میں پیار کرنے لگتا ہوں تو مسرت سے ٹھٹک جاتا ہوں اور مجھے لگتا ہے کہ میں بیمار نہیں ہوں۔

کھڑکی کے باہر سنگترے کی شاخ کے سرے پر ایک نئی کونپل نے سر جھٹکا ہے تو مجھے پھر یہی معلوم ہوا ہے کہ باہر سے میری طرف گھورتے ہوئے کوئی اچانک پرے ہٹ گیا ہے۔

کون ہے؟

اور کون؟ یہی شاخ جو مجھے دیکھنے کی بے چین خواہش مجھے اپنے باطن سے اُگ اُگ کر کھڑکی کی طرف کھینچی آ رہی ہے اور مجھے دیکھ کر فرطِ حیرت سے جوں کی توں رُکی رہ گئی ہے۔

سنگترے کے درخت نے ابھی تک مجھے ہمیشہ گھر کے باہر دیکھا تھا، اپنے پیروں پر سیدھا اس کے نیچے کبھی اسی کے مانند پاؤں دبا کر میں اُسے پیار سے دیکھنے لگتا تو اسکی سرسبز شاخیں کھلے بالوں سے جھوم جھوم کر میری آنکھوں میں ہریالی بونے لگتیں اور کبھی اپنے دھیان میں اسکے نیچے سے گزر جاتا تو کئی البیلی آوازیں تھوڑی دُور تک میرا پیچھا کرتیں ـــــ ٹھہرو! ـــــ ٹھ ـــ!۔

گذشتہ موسم پر وہ پھل سے اتنا لد گیا کہ میرے قدم اس کے سائے میں از خود ذرا سے رک جاتے ـــــ اور اسی اثنا میں اس کی کوئی ٹہنی بڑی محبت سے مجھ پر جھک آتی اور کوئی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پکا ہوا سنگترہ اس پہ سے لٹک کر میرے سوکھے ہونٹوں کو چھونے لگتا۔

"کھا لو!"

لیکن میں کوئی کام دام یاد آنے پہ عجلت میں آگے بڑھنے کی سوچنے لگتا۔

"کھا کے جاؤ نا! ــــ"

مجھے معلوم ہے سنگترے کے اس درخت کو مجھ سے بہت محبت ہے، ایک دفعہ وہ مجھ سے کہنے لگا، تم مجھے اتنے اچھے لگتے ہو کہ جی چاہتا ہے تم بھی میری طرح درخت ہوتے ــــ لیکن میں تو انسان ہوں ــــ ہاں یہی دکھ ہے۔ درخت ہوتے تو اس طرح بھاگے بھاگے کیوں پھرتے، بار بار کہیں چلے جاتے ہو اور بار بار یہیں لوٹ آتے ہو۔ مجھے یہی فکر رہتی ہے، شاید اب کے نہ لوٹ پاؤ گے۔ لوٹنا بہت اچھا ہے، پر لوٹنا ہی ہے تو جایا ہی کیوں جائے؟ اگر تم درخت ہوتے تو تمہیں کہیں نہ جانا ہوتا۔ لیکن میں درخت نہیں ہوں ــــ ہاں، یہی تو دکھ ہے ورنہ یہاں ہوتے سدا وہیں ہوتے اور ہر موسم پہ تمہارا بدن ان گنت سنگتروں سے بھر جاتا۔ جو تمہاری شادکامی محسوس کر کر کے سونے کے رنگ میں پکتے رہتے ــــ ہاں، ہم عمر بھر شادکام سیدھے کھڑے رہیں تو ہمارا پھل میٹھا ہوتا جاتا ہے لیکن ــــ میں درخت نہیں ہوں ــــ ہاں، یہی تو دکھ ہے ــــ تمہیں جو بھی ہو کسی بیج سے ہی پھوٹے ہو، اسی لیے جو بھی ہو، درخت ہی ہو، ہاں، درخت ہی ہو، پیارے!

سونے کے رنگ کا ایک سنگترہ میرے ہونٹوں سے جھول رہا تھا۔

"کھا لو نا! ــــ"

میں نے سنگترہ توڑنے کے لیے ہاتھ بڑھایا اور مجھے لگا کہ میری کوئی شاخ میرے ہی پھل کو توڑ رہی ہے۔

"سی۔ی۔ا" سنگترہ ٹوٹا تو مجھے درد سا محسوس ہوا لیکن میرے منہ میں میرے وجود کا شہد بھی گھل رہا تھا۔

"کچھ ٹوٹ جانے پر درد بھی محسوس نہ ہو" سنگترے کا درخت مسکراتے ہوئے گویا ہوا، "تو یہ پتہ کیسے چلے کہ وجود بے جان نہیں ہے"

سنگترہ کھاتے ہوئے مجھے وہ سارے کام بھول گئے جنھیں انجام دینے کے لیے میں تیزی سے گھر سے باہر نکلا تھا۔ وفورِ لذت سے میرے پاؤں زمین میں گڑ گئے اور میری کل خارجی حرکت اپنے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

آپ رُک گئی، لیکن جوں جوں سنگترے کا رس میرے حلق سے نیچے اُتر رہا تھا میرے باطن کی زندگی حرکت پذیر ہونے لگی تھی اور میں زمین میں سے اُگ اُگ کر لہرانے لگا تھا۔

درخت کی ایک اور شاخ میرے منہ کے پاس جھول جھول کر مجھے ایک اور سنگترہ کھانے کی دعوت دے رہی تھی۔

"تمھارا چہرہ اتنا ہرا بھرا نکل آیا ہے کہ جی چاہتا ہے تمھیں اپنی شاخوں میں لپیٹ کر چوم لوں۔"

میں درخت کی گنجان شاخوں میں سرک آیا۔

"اپنی بھاگ دوڑ بھول کر سدا یونہی سیدھے کھڑے رہو۔ پہلے ہی موسم میں تمھارے سارے بدن پر میٹھے میٹھے سنگترے آنا شروع ہو جائیں گے۔"

"مگر میں کوئی درخت تھوڑا ہی ——" پر مجھے محسوس ہو رہا تھا کہ میں دراصل درخت ہی ہوں۔

"تم درخت ہی ہو پیارے۔ بس اک ذرا گرم و سرد میں کھڑے کھڑے انتظار کیے جانا سیکھ لو۔"

میں اپنے بستر پر لیٹا ہوا ہوں اور میرے کان اچانک سرگوشیوں کی سرسراہٹ محسوس کر کے کھڑے ہو گئے ہیں اور لمبے لمبے ہو کر کھڑکی تک آ گئے ہیں جس کے باہر سے وہ اکیلی شاخ ہکی بکی سی میری طرف دیکھے جا رہی ہے اور اس کے پیچھے دوسری شاخیں (میں نے اپنی سماعت کی آنکھوں سے دیکھا ہے، ایک دوسرے میں سر اُلجھا کر دبی دبی باتیں کر رہی ہیں۔

"اری اس سے کہو کچھ، ہمیں بتائے۔"

"کس سے؟"

"ہماری اُس سے، جو اُسے دیکھنے کے لیے وہاں کھڑکی تک جا پہنچی ہے۔"

"ہاں، اگر ہمیں واقعی کہیں پہنچنا ہو تو ہم بے اختیار لمبی ہو ہو کر عین وہاں جا پہنچتی ہیں۔"

"تو پھر ہم کیوں یہاں رہ گئی ہیں؟"

"وہ جو وہاں جا پہنچی ہے۔"

"کاش ہم بھی ذرا سا آگے ہو کے اُسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتیں۔"

"وہ جو دیکھ رہی ہے۔"

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

"ہاں، ہم میں سے کوئی بھی دیکھ لے۔ ہم سبھی کو نظر آنے لگتا ہے۔"

"کیا وہ وہی ہے؟"

"ہاں دیکھو بے چارہ چت گرا پڑا ہے۔"

"کتنا خوبرو تھا، کتنا طاقتور! اپنی جڑوں سمیت چار سو گھومتا پھرتا۔"

"ہاں، نامعلوم کیونکر کھڑے کھڑے گھومتا پھرتا۔"

"اور اس کے بدن کی ساری شاخیں لہلہاتی رہتیں۔"

"مگر اب اس کی جڑیں مر گئی ہیں تو ایندھن بن کر ساکن لیٹ گیا ہے۔"

"نہیں، ساکن نہیں، ذرا ذرا ہل رہا ہے۔"

"تو کیا ہوا؟ گھڑی دو گھڑی کی بات ہے، ایک بار لیٹ جانے پہ درخت پھر کھڑا تھوڑا ہی ہوتا ہے۔"

"تو کیا وہ سچ مچ مر گیا ہے۔" اس بھولی بھالی شاخ کی آواز اتنی کچی اور کومل ہے کہ میرا بے اختیار جی چاہا ہے کہ کمرے کے باہر نکل کر میں بھی اُن کی گفتگو میں شریک ہو جاؤں، کیا تم میری موت کا ذکر چھڑے ہوئے ہو؟" ـــــ اور مجھ پہ میرے بھوت کا گمان کر کے اُن کے اندر ہی اندر خوف کی آندھی اٹھنے لگے اور ان کے پتوں میں منہ چھپا کر چین سے لٹکتے ہوئے کچے پکے سنگترے دیکھتے ہی دیکھتے زمین پر آگریں۔

مجھے خوشی ہو رہی ہے کہ اپنی بیماری اور نقاہت کے باعث میں بستر سے اٹھنے سے معذور ہوں۔ ورنہ میں اُٹھ کر واقعی باہر سنگترے کے درخت کے پاس آکھڑا ہوتا ـــــ نہیں، ٹھہریئے میری پرچھائیں سی بستر سے اٹھی ہے اور اُس نے باہر کے دروازے کی طرف مڑنے سے پہلے مسکرا کر بستر پر میرے وجود کی طرف دیکھا ہے اور دروازے سے نکل کر باہر آگئی ہے۔ اور کمرے میں لیٹے لیٹے میں نے دیکھا ہے کہ میں باہر سنگترے کے درخت کے پاس کھڑا ہوں اور ساری شاخیں بدستور سر جوڑے اپنی باتوں میں منہمک ہیں۔ میں نے ذرا کھانس کر انھیں اپنی طرف متوجہ کرنا چاہا ہے لیکن آسیب کی کھانسی آواز ہو تو وہ آسیب کیونکر ہو؟ ـــــ میرا وجود یہاں کمرے میں ہے اور میں یہاں باہر کھڑا ہوں اور مجھے ڈر ہے کہ اپنے وجود میں لوٹنے کی بجائے کہیں اور نہ ہو لوں۔

مجھے شاخوں کی بات چیت صاف سنائی دے رہی ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

"اُس کی آنکھیں تو ویسی ہی کھلی پڑی ہیں۔"

"نہیں، میں ——"

"میں تو کچھ نہیں، سیدھی سی بات ہے کہ زندہ ہوتا تو اُوپر سے نیچے تک ایک سیدھ میں کھڑا ہوتا۔"

"اور اُس کے دائیں بائیں دونوں شاخیں آگے پیچھے لہرا رہی ہوتیں۔"

"ہاں، جب وہ اپنی جڑوں کو اپنے اندر سمیٹ کر چلنے لگتا ہے تو ایسے ہی ہوتا ہے۔"

"ہاں، اور اُن شاخوں کے بالائی مرکز سے اُبھرتی ہوئی گول مٹول شاخ جھومنے لگتی ہے۔"

"اور اُس گول مٹول نقش بند شاخ کے اوپر بے حساب سیاہ ریشے اُڑنے لگتے ہیں۔"——

"ارے! —— پہلے پہل ہمارے باپ دادا بھی تو ایسے ہی ہوا کرتے تھے۔"

تو پھر ہمارے باپ دادا میں سے ہی کوئی پھر سے مرا ہے۔ آؤ، پہلے پھوٹ پھوٹ کر رو لیں تاکہ وہ جہاں بھی ہے ہمارے رونے کی آواز سے ازسرِ نو جی پڑے۔"

"ہاں، آؤ!"

"آؤ!"

یہ بھی موت ہی کی واردات ہے کہ ہم اور وہ کے خیال میں مر چکے ہوں۔ لیکن اگر میں زندہ ہوں تو یہاں اپنے بستر پر نیم بے ہوشی کی حالت میں آنکھیں کھولے (یا آنکھیں موندے) پڑا ہوں اور یہاں میری بدحواس پرچھائیں سنگرتے کے درخت کے سبھی شاخوں کو زار و قطار روتے پاکر مجھے یکسر بھول گئی ہے اور نہ جانے کدھر جانے کو مڑی ہے اور میں نے یہاں لیٹے لیٹے اُسے آواز دینا چاہا ہے۔ لیکن نقاہت سے ہونٹ چپ چاپ ہلا کر رہ گیا ہوں۔ میری پکار بے آواز ہو کر رہ گئی ہے۔ مگر آنکھوں میں کچھ دم باقی ہے اور میں نے دیکھا ہے کہ کھڑکی پر جھکی ہوئی اس شاخ نے میرے چہرے پر ٹکٹکی باندھ رکھی ہے۔ اُس کی آنکھوں میں پانی بھرا ہوا ہے لیکن منہ بند ہے۔ شاید وہ اپنے طور پر کچھ سمجھ کر اپنے تحیر پر قابو پا چکی ہے اور اُس کے بدن سے پھوٹتے ہوئے پتوں کی شادابی اس کی گھورتی ہوئی اداسی سے خاموش سی خوش رنگی اختیار کرتی جا رہی ہے۔

مجھے کسی دوسری دُنیا سے محسوس ہو رہا ہے کہ میرے آس پاس کئی لوگ جمع ہو رہے ہیں۔ میں نے آنکھیں کھول کر (یا شاید میری آنکھیں بند ہیں) انھیں پہچاننے کی کوشش کی ہے اور اس

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کوشش میں ناکام ہو کر ایک بار پھر کھڑکی کے باہر دیکھا ہے، یا اگر مجھے دیکھنے پر قدرت نہیں رہی تو بینائی چھن جانے کے باوجود اپنی بینائی کی عادت کی بدولت دیکھنے لگا ہوں کہ سنگترے کی وہ ٹہنی اپنی ٹکٹکی سے ہی کھنچ کھنچ کر، لمبی ہو کے کھڑکی کے اندر آگئی ہے اور مجھ پر جھکی ہوئی ہے اور اس کی بڑی بڑی اداس آنکھوں کے کناروں سے پانی چھلک رہا ہے، چھلکتا جا رہا ہے ۔۔۔ نہیں ۔۔۔ یہ ۔۔۔ یہ تو میری حاملہ بیوی ہے ۔۔۔ نہیں، وہی ٹہنی ہے ۔۔۔ نہیں، یہ پھولا ہوا پیٹ میری بیوی کا ہی ہے۔ وہ مجھ سے بے اختیار لپٹ رہی ہے ۔۔۔ اور ۔۔۔ اور پھر مجھے اپنی سُدھ بدھ نہیں رہی ہے ۔۔۔ اور جب ہوش آیا ہے تو میں نے آپ کو یہاں اس کی کوکھ میں نو بہ نو اور تندرست پایا ہے اور میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ آخر ہوا کیا ہے۔ جو میری ماں پیہم روئے جا رہی ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پیش قدم

سیدھی سیدھی باتیں کرو دوستم۔

ہاں دوستم، سیدھی باتیں بڑی انوکھی ہوتی ہیں۔

ہاں، کتنی انوکھی بات ہے کہ ساری عمر تمھارے دیکھنے میں ایک بھی گدھا نہیں آیا۔

تو کیا تمھیں شبہ گزرا ہے کہ میں جھوٹ بول رہا ہوں؟

شبہ بھی گزرا ہو دوستم تو خدا کا شکر ہے کہ مجھے یا تمھیں کوئی نقصان پہنچائے بغیر گزر گیا ہے۔

نہیں، خدا تمھیں معاف کرے، تم جھوٹ بول رہے ہو ـــــ نہیں تم جھوٹ بول رہے ہو لیکن تمھیں معلوم نہیں کہ تم جھوٹ بول رہے ہو ـــــ سچ یہ ہے کہ شبے کی اپنی کوئی راہ ہوتی ہی نہیں کہ کسی کو نقصان پہنچائے بغیر چپکے سے گزر جائے۔

ہاں، تم ٹھیک کہتے ہو دوستم، راہیں تو درویشوں کی ہوتی ہیں جنھیں شبہ اپنی دونوں بانہیں پھیلا کر روک لیتا ہے۔

تو اس جہنمی روح کو فوراً لاٹھی سے پرے ہانک دو۔

ہاں، ہم باایمان لوگوں کا شیطان سے کیا واسطہ؟

ہاں، پر ابھی تک میرا اطمینان نہیں ہوا۔ کیا واقعی عمر بھر تمھارے دیکھنے میں ایک بھی گدھا نہیں آیا؟

کوئی ہوتا تو دیکھنے میں بھی آجاتا دوستم۔ اس میں میرا کیا دوش؟

نہیں دوستم، خوابیدگی سے بچنا ہو تو اپنی سمجھ پر تکیہ مت کرو۔ جو دیکھنے میں نہیں آتا وہ بھی ہوتا ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کیا تم مجھے اتنا ہی گدھا سمجھتے ہو کہ میں یہ بھی نہ جانتا ہوں ؟

اتنا نہ سہی دوستم، بس اتنا ہی سہی جتنا گدھا ہوتا ہے۔

پر میں نے اسے کبھی دیکھا ہی نہیں۔

کوئی بات نہیں، راستے میں کوئی تالاب آیا تو ذرا سا پانی کی طرف جھک کر دیکھ لینا۔ اتنا بھلا ہے کہ جو اُسے دیکھ لیتا ہے اُسے خود شناسی کے سارے وسائل میسر آجاتے ہیں۔

خدا مجھ پر رحم کرے دوستم۔ میں کتنا بدنصیب ہوں کہ ان وسائل سے محروم رہا۔

آنکھیں کھول کر چلنا سیکھو گے دوستم تو قدم قدم پر وسائل ہی وسائل میسر آئیں گے۔ میں تمھیں آج ہی کا واقعہ سناتا ہوں۔ صبح صبح رفع حاجت سے فارغ ہو کر میں اپنے بارے میں بڑی محبت سے سوچتے ہوئے کسی کچی کچی راہ پر چلا جا رہا تھا، بڑا خوش خوش، اپنی خوشی سے اندھا اندھا سا، اسی دوران اچانک میں رینکنے کی صدا سن کر چونک پڑا، لیکن پھر اس خیال سے مسکرانے لگا کہ ہو نہ ہو، مجھے کہیں اپنے ہی اندر سے یہ صدا سنائی دی ہے ـــــ

سیدھی سیدھی باتیں کرو دوستم۔

سیدھی ہی تو ہیں، اسی لیے تمھیں انوکھی معلوم ہو رہی ہیں۔ ذرا سوچ کر بتاؤ، اگر یہ بے ضرر، شریف جانور کہیں میرے اندر ہی موجود نہیں تو تمدن کی آراستہ شبہوں میں گھرتے ہی مجھے یہ خواہش کیوں ہونے لگتی ہے کہ بے تحاشہ رینکنا شروع کر دوں ـــــ ہاں، تو میں کہہ رہا تھا دوستم کہ مجھے گدھے کے رینکنے کی یہ صدا اپنے اندر سے ہی سنائی دی تھی۔ میں نے بدستور مسکراتے ہوئے اپنے اندر جھانکا اور دیکھا کہ بڑے چاؤ اور ربط سے اپنے آپ کو اپنے نیچے اوندھا لٹائے ہوئے ہوں۔ خدا بچائے، اپنی ذات کی محبت میں اس طرح بہہ نکلیں تو ڈوب مرنے کے سوا کوئی چارہ ہی نہیں رہتا ـــــ آں کھ ـــــ چیں ـــــ آں کھ۔ چیں ـــــ نہیں، رینکنے کی صدا دراصل میرے سامنے بائیں طرف سے آ رہی تھی، جہاں ہمارے یہ سفید ریش بزرگ بڑی انکساری سے کھڑے تھے اور بڑی عاجزانہ بلند آواز سے مجھے اپنی طرف متوجہ کر کے چوکنا کرنا چاہ رہے تھے کہ اس خود اختلاطی کے عالم میں سیدھا جہنم میں نہ جا نکلوں۔

واہ، دوست ہو تو ایسا ہی ہو دوستم، جو جہنم سے بچالے۔

ہاں دوستم، پر تمھیں کیا فائدہ ؟ اپنی بھوک سے پاگل ہو کر سارے گدھوں کی نسل کا بیج اپنے پیٹ میں اتار لے گئے ہو اور اپنے ہی چہرے میں اگتے رہتے ہو۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تو پھر میں کروں دوستم ؟

پیٹ کاٹ کر اس بیج کو باہر دھرتی میں بو دو دوستم ۔ یہ پودا اونچا ہو کر اپنے پیروں پر چلنے پھرنے کے قابل ہو جائے گی تو اسکی آباد کاری سے جہنم سمٹ سمٹ کر بالآخر معدوم ہو جائے گا ـــــ جلدی جلدی اپنا پیٹ کاٹو دوستم ۔

لاؤ ، چاقو لاؤ دوستم ۔

لو دوستم ، اپنے ہی ہاتھ سے کاٹو ـــــ لو ! ـــــ آہستہ آہستہ ـــــ نہیں تیزی نہیں کرو ـــــ اور آہستہ ـــــ ! ـــــ دوستم درد تو محسوس نہیں ہو رہا ہے ؟

ہو تو رہا ہے پر خدا کی قسم ، اتنا لطف آفریں درد ہے کہ اس کے بند ہونے پر بے چینی سے پاگل ہو جاؤں گا ۔

تخلیق کا درد ہے دوستم ، لطف آفریں تو ہوگا ہی ـــــ آؤ ، اب تمہارے لیے دودھ کا بندوبست کرتے ہیں ۔ کمزوری سے جان نکل رہی ہوگی ۔

نہیں دوستم ، جان لوٹ رہی ہے ۔ خدا مجھے کفر سے بچائے ، مجھے لگ رہا ہے کہ میں خدا ہو گیا ہوں ۔

ہاں ، تم اگر محض اپنی ذات نہیں رہے تو اپنے نیک جذبوں کے مانند دائم ہو گئے ہو ۔

ہاں ، خدا کرے ہمارے نیک جذبے دائم رہیں ۔

وہ دیکھو دوستم ، اُس گائے کے تھن کتنے بھرے بھرے ہیں ! ـــــ آؤ اس کا دودھ دوہ لیتے ہیں تاکہ تم اپنی کمزوری پر حاوی ہو سکو ۔

نہیں ، دوستم وہ دیکھو اُس کا بچھڑا اُس کے پیچھے بھاگا چلا آرہا ہے ـــــ وہ بچھڑا اپنی ماں کے تھنوں سے اپنا منہ چھوئے گا تو میں اپنے آپ کمزوری پر حاوی ہو جاؤں گا ۔

خدا کی قسم ، اب مجھے تمہاری روحانی توانائیوں سے متعلق قطعاً کوئی شک نہیں رہا ۔

نہیں دوستم ، میں بڑا کمزور آدمی ہوں ـــــ تم گدھے ہو جو ـــــ

ہو دوستم ، گدھا تو تمہارے دیکھنے میں کبھی آیا ہی نہیں ، پھر تم نے مجھے کیونکر پہچان لیا ؟

اس طرح دوستم ، کہ تم نے مجھے جہنم کی صعوبت سے بچا لیا ۔

ہاں ، نہیں ہم گدھے بنتے ہیں اپنی کی محبت کی بدولت جنت آباد ہے ـــــ میں تمہیں ایک نعمت سناتا ہوں ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نہیں دوستم، اب مجھے قصوں سے کوئی دلچسپی نہیں رہی۔ اس وقت زندگی کے عین مرکز میں پہنچ کر مجھے ہر شے اتنی صاف نظر آنے لگی ہے کہ ڈرتا ہوں۔ جھوٹ موٹ کی کرچیوں سے اندھا ہو جاؤنگا۔

ڈرو نہیں دوستم، ڈر ہی کی جڑوں سے جھوٹ موٹ اُگ کر بڑا ہوتا ہے۔

تو پھر مجھے جھوٹ موٹ کے قصے کیوں سناتے ہو؟ سیدھی سیدھی باتیں کرو۔

ہاں دوستم، سیدھی باتیں بڑی انوکھی ہوتی ہیں۔ میں ایسی ہی ایک بات سنانے جا رہا ہوں۔

تو سناؤ۔

میرا ایک باپ تھا ــــــ

وہ تو ہر ایک کا ہوتا ہے، اس میں انوکھا پن کیا ہے؟

یہی تو انوکھا پن ہے کہ ہر ایک کا ایک ہی باپ ہوتا ہے۔ کوئی دس، بیس یا پچاس باپ بنانے پر بھی اس کا باپ وہی ایک ہوتا ہے۔ جو اُس کا حقیقی باپ ہو۔

ہاں، تم ٹھیک کہتے ہو دوستم، ہر ایک کا حقیقی باپ تو ایک وہی ہے۔

ارے ہاں، ہم سب کا باپ تو وہی ایک ہے۔

ہاں، اور ایک اسی کی بدولت ہم سب ہیں۔

ہاں، سبھی گدھے اور انسان۔

ہاں، جو اپنے آپ کو گدھوں سے برتر سمجھتا ہے وہ انسان نہیں ہے۔ لیکن میری بات تو بیچ ہی میں کھو گئی دوستم۔

ہاں، پہلے اپنی بات سنا لو، پھر سیدھی سیدھی باتیں کریں گے۔

میری بات بھی بڑی سیدھی ہے دوستم۔

ہاں، سیدھی بات بڑی انوکھی ہوتی ہے ــــــ سناؤ!

سنو دوستم، میرے باپ کو گدھے پالنے کا بڑا شوق تھا۔ اُس نے ساری عمر یونہی گزار دی کہ کسی طرح اسی کے گدھے پلتے رہیں۔ میرا بڑا بھائی کڑھتا رہتا کہ یہ بھی کوئی شوق ہے۔ کہ آدمی گدھوں کی پال پوس میں ہی تلف کر دے ــــ ابا، اس ناپاک مخلوق کو اپنے حال پر چھوڑ دیجیے اور یہی وقت خدا کی عبادت میں صرف کر کے ثواب کمائیے ــــــ پسرم، ثواب کمانے کا دھندا کرنے کو تمکیں تو خدائے پاک کی سلطنت تک پہنچنے سے پہلے ہی دم ٹوٹ کر رہ جاتا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہے ـــــ نہیں ابا، آپ میری بات مان جائیے، ورنہ انھیں باہر دھکیلنے کے لیے مجھے لاٹھی سے کام لینا پڑے گا۔ آپ کو یہ فیصلہ کرنا ہی ہوگا ابا، کہ یہ گدھے آپ کو عزیز ہیں، یا میں ـــــ سنو میرے پسر کلاں، تم اپنی پچھلی دو ٹانگوں پر سیدھا ہونے کی مشق کر کر کے واقعی بڑے اونچے نکل آئے ہو، لیکن یہ سراسر ظلم ہوگا کہ جو بیچارے اپنے دونوں ہاتھوں سے اگلی ٹانگوں کا کام لینے پر مجبور ہیں، میں انھیں باہر دھکیل دوں ـــــ آپ نہیں دھکیلیں گے تو ان کے لمبے لمبے کانوں سے پکڑ کر میں انھیں باہر پھینک دوں گا ـــــ خدا نے انھیں اس لیے لمبے لمبے کان دیے ہیں مورکھ، کہ ان میں انسانی شفقت کے بیشتر الفاظ سما پائیں ـــــ

واہ، کیا انوکھی بات ہے دوستم!

نہیں، سیدھی سی بات ہے۔

ہاں، سیدھی بات بڑی انوکھی ہوتی ہے ـــــ پھر کیا ہوا؟

معجزہ، دوستم! ـــــ کیا یہ معجزہ نہیں کہ اس وقت تم میرے باپ کے پالے ہوئے انہی گدھوں میں سے ایک سے ہمکلام ہو؟

اگر تمھیں لگتا ہے کہ تمھارے کان خالی ہیں تو اپنے وجود کے ٹکڑے کر کر کے انھیں بھر دیتا ہوں۔

نہیں، کوئی گدھا بھی ـــــ بلکہ گدھا ہی ـــــ اپنے دوستوں کا بدخواہ نہیں ہوتا۔ میں تمھیں ہمہ تن بہ گوش کیے ہوئے ہوں۔ بس اب اپنے گدھے سے مخاطب ہو کر بولتے چلے جاؤ۔

میں تم سے اتنی محبت کرنے لگا ہوں دوستم، کہ مجھے محسوس ہو رہا ہے میں ہی تمھارا باپ ہوں۔

ہاں دوستم، وہ تو بیچارہ مر کھپ گیا ہے، اب جو ہو تم ہی ہو۔

تم واقعی گدھے ہو۔ اگر تمھارا باپ مر گیا ہے تو میں کون ہوں؟

ہاں، مرا کھپا صرف میرا بڑا بھائی ہے، تم تو جوں کے توں ہو ـــــ ہاں تم ہی میرے باپ ہو ـــــ

ـــــ السلام علیکم، پدرم!

وعلیکم السلام پسرم! ـــــ لیکن کیا تم واقعی میرے باپ ہو؟

شبے نے اپنی دسوں باہنوں سے تمھارا راستہ روک لیا ہے ـــــ

اچھا، ـــــ کیا واقعی عمر بھر تمھارے دیکھنے میں کوئی گدھا نہیں آیا، حالانکہ میری پال پوس تم ہی نے کی۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہاں ۔ واقعی ، حالانکہ تمھاری پال پوسن میں نے ہی کی ۔

تو پھر تمھارا یہ بیان کہ ـــــ

کہ عمر بھر میرے دیکھنے میں کوئی گدھا نہیں آیا ـــ خدا کی قسم، یہ بھی جھوٹ نہیں ۔

تو پھر سچ کیا ہے ؟

ہاں، آؤ پہلے سچ کو ڈھونڈ نکالیں ۔

ہاں، آؤ پہلے مشرق کا رخ کریں کہ اُجالے کا سراسی سمت سے برآمد ہوتا ہے ۔

ہاں، لیکن اجالے کا پورا وجود تو کہیں مغرب میں غائب ہو جاتا ہے ۔ میرا خیال ہے پہلے مغرب میں دیکھ لیں ۔

لیکن اس وقت سورج تو عین ہمارے سروں پر ہے ۔

تو پھر اوپر آسمان کی جانب غور سے دیکھو ۔

نہیں، یہیں زمین پر میٹھی میٹھی دھوپ جو بچھی ہوئی ہے، اسی کو غور سے دیکھ لو ۔

ہاں، سورج کی طرف دیکھتے جانے سے اندھے ہو جائیں گے ۔ سچ یہیں کہیں ہے جہاں ہم اس وقت کھڑے ہیں ـــ

ہاں، ہم خواہ مخواہ سچ کی تلاش میں گھومتے رہتے ہیں حالانکہ وہ عین وہیں ہوتا ہے جہاں ہم کھڑے ہوں ۔

لو دوستم، سچ کا سراغ تو میں نے پالیا ۔ تم واقعی گدھے ہو کہ اتنی سی بات بھی تمھاری سمجھ میں نہیں آرہی ۔

سیدھی سی بات ہے ۔ تم مجھے دیکھ رہے ہو تو یہ کیوں کہتے ہو کہ میں نے کبھی گدھا نہیں دیکھا ۔

سیدھی باتیں بڑی انوکھی ہوتی ہیں دوستم ۔ سیدھی بات تو یہ ہے کہ اب تم گدھے نہیں رہے، اپنے برادر کلاں ہو گئے ہو ۔

تم جھوٹے ہو ۔ اگر میں اپنا برادر کلاں ہو گیا ہوں تو مجھے تم سے لڑنا جھگڑنا شروع کر دینا چاہیے تھا ۔

وہی تو کر رہے ہو پسر کلاں ـــ سچ تو یہ ہے کہ اب تم گدھے ہی نہیں رہے ۔

لیکن گدھا تو تمھارے دیکھنے میں کبھی آیا ہی نہیں ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تمھارے باپ کے دیکھنے میں تو آیا ہے پسرم۔

ہاں، اگر تم میرے باپ ہو تو پھر میں ضرور تمھارے دیکھنے میں آیا ہوں گا ـــــ لیکن کیا تم واقعی میرے باپ ہو؟

کیا تم واقعی اپنے باپ کی پہچان کھو بیٹھے ہو؟ ـــــ یاد کرو، جب تم گدھے تھے تو تمھاری شکل کتنی پیاری تھی، کتنی سپاٹ، کتنی بے لاگ ـــ!

ہاں: میرا ناک نقشہ ایسا ہی تھا۔

نہیں پسرم، تمھارا کوئی ناک نقشہ تھا ہی نہیں۔ تمھارا چہرہ آئینہ کی شفاف سطح کے مانند تھا جس پر نظریں ٹکا کر شاہ و درویش یکساں جاسہ میں پھولے نہ سماتے لیکن تم بدستور اپنی بے نیاز بے زبانی سے دم ہلاتے رہتے۔

ارے ہاں، میری دُم؟

اُسے تمھاری ذاتی ترجیحوں نے تمھارے وجود کے اندر کھینچ لیا ہے تاکہ تمھارا ایمان ان کی پلیٹ میں کس کر۔ گھڑٹ کر پڑا رہے۔

یہ تو بہت بُرا ہوا۔

ہاں، بُرا تو ہوا۔

تو اب تمھارے باپ کا مقدر یہی ہے کہ کسی اصلی گدھے کو ڈھونڈے اور اُس کی پیشانی پر نظر ٹکا کر پھولا نہ سمائے۔

ہاں، اب اس کے سوا اور چارہ ہی کیا ہے۔

تو آؤ دوستم، کسی اصلی گدھے کو ڈھونڈیں۔

کوشش کر دیکھو دوستم، میرے دیکھنے میں تو عمر بھر کوئی گدھا نہیں آیا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دوسری کایا

میں نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھول لی ہیں اور سارے شہر کو قہقہے لگاتے ہوئے سُن رہا ہوں لیکن مجھے ایک بھی چہرہ دکھائی نہیں دے رہا ہے اور میرے کمرے کا نیم تاریک سناٹا مجھے بوکھلایا ہوا پاکر کھلکھلا کے ہنس پڑا ہے اور میں خوفزدہ سا ہوکر پھر سو گیا ہوں ـــــ نہیں، سویا نہیں ہوں، ساری رات جاگ جاگ کر اپنے آپ کو یقین دلا رہا ہوں کہ سویا ہوا ہوں ـــــ تم سو رہے ہو۔ سو جاؤ! ـــــ آنکھیں بند کرلو! ـــــ لو! ـــــ اب ذہن کے کواڑ بھیڑ لو! ـــــ لو! ـــــ لو! اب ذہن کی ساری بتیاں گُل کردو! ـــــ لو بھائی! لو ـــــ نہیں، بتیاں گُل کرنے کا کیا فائدہ؟ تم نے پھر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اندھیرے میں گھورنا شروع کردیا ہے! ـــــ کیا کروں؟ آنکھیں بند کرلوں تو مجھ سے سانس لینا بھی نہ ہوگا! ـــــ تو پھر سانس لینا بند کردو لیکن آنکھیں موند لو! ـــــ نہیں! آنکھیں موند لوں گا تو مجھے ڈر ہے میری بیوی بھاگ جائے گی ـــــ بھاگ جائے گی؟ اسے کیا پڑی ہے کہ جینے کی ساری سہولتیں چھوڑ کر بھاگ جائے۔ تمھارا اتنا بڑا بنگلہ، یہ سروسامان، دولت، نوکر چاکر ـــــ کسی نوکر سے منہ کالا کرنے سے تو یہی اچھا ہے کہ بھاگ جائے ـــــ مگر بھائی، وہ اپنا منہ کالا کیوں کرے گی؟ وہ تو اپنے خوبصورت منہ کو اور خوبصورت بنانے کے لیے دُنیا بھر کے کاسمیٹکس استعمال کرتی رہتی ہے ـــــ اسی لیے تو استعمال کرتی ہے کہ روسیاہی کا موقع ہاتھ آئے۔ مجھے اس پر رتی بھر بھروسہ نہیں۔ کبھی کھانے کی کوئی شے سجا کر میرے سامنے رکھتی ہے اور بڑے پیار سے کہتی ہے کھالیجیے۔ تو مجھے یہی ڈر رہتا ہے کہ اسے منہ کی طرف لے جاتے ہوئے اس کا زہر میری رگ رگ میں سرایت کرجائے گا ـــــ یہ تمھارا وہم ہے۔ خیر اب تو آرام سے سو جاؤ ـــــ آرام سے کیسے سو جاؤں؟ سو جاؤں تو میرا بڑا بھائی یہاں آئے اور میرا گلا گھونٹ کر اپنے کمرے میں لوٹ کے بڑے چین سے اپنی بیوی کے پہلو میں ـــــ یا اس بھوری بھینس نے سارا بستر گھیر رکھا ہو تو اس کے پیروں میں جا سوئے۔ چلو، چھوٹے بھائی کا سارا قرض ایک پائی بھی ادا کیے بغیر ادا ہوگیا۔ حرام خور لوٹ کا سارا مال اپنی اس بھوری بھینس کے بھرے ہوئے پیٹ میں جمع کرتا جاتا ہے کہ شاید

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Chennai and eGangotri

کبھی جادو ٹوٹنے سے دھن دولت خود آپ ہی وارث بن کے پیدا ہو جائے ـــــ اپنے کسی حرامی پلے کو سب کچھ سونپ کر چل بسے گا مگر اپنے سگے بھائی کا پیسہ اسے نہیں لوٹائے گا۔ پورے چار روز سے کام کاج چھوڑ کے اس کے یہاں آیا ہوا ہوں مگر وہ جھوٹ موٹ کا دل کا دورہ لے کر پڑ گیا ہے۔ لو، کر لو وصول اپنا پیسہ۔

بھائی صاحب! اب تو آپ کی صحت پہلے سے بہتر معلوم ہوتی ہے۔

نہیں، رامجس، اب تو اوپر والے کے پاس پہنچ کر ہی اپنی صحت بہتر ہوگی۔ تم آج کی گاڑی سے لوٹ جاؤ۔ میری فکر میں کیوں اپنا وقت برباد کر رہے ہو؟ ـــــ یعنی پیسے پیسے کو بھول کر چلتے بنو برخوردار۔

کچھ بھی ہو میں اپنی پائی پائی وصول کیے بغیر یہاں سے ٹلوں گا نہیں ـــــ بھابی کا پیٹ چاک کر اپنی ساری رقم نکال لوں گا۔ تانبے کا ایک پیسہ بھی کسی غریب کے حلق سے اتر جائے تو اس کی جان پر بن آتی ہے پر یہ عورت تو ساری دُنیا کے خزانے ہضم کیے ہوئے ہے۔ پیٹ میں سانپ ہی سانپ ہوں گے ـــــ میرے پیٹ میں اتنے زیادہ راونڈ ورمز ہو گئے ہیں رامجس، کہ ذرا سا بھی کھاتی ہوں تو قے ہو جاتی ہے۔ اس دن تو یہ ہاتھ بھر لمبا راونڈ ورم سانپ کی طرح منہ سے اچھل کر باہر آ گرا۔

ہو ہا ـــــ ہہ ہہ ہہ! پرسوں اور کل سویرے بھی میری آنکھ کھلی تھی تو باہر کئی لوگ لگاتار قہقہے لگائے جا رہے تھے۔ پرسوں تو میں نے اسے اپنے وہم پر محمول کیا اور اپنے آپ کو بتایا کہ میں ہی ہنسے جا رہا ہوں۔ دراصل جاگنے سے تھوڑی دیر پہلے میں نے اپنے ایک نرمنی پارٹنر کو سپنے میں دیکھا تھا۔ بے چارہ بازار میں بڑھتے ہوئے مندے سے اتنا گھبرایا ہوا تھا کہ ایک لاکھ کے گھاٹے سے اس نے اپنے سارے حصے مجھے بیچ دیے اور بیچ کر دماغ چل نکلا تو اپنے اس باؤلے یقین سے کہ مجھے دھوکا دینے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ اپنے وہی حصے قیمت کو ایک لاکھ بڑھا کے مجھ سے واپس خرید لیے۔ یہ سلسلہ تھوڑا اور چلتا مگر اس کے بیٹے کو معلوم ہو گیا ـــــ ٹھیک ہی ہوا انکل، جو یہ پیسے آپ لے اڑے۔ آپ اتنے شریف ہیں کہ کبھی نہ کبھی پھنس ہی جائیں گے اور ہمارے پیسے دُگنے ہو کر واپس آئیں گے

میں ہنسے جا رہا تھا، اپنی ساری عمر میں مجھے کوئی بھی ایسا دن یاد نہیں جب میں نے رات بیتنے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پر اس طرح ہنستے ہنستے آنکھ کھولی ہو۔ بس یہی لگتا ہے کہ اپنے آپ سے بچنے کے لیے ایک گھٹا ٹوپ اندھیرے سے دوسرے میں گھستا جا رہا ہوں اور بڑا پریشان ہوں کہ مجھ سے میرا چھٹکارا کب ہوگا ـــــ اور پھر جونہی میں اچھل کر اپنے آپ کو اپنی دبوچ میں لے لیتا ہوں اسی وقت دبک کر میری آنکھ کھل جاتی ہے اور اسی دبوچ میں پڑے پڑے میرا دن شروع ہو جاتا ہے۔

ایک بار ایک مہاتما پُرش مجھے دیکھ کر کہنے لگا میں تمھیں مکت کروا سکتا ہوں بیٹے ـــــ مجھے بڑی حیرت ہوئی کہ اسے کیونکر معلوم ہو گیا کہ اپنی دبوچ میں بے بس سا پڑے میں اپنی ہڈی بوٹی نوچ رہا ہوں۔ میں کوئی سیدھا آدمی نہیں ہوں لیکن اس مہاتما کو میں بڑی شردھا سے اپنے گھر لے آیا اور سات روز دن رات اس کی سیوا میں جٹا رہا۔ آٹھویں روز میں نے ہاتھ باندھ کر اس سے پرارتھنا کی، اب مجھے مکت کروائیے گورو دیو! ـــــ گورو دیو نے جواب دیا، تم نے سیوا بھاو سے ہمیں اس طرح باندھ لیا ہے رامجس، کہ اب پہلے ہمیں اپنے آپ کو تم سے مکت کرنا ہے۔ میں خوش ہو کر چپ ہو گیا۔ مگر دوسرے ہی دن مہاتما کے کمرے میں گیا تو دیکھا کہ وہ راتوں رات میرے گھر کی صفائی کر کے رفو چکر ہو چکا ہے ـــــ میں بڑا کامیاب بزنس مین ہوں اور ہمیشہ مینوفیکچررز سے ڈائرکٹ لین دین کرتا ہوں۔ پھر نا معلوم کیوں مہاتما کی ایجنسی کے چکر میں پھنس گیا۔ اب تو بھگوان سے میرا براہ راست کاروبار ہے۔ میں نے اس پر واضح کر رکھا ہے کہ اس دنیا میں رہنے سہنے کے لیے ایک کے دس مندر بنوا لو، پر ان کی ملکیت کے کاغذ مرنے پر دوں گا۔ جب اصل بیاج اور نفع کی ساری رقم ادا کر دو گے ـــــ یہاں دولت مند ہوں، اُس دنیا میں بھی مرنے جینے کے لیے کچھ تو ہو ـــــ نہیں بابا، خالی ہاتھ جا پہنچوں گا تو سارے دن کے لیبر کے بعد دو وقت کی روٹی کے پیسے بھی نصیب نہ ہوں گے۔

میں آپ کو پرسوں سویرے کا واقعہ سنا رہا تھا چونکہ میں کبھی ہنس ہنس کر نہیں جاگا ہوں، اس لیے میں نے جھٹ ہی باور کر لیا کہ میں ہنس نہیں رہا ہوں بلکہ مجھ سے ہنسنے کے لیے دام وصول کرنے کی امید پر میرے لیے اور لوگ ہنسے جا رہے ہیں اور میں خوش ہوں کہ ہنسے بغیر مفت میں ہنسنا ہو گیا، دام دام کیسے؟ ـــــ لیکن کل سویرے میری آنکھ ہی اس لیے کھلی کہ بند کھڑکیوں کے باوجود قہقہوں کی بوچھار سے کمرے میں جل تھل ہو گیا تھا۔ خلافِ عادت میرا ذہن خوشی سے دھلی دھلی کر صاف اور خالی ہو گیا اور اپنے آپ آکاش میں ہوا کی سمت

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پھاڑ کے بھی دیکھوں تو کچھ دکھائی نہ دے ۔ جاگ جاگ کر میری یہ حالت ہو گئی ہے کہ خاموشی بھی بول بول کر مجھے ڈسٹرب کرتی رہتی ہے ـــــ میری بیوی ہمیشہ چپ رہتی ہے لیکن مجھے اس کی ساری باتیں معلوم ہیں، میں ایک طرح کا مہاتما ہی ہوں ۔ کوئی مجھے کچھ بھی نہ بتائے لیکن میں سب کا سارا حال جانتا ہوں ۔ میں ... ـــــ ہہ ہہ ہا ـــــ میں سروگیانی ہوں ـــــ ہہ ہہ ہا ! ـــــ پتہ نہیں میں ہنس رہا ہوں یا کوئی اور قہقہے لگا رہا ہے یا محض میرے کان بج رہے ہیں ـــــ ہہ ہا ہہ ! ـــــ اچانک مجھے یاد آگیا ہے کہ اپنے وکیل کو کل تار بھیجنا بھول ہی گیا ۔ آج کسی وقت اسے فون ہی کر دوں گا ۔ اندھوں کے اسکول سے ابھی تک چندے کی رسید بھی نہیں ملی ۔ عجب زمانہ آگیا ہے ۔ اپنے ہی پیسے گنوا کر چھوٹے دھندے کرنا پڑتے ہیں کہ انکم ٹیکس کم بیٹھے ۔ اس یتیم خانے سے معاملہ پکا ہو جاتا تو صرف ڈھائی ہزار دے کر پچیس ہزار کی رسید مل جاتی ۔ اندھوں نے پورے پانچ اینٹھ لیے ہیں ـــــ آج کسی وقت ضرور فون کر دوں گا ـــــ نہیں، آج کسی گاڑی سے لوٹ ہی جاؤں گا ۔ بڑے بھائی نے کچھ دینا دلوانا ہوتا تو دل کے دورے کا ناٹک نہ رچاتا ۔ بیماری کو دھندا بنا کے استعمال کرنا کہاں کی شرافت ہے ؟ ـــــ تم میرے بھائی نہیں، بیٹے ہو رامجس ـــــ مطلب یہ کہ میں تمھیں اپنا بھائی تسلیم نہیں کرتا ـــــ میرے کوئی اولاد نہیں رامجس، تم ہی میری اولاد ہو ـــــ نہیں، میں اس سانپوں بھری کوکھ سے کیونکر برآمد ہو سکتا تھا ؟ ـــــ میرا یہ دل کی بیماری کا چکر ذرا رک لینے دو، تمھارے سارے پیسے لوٹا دوں گا، تمھیں کچھ اور کی بھی ضرورت ہو گی تو دے دوں گا ـــــ نہیں بھابی کا پیٹ چیر کر میں خود ہی وصول کر لوں گا، خواہ مجھ پر سانپوں کے انبار جھپٹ پڑیں ـــــ ڈاکٹر نے مجھے ہدایت کی ہے رامجس، کہ ہر وقت مسکراتے رہو، جان بھی نکل جائے تو مسکراتے رہو ۔ اسے معلوم نہیں کہ اپنی اسی عادت سے ہی تو مجھے یہ روگ لگا ہے ۔

ہہ ہہ ہا ـــــ ہہ ـــــ ہہ ! ـــــ ہمارے باپ کی موت پر تم اس لیے مسکرا رہے تھے کہ اس وقت میں ابھی چھوٹا سا ہی تھا اور اس کے مرنے سے سارا بزنس تمھارے کنٹرول میں آگیا ـــــ اور ہماری ماں کے مرنے پر اس لیے کہ اس نے گھر کے سارے زیور بھابی کے پاس رکھے ہوئے تھے ـــــ ہماری یتیم بہن کی موت پر اس لیے کہ اسکی شادی پر خواہ مخواہ اتنا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

خرچ اُٹھ جاتا ـــــ اب دل کی بیماری پر مسکرا مسکرا کر تمھارا دم توڑنا باقی ہے ۔ سو مسکراتے جاؤ، تمھارا دم ٹوٹ گیا تو میں مسکراؤں گا، خوشیاں مناؤں گا ـــــ سنو، میرا بھائی مر گیا ہے ۔ میں اس کی نفع خور محبتوں سے آزاد ہو گیا ہوں ـــــ ہا ہا ہا ـــــ ہا ! ـــــ کس نے قہقہہ لگایا ہے ؟ ـــــ میں نے ؟ یا میں نے کسی اور کے قہقہے کی آواز سُنی ہے ؟ ـــــ ہا ہا ہا ! ـــــ ہا ہا ہا ! میں مجرموں کے مانند گدگدی کی اذیت سے بے قابو ہو کر ہنسنے لگا ہوں اور ہنستے ہنستے میرا دھیان اپنے ڈاکٹر کی نصیحت کی طرف چلا گیا ہے ـــــ آپ پاگل تو نہیں لیکن آپ کو پاگل پن کا احساس ہونے لگے تو کھلی ہوا میں پرانا یام کیا کریں ـــــ

باہر پو پھٹ رہی ہے اور میرے وجود کے گنبد کی دیواروں سے قہقہوں کے گولے ٹکرا رہے ہیں ـــــ یہ گولا سینے پر آ لگا ہے، یہ پیٹ میں ـــــ اور یہ دیواروں کے اوپر گنبد کے عین مرکز میں گونجنے لگا ہے ـــــ اور میں بستر سے اُٹھ کر، کپڑے تبدیل کر کے اپنے آپ کو بڑی مشکل سے سنبھالتے ہوئے بنگلے کے باہر لان میں آ گیا ہوں اور ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق لمبے لمبے سانس بھرنے لگا ہوں ـــــ ایک ـــــ پہلا سانس آہستہ آہستہ اندر کھینچ کر کچھ فرحت ہوئی ہے لیکن مجھ سے دوسرا سانس کھینچا نہیں ہو پا رہا ہے میرا سانس اٹکا ہوا ہے اور اپنی اس حالت میں میں اچانک بے اختیار ہنس دیا ہوں، جو سانس کھینچا ہے اُسے چھوڑو گے نہیں تو دوسرا سانس کیسے لے پاؤ گے ؟ ـــــ میرے ساتھ ہمیشہ یہی ہوتا ہے ۔ جو کچھ انجانے میں فطرتاً کرتا ہوں اُسے شعوری طور پر کرنے لگتا ہوں تو میرے منہ میں گھاس چرنے لگتی ہے ـــــ

میرے بھائی کا لان اتنا عمدہ ہے کہ جی چاہتا ہے دونوں ہاتھ زمین پر ٹکا کر گھاس چرنا شروع کر دوں ـــــ ایک ـــــ میں نے دوبارہ سانس کھینچتے ہوئے اپنے آپ کو سمجھایا کہ ایک وقت ایک ہی سانس لیا جا سکتا ہے عمر کے سارے سانس ایک دم لینے کی کوشش کرو گے تو دم گھٹ کر رہ جائے گا ـــــ دو ـــــ قہقہوں کی آواز میری کلاتھ ملز کی بوڑھی مشینوں کی یونیفارم کھانسی میں ڈوبنے لگی ہے ۔ میں گورنمنٹ کے انسپکٹر کی مٹھی میں سو کا نوٹ تھماتے ہوئے اسے یقین دلا رہا ہوں کہ میری بوڑھی مشینیں ابھی پانچ سال اور کام میں لائی جا سکتی ہیں ـــــ چار پانچ سال میں تو ملز کو آگ لگوا کے بیمے کی رقم سے ساری نئی مشینیں نصب

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کروائی جا سکتی ہیں ۔ لیکن ۔ اگلے پاہ اپنے جنرل منیجر کو کام سے الگ کر کے ڈپٹی
منیجر کو منیجر بنا دوں گا ۔ اور دونوں کام اب تم اکیلے کرو ۔ اور میں جا رہا ہوں
تو جاؤ تم بھی چھٹی کرو ۔ میرا چوکیدار بھی کرتے ہیں جنرل منیجری بھی اور ڈپٹی منیجری بھی
چار ۔ ٹھک ٹھک ٹھک ٹھک ۔ اور یہ گالی کی نوکری کی بھی مشکلیں ہیں
مگر کتنی آسان اور دلچسپ ہے کہ جی چاہتا ہے کہ دل کی بھڑاس نکال کر کے اپنی کوٹھی
فٹ کروں ۔ پانچ ۔ پرانا نام صحت کے لیے بہت اچھا ہے ۔ ورزش بھی ہو جاتی ہے
کوٹھی لباکرو ۔ ویری گڈ ۔ ہمیں اپنی ہیروئن مل گئی ۔ ہیروئن کا نام بھی مل گیا
جواب آنے لگے ۔ اسی طرح نئے نئے پرانے نام شروع کر دو ۔ ہم لکھتے جائیں گے ۔ تم تو آرام سے مرتے
رہو ۔ نام کی مصیبت سے ہمیں اللہ رکھے ۔ ہیروئن کا نام ہم رکھ لیتے ہیں ۔ ہمارے
ہاتھ بڑے اچھے لگے ہیں ۔ کچھ لوگ ہاتھ دیکھ کر بھی کہتے ہیں ۔ ہاتھ دیکھتے ہیں ۔ بھی ۔ اب پتہ چلتا ہے
کہ اسے کہ اپنے ہیرو کے لیے نام کا بھی ہیرو ہونا چاہیے ۔ ہیرو کا نام ہیرو رکھو ۔ ہیروئن کا نام ہیروئن
تو دو ۔ کیا نام ہیں ۔ ہیروئن کا نام ہے ۔ ادھر بلاؤ ادھر بلاؤ ۔
ہاں ۔ ہاں ۔ ہاں ۔

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میرے ساتھ اندر آگیا ہے۔

کیوں جی، ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے؟

ہونا کیا ہے؟ ـــــ کچھ بھی نہیں ہوا۔

کچھ بھی نہیں؟ ـــــ کتا اپنی دم کے پاس خارش کرنے کے لیے ذرا رک گیا ہے، اور میں بھی ٹھہر گیا ہوں کہ خارش کرے تو اُسکی بات کا جواب دوں۔

تو پھر پاگلوں کی طرح آسمان کیوں اُٹھائے ہوئے ہیں؟ ـــــ اطمینان سے خارش کر کے وہ پھر میرے ساتھ ہو لیا ہے۔

اس لیے میرے بھائی، کہ انھیں کچھ پیشش کیوں نہیں آتا۔ کچھ پیشش آتا رہے تو ہنسنا رونا ـــــ ہاتھ اوپر نیچے کرنا، اچھلنا کودنا ـــــ ساری ورزش آپ ہی آپ ہو جاتی ہے۔

ہاں، ان کوٹھیوں کے سارے کتے ربڑ کی گیندوں کے پیچھے دوڑتے پھرتے ہیں۔ اس طرح بدن کیا خاک کھُلے گا؟ ـــــ وہ پتھر پڑا ہے نا، اسے اٹھا کے نفرت اور غصے سے میرے منہ پر زور سے دے مارو ـــــ ارے بھئی، دوستی اپنی جگہ ہے۔ میں ذرا بدن کھولنے کی بات کر رہا ہوں ـــــ میں چوٹ سے بلبلاتے ہوئے زور سے بھاگنا شروع کر دوں گا، پھر تھوڑی دور ٹھہر کر تمھاری طرف دیکھ دیکھ کر غرانے لگوں گا۔ اور اس سے پہلے کہ تم ایک اور پتھر میری طرف پھینک سکو۔ میں لپک کر تم پر حملہ کر دوں گا اور تم زور سے بھاگنا شروع کر دو گے ـــــ بھوں ـــــ بھو ـــــ بھاؤں!

مجھے محسوس ہوا ہے کہ کتا بھونک بھونک کر قہقہے لگا رہا ہے۔

اس طرح ہم دونوں کے بدن اپنے آپ کھل جائیں گے۔ وہ بنگلہ دیکھ رہے ہو؟ کتے نے دائیں عقب کی طرف منہ اٹھا کر مجھ سے پوچھا ہے ـــــ وہاں ایک بہت بڑا اور خونخوار شکل کا پالتو کتا رہتا ہے۔ ذرا بھی ہنستا جلتا نہیں ـــــ کیا نام ہے تمھاری اس بیماری کا؟ ہاں بلڈ پریشر سے بیٹھے بیٹھے پھولتا جا رہا ہے۔ ایک بار میں ڈرتے ڈرتے اس کے قریب گیا تو حرام کی ذات نے بھونکنے سے بھی انکار کر دیا۔ بولا غصہ تو بہت آ رہا ہے، پر آج سویرے مالک کے ساتھ بچاس بار بھونکنے کی مشق کر چکا ہوں۔ اس لیے اپنی اگلی ٹانگیں جوڑ کر منت کرتا ہوں کہ چلے جاؤ۔ بھوں ـــــ بھو ـــــ بھاؤں ـــــ بھ! ہنس ہنس کر کتا بے حال

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہو رہا ہے ـــــ اُس پالتو ذات کے آس پاس ڈھیروں گوشت اور ہڈیاں بکھری پڑی تھیں ۔ وہ نامرد ـــــ میرا مطلب ہے ، ناکتا ـــــ منہ دیکھنے کی ورزش کرتا رہ گیا اور میری ـــــ کیا کہتے ہو تم ؟ مسلمان ہو گیا ؟ ـــــ عید ہو گئی ـــــ نہیں ـــــ ہندو ہو ـــــ تو دیوالی ہو گئی ـــــ نہیں ، ہمیں تمہاری مٹھائیاں پسند نہیں ۔ ذیابیطس ہو گیا تو سالی کوئی کتیا خدمت پر آمادہ نہ ہو گی ـــــ میں تمھیں کیا بتا رہا تھا ؟ ہاں ، میری عید ہو گئی ، پر میں نے اتنا ہی کھایا جتنی بھوک تھی اور جو چھوڑ آیا وہ اس ورزشی ناکتے جیسے دس اور کے لیے بھی کافی تھا ۔

پھر ؟ ـــــ مجھے لگا ہے کہ اپنے انہماک میں میں نے اسی کی کسی زبان میں غرا کر پوچھا ہے ۔

پھر کیا ؟ وہ پالتو کتا مجھ سے بہت نفرت محسوس کر رہا ہو گا لیکن اس نے بہت محبت سے اپنے مالک کے الفاظ میں مجھے تنبیہہ کی ، دیکھو تھوڑی سی بھوک رکھ کے کھاؤ ، ورنہ ـــــ وہ کیا کہتے ہیں ـــــ وہ ـــــ ہاں ـــــ ایسی ڈیٹ سے دل کی بیماری لے بیٹھو گے ـــــ بھوں ـــــ بھاؤں ـــــ بھ ! ـــــ

کتا بھونک بھونک کر بے اختیار ہنسنے لگا ہے ـــــ بے وقوف کو پتہ نہیں کہ چاروں طرف کتیاؤں کی پوری پلٹن موجود ہو تو دل کی بیماری کیسے ہو گی ؟ ـــــ بولا کسی ڈاکٹر سے مشورہ کرو تم مجھے کوئی پاگل معلوم ہوتے ہو ـــــ پاگل کو معلوم نہیں کہ پاگل وہ ہوتا ہے جسے پاگل ہو جانے کا خوف ہو ۔ اسے کتے کی ذات کہتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے ـــــ طبیعت اتنی جلی کہ پھر بھی اس کے پاس جانے کو جی نہیں چاہا ۔ گوشت اور ہڈیوں کا لالچ ضرور آتا ہے پر ڈر لگا رہتا ہے کہ اسکی سونگھی ہوئی خوراک کھا کھا کے میں بھی بس ورزش ہی ورزش کے قابل ہو کر رہ جاؤں گا ۔ مجھ سے زندگی کرنا نہیں ہو پائے گا ۔

ہہ ہہ ہا ـــــ ہہ ہا ہا ـــــ ہہ !

باتوں باتوں میں ہم ان لوگوں کے پاس آ پہنچے ہیں ۔

بھوں ـــــ بھاؤں ـــــ بھو ـــــ بھوں ! کتا ان کی طرف دیکھ دیکھ کر کھلکھلا کر ہنس پڑا ہے ـــــ تمہاری آدمی کی ذات واقعی بہت احمق ہے ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہہ ہہ ہا ـــــ ہہ !

دیکھو، دھیان سے دیکھو، ہر ایک کے چہرے سے کچھ کھو جانے کا ملال ٹپک رہا ہے اور ہر ایک کسی فائدے کے لالچ سے بے تحاشہ قہقہوں کی ورزش کیے جا رہا ہے تم لوگ محض نفع اور نقصان کے لوگ ہو، اس لیے جھیل جھیل کر جینا تمہارے بس کی بات ہی نہیں۔

ہہ ہا ہہ ہہ ـــــ ہا !

بھوں ـــــ بھاؤں ـــــ ں ! اس پگلے کو منہ کو غور سے دیکھو ـــــ وہ دایاں کونہ ! یہاں سے اس کا رونا بہہ رہا ہے۔ لیکن اوپر اوپر سے وہ اپنی توپ کے دہانے سے قہقہوں کا بارود چھوڑ رہا ہے ـــــ اور وہ دیکھو ـــــ وہ ! وہ صرف اس لیے قہقہائے جا رہا ہے کہ اس کے خالی خالی دل میں ہنسنے کی کوئی بات ہے نہ رونے کی۔ اور اسے بھی دیکھو ! وہ شاید جلدی میں اپنی تجوری کو کھلا چھوڑ آیا ہے اور اس طرح قہقہا رہا ہے جیسے لٹ پٹ کر فریاد کر رہا ہو۔ اور اسے دیکھو ! اسے بھی ـــــ اسے ! ـــ بھوں ـــــ بھو ـــــ بھاؤں ـــــ بھ ! ـــ کیا یہ مخلوق خدا کی بنائی ہوئی معلوم ہوتی ہے ؟ اچھا، ایک بات بتاؤ، سنا ہے تمہاری ذات نے سائنس کے کئی کرشمے کر دکھائے ہیں۔ ایسا تو نہیں کہ خدا کے بنائے ہوئے سبھی آدمی اپنی تجربہ گاہوں میں حادثوں سے مرکھپ گئے ہوں اور ـــــ اور یہ آدمی جو ہمارے دیکھنے میں آتے ہیں، یہ ان ہی کے بنائے ہوئے ہوں ـــــ ؟ ! ـــ ارے واہ ! ـــ کیا کرشمہ ہے ! ـــ میری طرف سر اٹھا کر حیرت اور خوشی سے کتے کی آنکھیں چمکنے لگی ہیں۔

اور اس کے پہلو میں کھڑے کھڑے مجھے صاف دکھائی ہے کہ میں بھی ان ہی لوگوں کی قطار میں ـــــ وہ سب سے آخر میں کھڑے، قہقہا رہا ہوں۔

اب چھوڑو انھیں اور خدا کا شکر بجالاؤ۔ چاروں ٹانگیں مزے سے زمین پر ٹکا لیے ہو تو کتنی پیاری صورت نکل آئی ہے ! ـــــ آؤ اب میرے ساتھ زور زور سے بھونکنا شروع کر دو !

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سواریاں

دفتر لیٹ پہنچنے کے ڈر سے وہ نہایت سرعت سے ناشتے کی میز سے اُٹھ کر دروازے کی طرف لپکا ہے۔

"ٹھہرو شیام، میں بھی آرہی ہوں"۔

ہر صبح گھر سے نکل کر شوہر اور بیوی کو اپنے اپنے دفتر جانے کے لیے ایک ہی بس کو پکڑنا ہوتا ہے۔

"ذرا ٹھہر جاؤ پلیز!"

لیکن شیام باہر سڑک پر آپہنچا ہے اور بس اسٹاپ کی جانب لمبے لمبے ڈگ بھر رہا ہے کہ کیو کے اگلے حصے میں جگہ مل جائے ـــــ "آئی ایم سارری!" وہ مخالف سمت سے آتی ہوئی ایک جوان عورت سے ٹکرا گیا ہے اور ذرا آگے بڑھ کر اپنے چہرے سے ملائمت کو جھاڑ کر سر جھٹک دیا ہے ـــــ خودکشی ہی کرنا ہے تو کسی موٹر سے ٹکراؤ ـــــ اس نے مڑ کر پیچھے دیکھا ہے۔ وہ لڑکی ابھی تک وہیں کھڑی ہے اور اس کی طرف دیکھ کر مسکرا دی ہے ـــــ شیام نے اپنا سر کھجا کر سوچا ہے کہ دیکھی بھالی جان پڑتی ہے ـــــ ارے ہاں! وہی تو ہے جو اُس دن بھی اسی طرح اچانک ٹکرا گئی تھی۔ اس سے پہلے بھی ایک بار میں شاید اسی سے ٹکرایا تھا ـــــ نہیں! ـــــ وہ مسکرانے لگا ہے ـــــ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ وہ لڑکی تو ـــــ پر کیوں نہیں ہو سکتا؟ ہو سکتا ہے یہ لڑکی میرے پیچھے لگ گئی ہو ـــــ مسکراتے مسکراتے اس کی رفتار اور تیز ہو گئی ہے ـــــ پر مجھ سے اُسے کیا ملے گا؟ میری بیوی کی اور میری کمائی سے مشکل سے اتنا بچتا ہے کہ مہینے میں صرف ایک سنڈے کو ہم کسی ریستوراں میں کھانا کھا کے کہیں فلم دیکھنے چلے جاتے ہیں ـــــ

اُس نے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پھر اپنا سر موڑ کر دیکھنا چاہا ہے کہ اُس کی بیوی آ رہی ہے یا نہیں ـــــ نہیں، اُس کی بیوی کے سوا سڑک پر ساری دنیا موجود ہے۔ وہ ـــــ وہ لڑکی بھی، جس سے وہ ابھی ابھی ٹکرایا ہے ـــــ جاؤ بھئی، میرا پیچھا چھوڑو، کسی موٹر سے ٹکراؤ تاکہ تمہارا کچھ بگڑے تو کچھ فائدہ بھی ہو ـــــ بھوں! ـــــ بھاؤں! ـــــ اگر وہ جھٹ سے اچھل کر پرے نہ ہو جاتا تو کتے کے دانت اسکی دائیں ٹانگ میں گڑ جاتے۔ اُسے بازاری یا پالتو کتے سے کٹنے کا بڑا خوف لاحق ہے۔ پیٹ میں پورے چودہ انجکشن لگتے ہیں، یا شاید چودھویں انجکشن سے پہلے ہی آدمی درد کی شدت سے بھونک بھونک کر چلتا بنے۔ ـــــ کتا اس کے پیچھے پیچھے ہو لیا ہے اور گویا اُس سے بچنے کے لیے وہ اور تیز گام ہو گیا ہے ـــــ ہٹ! چل ہٹ! ـــــ وہ سوچ رہا ہے کہ دفتر سے آج پھر لیٹ ہو گیا تو اس مہینے کا چوتھا لیٹ مارک ہو جائیگا ـــــ ہٹ! ـــــ (اگر مُرکا بھاری پن تھم نہ گیا تو پھر آج سارا دن غرق ہو جائیگا)

وہ بس اسٹاپ کے قریب آ گیا ہے۔ لمبا کیو ہے۔ وہ اپنی بیوی کو کوسنے لگا ہے کہ اُسکی وجہ سے خواہ مخواہ دیر ہو جاتی ہے۔ میں اسکی طرح کوئی عورت نہیں کہ افسر ہنس کر ٹال جائے ـــــ اسے تشویش کا احساس ہونے لگا ہے کہ بار بار لیٹ ہونے پر بھی اس کا افسر کیونکر ٹال جاتا ہوگا ـــــ ہاں، کیونکر؟ ـــــ کیوں؟ ـــــ

"کیو میں کھڑا ہونا ہے تو ذرا ٹھیک طرح سے ہو جیئے۔" پُشت سے کسی نے اس کے کندھے کو جھٹک کر کہا ہے۔

"آئی ایم سوری!" اُس نے اپنی پوزیشن سنبھال کر اپنے گھر کے راستے کی طرف دیکھا ہے کہ شاید اسکی بیوی آ رہی ہے ـــــ وہ ـــــ وہ تیز تیز چلی آ رہی ہے ـــــ وہ ـــــ جیسے وہ بھی اپنی بیوی کے ساتھ تیز رفتاری سے چل رہا ہو ـــــ "آہستہ چلو شوبھا" اسکی بیوی تیز چلنے کی عادی ہے۔

"میری سانس پھولنے لگی ہے۔"

"تمہاری سانس پھولنے کا دیکھوں تو بیٹھ کر ہی رہ جاؤں۔"

اپنی بیوی کو اس قدر تیز چلتے ہوئے دیکھ کر اُسے اس پر ترس آنے لگا ہے۔ بے چاری کو اب آرام سے بیٹھ جانا چاہیے ـــــ فلیٹ کا کرایہ، ڈھائی سو روپے، گروسر کا بل، دودھ والا، پچاس، میرے سگریٹ ـــــ شیام، اگر تم سگریٹ چھوڑ دو تو ہم ہر سنڈے فلیٹیز میں کھانا کھا سکتے ہیں ـــــ شیام نے کیو میں کھڑے کھڑے سگریٹ سلگا لیا ہے اور بدستور اپنی بیوی پر نگاہ جمائے ہوئے ہے اور اُس پر ترس کھا رہا ہے کہ اسے اب آرام سے بیٹھ جانا چاہیے۔

CC-0, In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

(کیو میں میری جگہ محفوظ رہے تو یہیں کہیں سے سر کے درد کی کوئی گولی کھالوں)

شیام کے پیچھے بھی کیو کافی لمبا ہوگیا ہے اور اس نے چاہا ہے کہ اُس کی بیوی دوڑ کر اپنی جگہ سنبھال لے ورنہ اس بس سے رہ جائے گی ——— اور جب وہ کیو میں آکھڑی ہوئی ہے تو اُس نے اطمینان سے سگریٹ کا ایک لمبا کش لیا ہے اور کھانستی ہوئی مسکراہٹ سے اسے اشارہ کیا ہے کہ میں یہاں ہوں اور اس کے اشارے نے اس بوڑھے کی آنکھوں سے ٹکرا کر، اس عورت کے کٹے ہوئے بالوں سے چھوتے ہوئے، اُس میلے سے خاموش آدمی کے کانوں میں شور مچا مچا کر ——— وہاں اُس کی بیوی کو جا لیا ہے ——— ہاں، بابا، دیکھ لیا ہے ——— آرام سے اپنی جگہ پر کھڑے رہو!

بس آگئی ہے!

شیام کو خیال آیا ہے کہ اپنی جگہ چھوڑ کر اپنی بیوی کے پاس چلا جائے تاکہ بس میں دونوں اکٹھا رہیں لیکن اس کی بیوی کے پیچھے بھی کئی لوگ آکھڑے ہوئے ہیں اور وہ کیو میں آگے بڑھ بڑھ کر پیچھے تک رہا ہے اور بس میں سوار ہو کر ایک درمیانی سیٹ پر آبیٹھا ہے اور اس کے ساتھ ایک اجنبی جوان عورت بیٹھ گئی ہے اور کھڑکی طرف نظر اٹھائے باہر کیو میں شاید اپنے شوہر کو ڈھونڈ رہی ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے بس بھر گئی ہے، کھڑے رہنے کی بھی جگہ نہیں رہی اور شیام نے سواریوں کے سروں، چہروں، گردنوں، بازوؤں کے درمیان بنے ہوئے سوراخوں میں سے جھانک جھانک کر بمشکل دیکھا ہے کہ اس کی بیوی دروازے کے پاس اس طرح جڑ کر کھڑی ہے جیسے کسی عجیب وضع کے وجود پر اتنے سر اُگے ہوئے ہوں اور ہر سر میں یہ اندیشہ ہو کہ اپنا وجود اکھیڑ کر الگ کیا تو کوئی نہ کوئی ٹکڑا اسی میں دھنسا رہ جائے گا۔

کیوں بھائی، کیا چاہیے؟

"بڑی مشکل سے آپ کا گھر ڈھونڈا ہے ——— آپ کی بیوی اپنا بایاں بالائی بدن بس ہی میں دھنسا ہوا چھوڑ آئیں ——— یہ لیجیے! ——"

ہہ ہا ہہ ——— ہا ہہ ——— ہہ ——— !

(سر کا درد بڑھتا جا رہا ہے۔ مجھے کوئی گولی کھا کر سوار ہونا چاہیے تھا)

"چلو ——— و!" کنڈلٹر کی آواز سن کر بیٹھے ہوئے مسافروں کے کان بھی خوشی سے کھڑے ہو گئے ہیں اور کھڑے ہو کر پھر بیٹھ گئے ہیں ——— ہاں، آرام سے بیٹھے رہو ... پہنچ جاؤ گے"

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کہاں؟

ہر جگہ! ـــــ کان جہاں بھی ہوں ہر جگہ پہنچ جاتے ہیں۔ اسی لیے دانشوروں کا کہنا ہے کہ کچھ بھی ہو، ایک چپ سادھے رکھو۔ کان ہر جگہ پہنچ جاتے ہیں ـــــ یا ـــــ یا کچھ کہنا ہو تو شور مچاؤ تاکہ کسی کو کچھ سنائی نہ دے۔ شور اور خاموشی اس اعتبار سے ہم معنی ہیں کہ دونوں ہمیں کسی بھی کومٹ مینٹ کا اسیر ہونے سے بچاتی ہیں۔ شور مچاؤ یا خاموش رہو! ـــــ بس میں کالج کے چند چھوکرے شور مچا رہے ہیں ـــــ جنریشن گیپ ـــــ لبریشن ـــــ آئینگر! ـــــ اور بوڑھے اور ادھیڑ چپ بیٹھے ہیں۔ کسی کی کوئی کومٹ مینٹ نہیں۔ سب سکھی ہیں سب دکھی ہیں ـــــ نہیں، بس میں اتنی بھیڑ ہے کہ دکھ سکھ کی طرف کسی کا دھیان ہی نہیں، بس جہاں سے چڑھنا ہے، چڑھ جاؤ، جہاں اترنا ہے، اتر جاؤ!

شیام نے پہلے اسٹاپ پر پھر مڑ کر اپنی بیوی کی طرف دیکھا ہے اور اس کی بیوی نے مسکرا کر اسے یقین دلانا چاہا ہے کہ میں جیسے بھی ہوں، ٹھیک ہوں، فکر مت کرو، حالانکہ چند اور سواریوں کے گھس آنے کے بعد اسے اب معلوم ہی نہیں کہ وہ اپنی جگہ پر جوں کی توں کھڑی ہے، یا کوئی اور ہے جو اسکی جگہ پر آ کھڑا ہوا ہے ـــــ وہ اب نہ جانے کہاں ہے ـــــ

"ٹکٹ پلیز!"

اس نے اپنی بیوی کا ٹکٹ بھی کنڈکٹر سے لینا چاہا ہے لیکن اسکی سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ وہ کنڈکٹر کو کیونکر سمجھائے کہ دوسرا ٹکٹ وہ کس عورت کا کٹوا رہا ہے ـــــ اس کا جو ان ڈھیر سارے مردوں کے بیچ ـــــ نہیں، بھائی، وہ ـــــ وہ ـــــ! ـــــ چھوڑو، ایک ہی دے دو! ـــــ اسے اس خیال سے کوفت ہونے لگی ہے کہ وہ اتنی بھیڑ میں پھنس کر کھڑی ہے۔ اپنا ٹکٹ کٹوانے کے لیے ہاتھ جیب تک کیونکر لے جائے گی ـــــ اور پھر اپنے ہی ایک اور خیال سے وہ ڈھیلا سا ہو کر سکڑنے لگا ہے کہ اس قدر ہجوم میں گھر جائیں تو بھری جیبیں بھی کام نہیں آتیں۔

(میرا سر! ـــــ)

شیام کے ساتھ بیٹھی ہوئی عورت بھی بڑی بے چینی سے بار بار پیچھے کی طرف دیکھ رہی ہے۔ شاید وہ آدمی ـــــ نہیں، وہ، جو اس کی بیوی کی پشت سے جڑا ہوا ہے اس کا شوہر ہے اور وہ دل ہی دل میں اس کی بیوی کو بس سے نیچے دھکا دے کر خود آپ وہاں کھڑی ہو گئی ہے اور پھر

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فوراً ـــــ یہاں سے اٹھنے سے پہلے ہی یہیں اسی سیٹ پر آ بیٹھی ہے کہ اسے خالی پاکر کوئی اور نہ بیٹھے، جہاں اتنے لوگ سیٹ کے بغیر ہوں وہاں ایک بار سیٹ چھن جانے پر ساری عمر کھڑے کھڑے ہی گزارنی پڑجاتی ہے۔

دوسرا اسٹاپ بھی نکل گیا ہے۔ شیام کی بیوی کو تیسرے اسٹاپ پر اترنا ہے اور شیام کو چھٹے اسٹاپ پر۔ شام کو دفتر سے لوٹتے ہوئے بھی عام طور پر وہ ایک ہی بس میں ہوتے ہیں۔ لیکن اس وقت بھی رش کے باعث اکثر انھیں الگ الگ ہی بیٹھنا یا کھڑا ہونا نصیب ہوتا ہے ـــــ ایک بار یوں ہوا کہ وہ اپنے تصور میں مگن تھا کہ راستے میں ایک عورت اس کے ساتھ کی سیٹ پر آ بیٹھی، وہ سمٹ کر اپنی سوچ کے پیچھے پیچھے ذہن کے اور اندر گھس گیا اور وہ عورت اس کے اور قریب سرک آئی۔ لاشعوری طور پر وہ اور ادھر ہوگیا اور وہ عورت اور اس کی طرف ـــــ اور پھر وہ سوچ اس کے ذہن کے اندر ہی اندر کہیں اوجھل ہوگئی۔ تو شاید اس کے پہلو میں بیٹھی ہوئی عورت نے اس کی پیٹھ پر ہولے سے چٹکی لی ـــــ یا شاید ـــــ اُس نے بدستور آنکھیں بند کیے سوچا ـــــ اُسے دھوکا ہوا ہو۔ بری سے بری عورت بھی راستے میں اس طرح کسی انجانے، شریف مرد کو چھیڑنے کی جرأت کیونکر کرے گی؟ ـــــ ہاں، مجھے دھوکا ہی ہوا ہے! ـــــ لیکن اُسے پھر اپنی پیٹھ پر ایک اور ملائم سی چٹکی کا احساس ہوا ہے ـــــ نہیں، یہ عورت مجھے واقعی پھانسنا چاہ رہی ہے ـــــ ہیں ـــــ ایک اور ملائم چٹکی، اتنی ملائم، کہ اُسے بھلا معلوم ہوا اور وہ انجان سا بنے پڑا رہا ـــــ لیکن پھر اس سے رہا نہ گیا تو چور آنکھوں سے پہلو میں اپنی بیوی کا خنداں چہرہ دیکھ کر گویا اندھا ہوجانے کی خواہش سے اُس نے اپنی آنکھیں پوری کی پوری کھول لیں! ـــــ

تیسرا اسٹاپ نامعلوم کب گزر گیا۔ اس کی بیوی نے اترنے سے پہلے اپنے شوہر کی طرف نظر اٹھائی ہوگی۔ یا عین ممکن ہے کہ ہجوم سے باہر نکلنے کی عجلت میں وہ اُس کے دھیان میں ہی نہ آیا ہو۔ ـــــ اُس نے پہلی بار نظر بھر کر اپنے ساتھ بیٹھی ہوئی عورت کو دیکھا ہے اور جی ہی جی میں اُس سے اس طرح مخاطب ہوا ہے کہ اُسے خود آپ بھی معلوم نہیں، اس نے کیا کہا ہے۔

"کیا آپ نے مجھ سے کچھ کہا ہے؟" اُس عورت نے پوچھا ہے، یا ـــــ یا شیام کو یونہی لگا ہے کہ اس نے پوچھا ہے۔

"آئی ایم ساری!" شیام کے منہ سے نکل گیا ہے ـــــ اور اس عورت کی آنکھیں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کھکھلا کر ہنستے ہوئے گویا ہوئی ہیں۔ "کس بات پر؟" یا پھر ممکن ہے اسے پتہ چل گیا ہو کہ شیام نے اُس سے کیا کہنا چاہا ہوگا اور اس نے معذرت کو قبول کرنے کے لیے جواب دیا ہے۔ "نیور مائنڈ!" ——— دیکھیے ——" ذرا رک کر اُس نے شیام سے کہا ہے۔ "مولچند آئے تو مجھے بتا دیجیے گا۔"

"مولچند تو پچھلا اسٹاپ تھا۔" شیام نے اپنے آپ کو بتایا ہے کہ وہیں تو میری بیوی اتری تھی۔

وہ کھڑی ہوگئی ہے۔

"آپ بیٹھ جائیے۔ اگلے اسٹاپ پر اتر جائیے گا۔"

وہ بیٹھ گئی ہے۔

"نہیں" شیام نے پھر رائے دی ہے۔ "آپ دروازے کے پاس جا کر کھڑی ہو جائیے گا، اُترنے میں سہولت رہے گی"۔

اس عورت نے پیچھے مڑ کر دیکھا ہے۔ "یہی بات تو مجھے ستا رہی تھی کہ نیچے اترنے کے لیے دروازے تک کیسے پہنچوں گی ———"

اس ضمن میں شیام نے اسے اپنی بیوی کا تجربہ بتانا چاہا ہے۔

"جب مجھے بس سے اترنا ہوتا ہے شیام، تو میں اپنی سیٹ سے بے دھڑک ہو لیتی ہوں اور ——— اور جانتے ہو کیا؟ ——— مردوں کو جوان عورت سے چھونے کی اتنی چور خواہش ہوتی ہے کہ عین موقع پر وہ اس سے چھو جانے سے بچنے کے لیے اپنے آپ راستے سے ہٹتے جاتے ہیں۔ ———"

"اور کسی کو چور خواہش کی بجائے بڑی کھلی خواہش ہو تو ———"

"نہیں، کھلی خواہشیں کھلے میدان میں ممکن ہیں۔ بھری بھری بسوں میں صرف چور خواہشوں کی گنجائش ہوتی ہے۔"

وہ عورت اپنی جگہ خالی کر کے دروازے کی طرف جانے لگی ہے اور قریب ہی سے ایک بوڑھا گویا اسپرنگ بورڈ سے اچھل کر وہاں آ گرا ہے اور سیٹ مل جانے کی خواہش سے بے اختیار ہنس رہا ہے۔

(آج پھر یقیناً میرا بلڈ پریشر اپ سیٹ ہے۔ اس دن بھی صبح سے سر میں درد اٹھنا شروع ہو گیا تھا ———)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بوڑھا بدستور ہنس رہا ہے اور شیام نے سوچا ہے کہ بوڑھا باؤلا ہے۔ اُسے اگلے اسٹاپ پر ہی اُترنا ہوگا پر اس طرح جم کر جگہ گھیر لی ہے جیسے قیامت تک نہیں اٹھے گا۔

"میرے بھائی" بوڑھے نے شیام کے ذہن کو پڑھ کر کہا ہے۔ اس طرح اٹھل پتھل ہو تو آدمی کے سارے ٹھکانے لگاتی ہوتے ہیں ـــــ انھیں دیکھو نا ـــــ" اُس نے کھڑے لوگوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ "جہاں جہاں انھیں پہنچنا ہے اسی طرح کھڑے کھڑے پہنچنا ہے۔" اور پھر ذرا جھک کر۔ "تمھاری طبیعت، ٹھیک نہیں؟"

شیام نے ایک درد آمیز مسکراہٹ سے کھڑے لوگوں کی قطار پر نظر دوڑائی ہے اور اسے معلوم ہوا ہے کہ وہ کھڑے کھڑے ہی بیٹھنے کے عادی ہو گئے ہیں اور ـــــ اور جب انھیں واقعی بیٹھنے کا موقع میسر آتا ہے تو بیچارے بیٹھے بیٹھے گویا کھڑے ہوتے ہیں۔

"آگے چلو! ـــــ آگے چلو!" کنڈکٹر نے کھڑی سواریوں سے کہا ہے۔

"آگے کہاں جائیں؟" ایک لڑکی کو غصہ آگیا ہے۔ "جگہ کہاں ہے؟"

"اسی لیے تو کہہ رہا ہوں، آگے چلو ـــــ آگے جاؤ گی تو جگہ ملے گی بابا"

"میں بابا نہیں ہوں۔" لڑکی کو اور غصہ آگیا ہے۔

"تو ہو جاؤ گی بی بی"

شیام کے پہلو میں بیٹھا ہوا بوڑھا ہنسنے لگا ہے ـــــ ارے! بے تحاشہ ہنستے جا رہا ہے، اور شیام کو خوف محسوس ہونے لگا ہے کہ بے چارہ ہنستے ہنستے دم نہ توڑ دے۔

(دم ٹوٹ جائے تو سر کا درد اپنے آپ رفع ہو جاتا ہوگا)

پتہ نہیں کہ گاڑی چل رہی ہے یا بوڑھا ہنس رہا ہے ـــــ ہہ ہا ہہ ہہ ـــــ نہیں، گاڑی چل رہی ہے ـــــ ہہ ہہ! ـــــ نہیں، بوڑھا ہنس رہا ہے ـــــ

شیام نے آنکھیں بند کر لی ہیں۔ وہ تھک گیا ہے۔ وہ اپنے دفتر جا رہا ہے ـــــ نہیں، تھک کر اپنے دفتر سے لوٹ رہا ہے ـــــ اور اپنی بند آنکھوں کے باوجود اُسے معلوم ہے کہ گاڑی اب گھاٹ سے گزری ہے، اس کے بعد گورنمنٹ کوارٹرز آئیں گے ـــــ نہیں، یہ تو مارکیٹ ہے گھاٹ سے اُس کے دفتر کی جانب جائیں تو مارکیٹ ہی آتی ہے۔ گورنمنٹ کوارٹرز تو گھاٹ کے پیچھے ہیں ـــــ اُس کے گھر کی جانب ـــــ نہیں، گاڑی اسی کے گھر کی جانب ہی جا رہی ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سارے دن کی دفتر کی جھک جھک کے بعد وہ شل ہو گیا ہے ـــــ مولچند ہو گیا ہے۔ بس ٹھہر گئی ہے۔ بوڑھا اتر گیا ہے۔ اس کی بیوی دفتر سے لوٹتی ہوئی یہیں سے اس کے ساتھ ہو لیتی ہے۔ ـــــ غیر متوقع طور پر بہت سی سواریاں اتر گئی ہیں اور اس کی بیوی ـــــ وہ ہے! وہ تھکن سے مسکراتی ہوئی اس کی طرف آ رہی ہے۔ اُس کے ساتھ آ بیٹھی ہے ـــــ بس چل دی ہے۔ ـــــ تیز ہو لی ہے ـــــ وہ دونوں گھر جا رہے ہیں ـــــ گھر پہنچ کر وہ دونوں سیدھے رسوئی میں جائیں گے۔ اُس کی بیوی گیس کا چولہا جلا کر اُس پر صبح کی تیار کی ہوئی سبزی گرم کرنے کو رکھ دے گی اور آٹے کی طرف متوجہ ہو جائے گی ـــــ اور وہ کراکری کو میز پر سیٹ کرنے میں جُٹ جائے گا ـــــ لیڈی سری رام! ـــــ کنڈکٹر نے چلا کر سواریوں کو اسٹاپ کے نام سے مطلع کیا ہے ـــــ وہ دونوں تیز تیز یہاں اتر گئے ہیں اور سامنے کی اسٹریٹ سے گزر کر اپنے گھر کے عین سامنے آ گئے ہیں۔

"آؤ، رک کیوں گئیں؟" اُس نے اپنی بیوی سے کہا ہے۔

اور اس کی بیوی نے بالکونی کی طرف اشارہ کیا ہے جہاں اس کی بیوی کھڑی تعجب سے اُن دونوں کی طرف دیکھ رہی ہے۔

"میں تو یہاں ہوں ـــــ یہ کون لے آئے؟"

"افوہ ـــــ ہ!" نامعلوم شیام اپنے سر کے درد سے بلبلایا ہے یا متعجب ہو کر بوکھلا گیا ہے۔ اُس نے سارے راستے میں اس اجنبی عورت کی طرف ایک بار بھی نہیں دیکھا اور ـــــ اور اس عورت کے بازاری پن کی بھی انتہا ہے کہ چپکے سے اس کے ساتھ ساتھ چلی آئی ہے ـــــ

"میں کہتی ہوں یہ کون ہے؟"

"تم! ـــــ تم!: ـــــ" وہ بلبلا بلبلا کر بول رہا ہے۔ "تم! ـــــ اور کون؟ ـــــ کوئی بھی عورت ہو وہ تم ہی ہو ـــــ مجھے اس سے کیا، تم آپ ہی ہو، یا کوئی اور؟! ـــــ!" بس اڑی جا رہی ہے اور شیام نے اچانک ہڑبڑا کر اپنی آنکھیں کھولی ہیں اور ـــــ اور اُسکی نظر پھٹنے لگی ہے اور اسے محسوس ہو رہا ہے کہ اس کا اسٹاپ (دفتر کا یا گھر کا) پیچھے رہ گیا ہے اُسے آگے ہی آگے کہیں نہیں جانا ہے ـــــ اور اسے جہاں جانا ہے وہ وہاں پہنچ کر آگے آ گیا ہے ـــــ اور یہاں سے واپسی کی کوئی بس نہیں ـــــ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

"ارے! ـــــ ارے بھائی لوگو!" شیام کے پہلو میں بیٹھا ہوا بوڑھا ایکا ایکی چلاتے ہوئے اپنی سیٹ سے کھڑا ہو گیا ہے۔ "ذرا دیکھو، یہ سواری بے ہوش ہو گئی ہے ـــ یا ـــ یا اپنے ٹھکانے پر جا پہنچی ہے؟ ـــــ!"

■■

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پیچھے

میں اور وہ (وہ کون ہے؟) سیدھے یہیں چلے آئے ہیں۔

کتنا چوڑا دریا ہے! ان لوگوں نے ہمیں بتایا ہے کہ پچھلے تین چار سو سال سے یہ دریا ہر سال کناروں پر ایک ایک انچ بڑھتا جا رہا ہے۔ کبھی اتنا چھوٹا ہو گا کہ ادھر سے کسی کو اُدھر کچھ کہنا ہوتا تو یہیں بیٹھے بیٹھے ذرا سی آواز دے دیتا ——— سن رہے ہو؟ بابر ہندوستان پر چڑھ آیا ہے۔ ——— چڑھ آیا ہے تو کیا ہوا؟ اپنے آپ اتر بھی جائے گا ——— اور نہ اترا تو؟ ——— تو بھی کیا؟ تو اُسے رہنا پڑ جائے گا ——— اور رہ گیا تو؟ ——— رہ گیا تو اچھا ہی ہے، رحمت بن کر رہے گا! ——— ہاں، اس دریا میں کتنے سیلاب آئے ہوں گے، اور جو سیلاب نہیں اترے ہوں گے ان سے دریا اور چوڑا ہوتا گیا ہو گا تاکہ سیلابی حالت نہ بنی رہے۔ پانی کو اگر بہتات میں بہتے چلے جانا ہے تو تنگ کناروں کا ڈھے ڈھے کے پیچھے سرکتے جانا فطری ہے، اور کنارے پیچھے ہٹتے جائیں تو اِس دنیا اور اُس دُنیا میں فاصلہ بڑھتا جاتا ہے۔ پہلے تو لوگ کود کر یہاں سے وہاں جا پہنچتے تھے۔ یہ ذرا سا تو فاصلہ تھا۔ لیجیے، جگت پتا، آ گیا ہوں! ——— اور جگت پتا کا کام انجام دے کر اسی طرح کود کے واپس آ گئے، ادھر کیا اور اُدھر کیا؟ کسی کو تعجب نہ ہوتا تھا کہ یہ شخص تو مر چکا تھا، اب جوں کا توں جی کیسے پڑا؟ ——— لیکن اب تو دوسرا کنارہ اتنا دُور ہو گیا ہے کہ کنارے کے آگے پہاڑوں کا سلسلہ پانی سے ہی اُبھرتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ تا حدِ نظر پانی ہی پانی ہے اور پانی کی ننگی اور گاڑھی لہریں تیز تیز سانس لیتے ہوئے بے سُدھ بھاگی جا رہی ہیں ——— ازل سے ابد تک، اور انھیں درمیان سے چیر کر ہمیں دوسرے کنارے پر پہنچنا ہے۔

اوروں کے ساتھ میں اور وہ (وہ کون ہے؟) کشتی میں آ بیٹھے ہیں اور کشتی کے آگے اور پیچھے دونوں طرف آمنے سامنے بیٹھے ہوئے ملاحوں نے ایک دوسرے کو بڑی گہری مسکراہٹ سے دیکھا ہے جیسے روانگی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سے پہلے اپنے دوسرے سارے رشتے توڑ کر ایک دوسرے میں پیوست ہو گئے ہوں اور پیوست ہو کر چاروں کے چاروں یک روح ہو گئے ہوں اور یک روح ہو کر ان میں اعتماد آ گیا ہو کہ اب ہمیں وہاں پہنچنے سے کون روک سکتا ہے ـــــ اور کشتی حرکت میں آ گئی ہے اور اس کے آگے لہریں کٹنے لگی ہیں اور کٹ کٹ کر اس کے پیچھے اپنے آپ جڑتی جا رہی ہیں اور اپنی بھاگا بھاگ میں انھیں کٹنے کا احساس ہو رہا ہے نہ جڑ جانے کا ـــــ اور چاروں ملاحوں نے بیک آواز گانا شروع کر دیا ہے۔

لہرو، ہمیں روکو نہیں۔

لہرو، ہمیں جانے دو۔

لہرو، ہمیں روک لیا تو تمھیں ہمارے لیے روٹیاں پکانا پڑیں گی۔

اور جھونپڑے بنوانا پڑیں گے۔

اور کپڑے سلوانا پڑیں گے۔

لہرو، ہمیں روکو نہیں۔

لہرو، ہمیں دور سے دیکھ لو اور جانے دو۔

ملاح اپنے سارے بدن سے گا رہے ہیں اور ہمارے ذہن دیکھ رہے ہیں کہ ان کی آوازیں ہاتھوں میں ہاتھ باندھے ہنستے کھیلتے پانی پر چل چل کر وہاں اس پار پہنچ رہی ہیں اور ہم منجدھار میں آ پہنچے ہیں۔ ہم وہاں سے چلے تھے جہاں بستی ہی بستی ہے اور وہاں جا رہے ہیں جہاں ویرانہ ہی ویرانہ ہے۔ چلنے سے پہلے بستی کے چند پنڈتوں نے ہمیں مشورہ دیا تھا کہ اس موسم میں اُدھر مت جاؤ، اور جانا ہی ہے تو جیون کا انتم پاٹھ ہم سے یہیں بستی کے کنارے پڑھوا جاؤ ـــــ اور اُن کی باتیں سُن کر ہماری ننھی منی دھندلی سے سکانیں ڈر کر ہمارے منھوں سے اڑ گئیں اور ہم نے کبوتروں کی طرح آنکھیں موند لیں لیکن ملاحوں کے مردانہ قہقہوں نے ہماری کایا کو بدلنے سے بچا لیا ہے ـــ ڈرو نہیں بابو، آؤ ـــــ اسی موسم میں تو مورتیوں کا پتھر گیگتا ہے اور ان کے سانسوں سے ویرانہ آباد ہوتا ہے ـــــ ڈرو نہیں ـــــ دوسرے موسموں میں دریا کا کالا جل تان کر سویا ہوتا ہے تو لوگوں کی بھیڑ کی بھیڑ اُدھر جا پہنچتی ہے اور ان کے وہاں پہنچتے ہی مورتیاں پھر پتھر کی پتھر ہو جاتی ہیں۔ بھگوان کی یہ دیکھنے کا سمے تو اسی وقت ہے ہمت کر کے آؤ اور دیکھو آج کل ویرانے میں زندگی کی کیا بہار آئی ہوئی ہے۔ اس طرف ہم بسے ہوئے ہیں اور اس طرف سانس لیتی ہوئی مورتیوں کا ہجوم ہے ـــ رکو نہیں بابو، پانی سے کیا ڈر ہے ہر شخص

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کا تین چوتھائی تو اپنے بدن میں ہی پانی میں ڈوبا ہوتا ہے ـــــ آؤ! ـــــ اور میں اور وہ (وہ کون ہے؟) اور چند اور یاتری دلوں تک ڈوبے ہوئے یہاں کشتی میں آ بیٹھے۔

ہماری کشتی کنارے کے قریب آگئی ہے تو میں نے پراچین کال کے کسی نوجوان راجکمار کی ڈوبی ڈوبی مورت کو ایک اپسرا کے گلے میں باہیں ڈال کر نہاتے ہوئے دیکھا ہے اور چونک پڑا ہوں ـــــ اور ایک ملاح میری حیرت سے خوش ہو کر اپنی جگہ پر بیٹھے بیٹھے کسی لہر کی طرح اچھل کر گویا ہوا ہے، ہم نے تو پہلے ہی بتا دیا تھا بابو، کہ اکیلے میں مورتیاں جی اٹھتی ہیں ـــــ اور میری آنکھیں ابھی تک اُس مورتی کی طرف مڑی ہوئی ہیں کہ ایک اور ملاح کی آواز میرے کانوں سے جھول کر دریا میں کود گئی ہے: مورتیوں کا سلسلہ دریا کے منجدھار سے ہی شروع ہو جاتا ہے ـــــ ایک اور ملاح نے وضاحت کی ہے۔ جہاں اب منجدھار ہے پہلے زمانے میں وہاں سے دریا کا کا یہ کنارہ شروع ہو جاتا تھا ـــــ تو کیا پانی کے نیچے ڈوبی ہوئی مورتیوں کا دم نہیں گھٹتا؟ ـــــ جس کا مقدر ہی ڈوب ڈوب کر جینا ہو وہ خشکی پر لوٹنے پوٹنے لگتا ہے! ـــــ

سارے یاتری کشتی سے اُتر گئے ہیں تو میں اور وہ بھی (وہ کون ہے؟) وہاں سے کنارے پر آ کھڑے ہوئے ہیں اور ہم نے دریا کی طرف پیٹھ پھیر لی ہے اور ہماری نظریں دھرتی کے پھیلتے دوڑتے گئے ہیں۔

دریا کے اُس پار چاروں طرف ہمیں بسی بسی خاموشی کا احساس ہو رہا ہے، جیسے مورتیوں کی یہ بستی بستی دُور دُور تک پھیلی ہو۔ ہمارے عین سامنے ایک پتھریلا پہاڑ ہے جس سے شو اتر رہے ہیں۔ تیجسوی کی جٹاؤں میں سانپوں کی پھنکار ہے اور نیلے چہرے میں آکاش کا سکون، اور بدن پر مٹی کی چمک دھمک اور ہاتھوں میں چمٹے کی جھنکار ـــــ اور خاردار ڈھلان پر بے پروائی سے آگے پیچھے رکھتے ہوئے ننگے پیر ـــــ شو گھاٹ کی طرف نیچے آ رہے ہیں اور دریا کا پانی کناروں کو توڑ پھوڑ کر اوپر ان کے پیروں کی طرف چڑھ جانا چاہ رہا ہے ـــــ اور وہ ـــــ ہماری بائیں جانب کے راستے سے ایک ہاتھی جھوم جھوم کر نکل رہا ہے، شاید نہانے کے لیے ادھر آ رہا ہے اور پانی کو دیکھتے ہی خیال ہی خیال میں یہیں سے پانی میں اترا ہوا ہے اور دریا کی تہہ پہ قدم اٹھانے کے انداز میں چل رہا ہے، کانوں کو پھڑپھڑاتے، سونڈ سے پانی کی پچکاریاں چھوڑتے، دم ہلاتے ـــــ ہاتھی سے بچتے ہوئے ہم اسی طرف مڑ گئے ہیں اور اس کے عقب میں ایک پھٹے حال ادھیڑ عمر شخص کی دیوانی سی باریش مورت کو اپنی طرف گھورتے ہوئے پا کر ٹھہر گئے ہیں۔ ہمارے ایک ساتھی نے اسے بڑے غور سے دیکھتے ہوئے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کہلاتے ہے، مورتی کارنے کالا پتھر دل وجان سے کاٹ کاٹ کر گوشت بنادیا ہے ـــــ ہم سب نے دیوانے بابا کے کالے گوشت پر نگاہ جمالی ہے ـــــ ارے یہ تو سانس بھی لے رہا ہے! کھڑے کھڑے بال دیکھیے، ایسے بال پتھر کو تراش کر بنائے جاسکتے ہیں؟ ـــــ نہیں، چھو کر بے چارے کو ڈسٹرب مت کرو! ـــــ مخمر سے ہنسنے کی آواز سُن کر ہمارے کان ایک دم کھڑے ہوگئے ہیں اور ہم تعجب سے دیوانے کا منہ تکنے لگے ہیں ـــــ نہیں، یہ کیونکر ہوسکتا ہے؟ ـــــ لیکن نہیں، اب کے ہم نے دیوانے کو اپنی آنکھوں سے اتنا ہی ذرا سا روتے ہوئے دیکھ لیا ہے، جتنا وہ ابھی ابھی ہنسا تھا ـــــ دیوانہ بابا واقعی گویا ہے، یہی تو دُکھ کی بات ہے دوستو، کہ ہم مورتیاں نہیں ـــــ تم نہ ہنسو ـــــ ہم سب اپنی حماقت پر ہنسنے لگے ہیں لیکن دیوانے بابا نے ہلکے سے توقف کے بعد نہایت سنجیدگی سے منہ کھولا ہے تو ہماری ہنسی اس سرنگ کے پٹ کھلتے ہی اس داخل ہوکر غائب ہوگئی ہے۔

کیا مجھے کھانے کو کچھ مل سکتا ہے دوستو؟

ہاں، یہ لو بابا، یہ کیلے کھالو۔

لاؤ تمھیں دیکھ کر میں اس لیے ہنس پڑا دوستو، کہ چلو بھوک مٹنے کا حیلہ تو پیدا ہوگیا۔

دیوانے بابا نے کیلے کو چھیل سمیت منہ میں ڈال لیا ہے۔

اور روئے کیوں؟

رونا اس لیے آگیا دوستو، کہ تم آتو گئے ہو لیکن کب اور کہاں آئے ہو؟ ـــــ کسی کا ہونا اور آنا تو اس وقت ہوتا ہے دوستو، جب کوئی نہایت پرانے ماضی سے اچانک باہر آجائے اور اسکی آمد پر پتھر کے پہاڑ میں اندر ہی اندر خلا ہوجائے اور وہ غار کا غار اسکی دھڑکنوں سے جی پڑے ـــــ آؤ دوستو! وہ ـــــ وہاں اس ستون کے پاؤں میں ایک گڑھا ہے اور اس گڑھے میں ایک سوراخ ہے! ـــــ باری باری دیکھو ـــــ باؤلی باتیں اسی وقت سمجھ میں آتی ہیں جب ہم باتوں کے جسم بھی دیکھ لیں ـــــ دیکھو!

میں نے سوراخ پر سر جھکا لیا ہے۔ غار میں باہر کی روشنی کی ایک ہی کرن اپنے آپ سے کھیل رہی ہے اور اس کی نم آلود مدھم روشنی سے میں اپنے چہرے پر ٹھنڈک محسوس کرنے لگا ہوں اور آنکھیں جھپکائے بغیر ٹکٹکی لگا رہا ہوں اور میری نظر میں یہ منظر بسا ہوا ہے کہ شیام سُندر بال کرشن

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

غار میں کھڑا ہے اور اس کے پُر نشاط سانس سے بانسری کے سُر پھوٹ رہے ہیں اور اس کے ارد گرد مکھن کے پیڑوں جیسی سندر اور ملائم گوپیاں لسی میں تھئی تھئی اچھل اچھل کے بے سدھ ناچتی جارہی ہیں اور ناچ ناچ کر انکی ملائمت گاڑھی ہو رہی ہے اور نقش تیکھے نکلتے آرہے ہیں ـــــ تھئی ـــ تھئی تھئی!

ـــــ پتھروں سے زندگی کا دودھ نچڑ رہا ہے! ـــــ

کسی نے ہلکے سے میرا شانہ دبا کر مجھے سوراخ سے اٹھنے کو کہا ہے اور میں نے اپنا سر اوپر نہیں اٹھایا ہے بلکہ سارا غار ہی اوپر اٹھ آیا ہے، اور میں سیدھا کھڑا ہو گیا ہوں تو میں اور وہ (وہ کون ہے؟) ایک دوسرے کی آنکھوں میں جھانک کر ایک دوسرے کے سر میں وہی غار کا منظر دیکھے جارہے ہیں ـــــ

دیوانے بابا کے قہقہے کی آواز سے ہم سب یاتری اپنے انہماک سے چونک پڑے ہیں۔

آہا تو وہی ہے دوستو، جو صدیوں پہلے آیا ہوا اور آکر جیون کی کسی نہ کسی جھلک میں رہ گیا ہو! ـــــ لاؤ، دو اور کیلے دے جاؤ دوستو۔

دو کیا؟ لو چار اور کھاؤ بابا۔

لاؤ۔ بابا نے کیلوں کو منہ سے کھانے سے پہلے اپنی بھوکی نظروں کو دعوت دی ہے ـــــ

لو بابا کی آنکھو، تم بھی کھاؤ!

ویل کم ٹو واکیوز!

ہم نے ایک اجنبی آواز سن کر پیچھے مڑ کے دیکھا ہے۔

ان غاروں کی سرکاری دیکھ بھال میرے ہی ذمے ہے۔

یہ مورتیاں بنائی کس نے تھیں؟

سرکاری ریکارڈ کے مطابق ـــــ

اوشٹ اَپ! ـــــ بابا نے اسے سختی سے ٹوک دیا ہے ـــ اسے کیا پتہ، ان مورتیوں کو بنانے والے کون تھے؟

ہمارے بابا کسی زمانے میں اس پار کی بستی میں ہسٹری کے پروفیسر تھے ـــــ سرکاری آدمی نے مسکرا مسکرا کر ہمیں بتایا ہے ـــــ ہمارے غاروں میں گھوم گھوم کر بے چارے پاگل ہو گئے ہیں ـــــ نہیں گھبرائیے نہیں، بڑے بے ضرر پاگل ہیں اور چوبیس گھنٹے یہیں گزارتے ہیں ـــ غار دیکھنے کے لئے آپ کو سرکاری گائیڈ کی ضرورت ہو تو میں اسے دفتر سے بھجوا دوں گا ـــــ صرف دو روپے فی کس

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

"ارے جاؤ نا، گائیڈ کے بچے جاتے کیوں نہیں؟"

وہ چلا گیا ہے تو پروفیسر بابا ہم سے مخاطب ہوا ہے۔

میری باتیں تمہاری سمجھ میں آ گئیں دوستو، تو تم بھی پاگل ہو جاؤ گے ـــــ ان غاروں سے جو مجھ پر بیتی ہے۔ اپنی آپ بیتی صرف میں ہی تمہیں بتا سکتا ہوں، کوئی اور نہیں۔

"پہلے یہ بتاؤ بابا، یہ مورتیاں کس نے بنائیں۔"

"ابھی تک تمہاری سمجھ میں میری پہلی بات ہی نہیں آئی ہے دوستو، تو باقی کے سوال کیوں اٹھا رہے ہو جو کچھ بھی ہوتا ہے ماضی میں ہی ہوتا ہے، کیونکہ حال میں تمہیں صرف کیلے کھانا ہوتا ہے ـــــ میں واقعی پاگل ہو چکا ہوں دوستو، لیکن سچ کہتا ہوں کہ اگر میرا جینا کیلے کھانے کے بندھنوں کو توڑ چکا ہوتا تو اب تک اپنے ماضی سے پھوٹ کر میں بھی یہیں کسی پہاڑ کے ماتھے پر کھد گیا ہوتا ـــــ لیکن اس میں بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ صبر کی کوئی میٹھی شکل سینکڑوں ہزاروں برسوں میں ہی بنتی ہے جب صبر کرنے والے کی ہڈیاں مٹی ہو ہو کر پتھر بن چکی ہوتی ہیں ـــــ جب ہم بند پتھریں لہلہاتے ہوئے پودے کا ذکر کرتے ہیں دوستو، تو وہ ساری گھٹنا یہی ہے۔

ہم میں سے کسی نے بابا کو ٹوکنا چاہا ہے۔

نہیں، مجھے ٹوکو نہیں۔ اپنی باتوں سے مجھے تمہاری تسلی نہیں کرنا ہے، مجھے صرف اپنی دھارس بندھانا ہے۔ صرف اپنے آپ سے کہنا ہے، آؤ، آؤ، تم بھی ایک خوبصورت روایت ہو ـــــ آؤ، اپنے ماضی میں گھل مل جاؤ، ماضی میں گھل مل جاؤ گے تو ہر انسان تمہیں اپنا ہی ماضی سمجھ کر گلے لگا لے گا، اپنی ہی روایت سمجھ کر تم میں اپنا آپ پا لے گا ـــــ

لیکن بابا، تم نے ابھی تک یہ نہیں بتایا کہ یہ مورتیاں کس نے بنائیں۔

ابھی تک نہیں سمجھے دوستو، تو کیا سمجھو گے؟ ان مورتیوں کو بنانے والا کوئی نہیں ہے جن مورتیوں میں جان ہوتی ہے وہ آپ ہی آپ بن جاتی ہیں ـــــ جاؤ اب! تمہارے کیلوں سے میرا پیٹ بھر گیا ہے ـــــ جاؤ! ـــــ لیکن تم آئے ہی کب تھے کہ چلے جاؤ گے؟ ـــــ نہیں، اب مجھے کچھ اور سننا ہے نہ کہنا ہے ـــــ جاؤ اب! ـــــ

ہم پاگل پروفیسر بابا کو چھوڑ کر اسی راستے پر آگے ہو لیے ہیں اور ابھی چند ہی قدم چلے ہیں کہ راہگزر کے دائیں کنارے پر ہمیں ایک جیوتشی کی سی صورت دکھائی دی ہے۔ وہ گھٹنے ٹیکے، سر جھکائے،

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہاتھ میں کھلی پُستک لیے ہوئے ہے اور دوسرے ہاتھ کی انگلیوں پر شاید ستاروں کا حساب لگا رہا ہے پہلے تو مجھے خیال گزرا ہے کہ شاید وہ کوئی مورتی ہی ہے لیکن پروفیسر بابا کے واقعہ کا خیال کر کے میں مسکرانے لگا ہوں اور آگے بڑھ کر جیوتشی کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہا ہے۔ اس نے سر اوپر نہیں اُٹھایا ہے تو میں نے شرمندہ ہو کر جھکتے ہوئے اسکے کندھے کو چھوا ہے کہ وہ میری طرف دیکھے اور ـــــ مجھے پتھر چھونے کا احساس ہوا ہے اور میں نے سوچا ہے کہ شاید وہ صدیوں سے یوں ہی ستاروں کے حساب کتاب میں اُلجھ کر بیٹھا ہے اور اپنے انہماک میں پتھر ہو گیا ہے ـــــ اور میں نے اُسے دوبارہ چھونے کے لیے ہاتھ بڑھایا ہی ہے کہ پروفیسر بابا کی آواز ٹھاٹھیں مارتی ہوئی مجھے بہالے گئی ہے ـــــ جس مورتی کو بھی چھوؤ گے دوستو، وہ پتھر ہو کر رہ جائے گی ـــــ اور میں اور (وہ کون ہے؟) گھبرا کر سیدھے کھڑے ہو گئے ہیں اور ایک دوسرے کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے ہم دونوں کو گماں ہوا ہے کہ ہم پروفیسر بابا کو بھی چھو لیتے تو وہ پتھر ہو جاتا ـــــ اور ـــــ اور ـــــ عجیب بات ہے ـــــ جیسا وہ (وہ کون ہے؟) اوروں میں شامل ہونے کے لیے میرے ساتھ اُدھر مڑنے لگا ہے تو میں نے اسے اسی نیت سے چھو لیا ہے کہ وہ پتھرا جائے اور پتھر ہو کر مجھے صاف دکھائی دینے لگے، لیکن کیا یہ بھی عجیب نہیں کہ اُسے کچھ بھی نہیں ہوا ہے اور وہ ویسے ہی پرچھائیں کی پرچھائیں ـــــ وہ میرے آگے آگے جا رہا ہے!

اس نئے راستے میں داخل ہوتے ہی ہم ایک بڑے کشادہ غار کے سامنے آ کھڑے ہوئے ہیں اور اسکے اندر پہاڑ کے باطن میں پہنچ کر اپنے آپ کو بدھ کی ایک بہت بڑی مورتی کے سامنے پایا ہے۔ بدھ کے سر کا جوڑا چھت تک پہنچا ہوا ہے اور اس کے جھکے جھکے شانت میں غار کے دروازے پر ٹکے ہوئے ہر آنیوالے کا انتظار کر رہے ہیں ـــــ جو بھی پہنچ جائے مجھے اسی کا انتظار تھا، مجھے کسی خاص ایک کا انتظار نہیں، تم آ گئے ہو تو مجھے تمہارا ہی انتظار تھا ـــــ بدھ کی نظر گہرے پانی کی طرح ٹھہری ہوئی ہے اور گھمبیرتا سے مسکرائے جا رہی ہے ـــــ کچھ اس طرح کہ گھمبیر ہو تو گہری نہ ہو، اور مسکرا رہی ہو تو اس میں روشنی کا سبک پن نہ ہو ـــــ اور اتنی قریبی ہے کہ ہمارے پہروں کی بجائے دلوں پر پڑ رہی ہے اور ہر ایک کو معلوم ہو رہا ہے کہ بدھ صرف اُسی کی طرف تک رہا ہے، میں نے اس کی طرف یہاں اس کونے سے دیکھا ہے اور اس کی ٹٹولتی ہوئی پُرچین نظر سے بے چین ہو کر یہاں چلا آیا ہوں اور یہاں سے بھی میری آنکھیں بے اختیار بدھ کی جادوئی آنکھوں کی طرف اُٹھ گئی ہیں جو وہیں ٹھہرے ویسے ہی یہاں بھی مجھے دیکھے جا رہی ہیں اور میں تعجب سے وہاں ہو لیا ہوں ـــــ اُس آخری کونے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میں اور ـــــ اور یہاں بھی اس کی نظر کی ساکن مسکراہٹ مجھے ویسے ہی بڑی قریبی دلچسپی سے ٹٹول رہی ہے ـــــ میرے سارے ساتھی بھی جگہیں بدل بدل کے چھپی چھپی آنکھیں بدھ کے چہرے کی طرف اٹھا رہے ہیں اور بدھ اپنی گردن کو عین اسی ایک جگہ پر ٹکائے ہماری ہر نئی جگہ پر ایک ایک کو اُسی بے جھپک ہمدردی سے دیکھے جا رہا ہے۔ اس کے لیے ہماری محبت مشترک ہے لیکن ہم سب کے لیے اُسکی محبت الگ الگ ذات سے ہے ـــــ مگر سنیئے بدھ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے ہوئے میں نے اچانک محسوس کیا کہ اسکی آنکھوں کی دونوں ساکن پتلیوں میں، وہ (وہ کون ہے؟) میری طرف منہ کیے ہوئے ہے، اور بدھ کی نظر مجھ پر جمی ہوئی ہے لیکن وہ مجھے دیکھ نہیں رہا ہے ـــــ میں گم ہو گیا ہوں، شاید میرے دوسرے ساتھی بھی گم ہو گئے ہیں اور ہم سبھی غار کے باہر آ گئے ہیں اور ـــــ اسی بے خبری کے عالم میں ذرا آگے جا کے ایک نئی راہ میں مڑ گئے ہیں اور ـــــ ہائیں، یہ کیا؟! ـــــ ہم نے پہلے تو تحیّر سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا ہے اور پھر اپنے سامنے ـــــ یہاں مورتیوں کا ایک پورا نگر آباد ہے! ـــــ سڑک پر ادھر اُدھر کئی لوگ آجا رہے ہیں۔ دکانیں سجی ہوئی ہیں اور دکاندار خریداروں سے بھاؤ ٹھہرا رہے ہیں۔ اُن کی خریدی ہوئی چیزیں انھیں سونپ رہے ہیں۔ یا اگر دکان پر کوئی گاہک نہیں تو سڑک پر خالی خالی نظریں لٹکائے ہوئے ہیں ـــــ آیئے، ذرا تیز تیز آیئے! ـــــ وہ رتھ بڑی رفتار سے ادھر ہی آ رہا ہے اور یہ آدمی سڑک کی دوسری طرف جانے سے پہلے سوچ رہا ہے کہ ذرا تھم جائے، یا رتھ کے یہاں پہنچنے سے پہلے جلدی جلدی سڑک کو پار کر لے ـــــ اس گائے کو یہ بوڑھا نا معلوم کیا کھلا رہا ہے اور گائے پونچھ ہلا ہلا کر اپنی بڑی بڑی آنکھوں سے اس کے چہرے کو بھی دیکھ رہی ہے اور اس کے چہرے کے پیچھے سبزی بھاجی کی دکان پر بھی اُس کی نظر ہے ـــــ یہ پھول والی! ـــــ آیئے اس سے پھول لیتے ہیں ـــــ مگر ـــــ مگر پھول والی نے ہماری طرف دھیان ہی نہیں دیا ہے، شاید بہری ہے ـــــ ہاں! اندھی بھی ـــــ نہیں، اندھی تو نہیں ہے ـــــ پھولوں کا ٹوکرا اس کی پیٹھ پہ لٹکا ہوا ہے۔ میں نے اسے چھوا، ذرا سا جھٹکنا چاہا ہے ـــــ جس مورتی کو بھی چھوؤ گے دوستو، وہ پتھر ہو کر رہ جائے گی! ـــــ میں رُک گیا ہوں! ـــــ پھول والی! پھول ـــــ! ـــــ اُس نے جواب میں ہمیں دیکھا بھی نہیں ہے اور ہم شرمندہ سے ہو کر رہ گئے ہیں ـــــ وہ ـــــ وہاں چند لوگ ارتھی کے ساتھ جا رہے ہیں۔ ارتھی کے پہلو میں وہ نوجوان شاید مرنے والے کا بیٹا ہے ـــــ سر منڈوائے، صرف دھوتی پہنے، ننگی چھاتی، جنیو کی ایک سوتی تار ایک

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہاتھ میں لیے اور دوسرے ہاتھ میں پانی کا لوٹا اٹھائے ننگے پاؤں باپ کی ارتھی کے ساتھ ساتھ چل رہا ہے اور دل ہی دل میں اگلے چند دنوں کے سارے سنسکار پورے کرنے کا خاکہ تیار کر رہا ہے ـــــ یہ راستہ شاید شمشان گھاٹ کو جاتا ہے ـــــ ارے بھائی ٹھہرو! یہ راستہ کدھر جاتا ہے؟ ـــــ میں نے ایک راہگیر سے پوچھا ہے لیکن پھول والی کی طرح اُس نے بھی ہماری طرف سر اٹھا کے بھی نہیں دیکھا ہے ـــــ تو ـــــ تو کیا ـــــ کیا ـــــ؟ ـــــ ہاں، ہو سکتا ہے ہم یہاں موجود نہ ہوں ـــــ ہو سکتا ہے ہم سرے سے ہوں ہی نہ ـــــ ہم نے چاروں طرف حیرت سے نگاہیں دوڑائی ہیں اور ہمیں یقین ہونے لگا ہے کہ یہاں سبھی لوگ ہماری موجودگی سے بے خبر ہیں، ہم اُنھیں قطعاً دکھائی نہیں دے رہے ہیں، محسوس نہیں ہو رہے ہیں! ـــــ یہاں وہ ہی وہ ہیں یا ہم ہی ہم ـــــ لیکن یہ بستی اُن ہی کی تو ہے۔ اُنہی کا کام کاج، اُنہی کا رونا دھونا، جینا مرنا، ہنسنا کھیلنا تو سارے آس پاس میں بسا ہوا ہے ـــــ وہ تو سارے ہیں ہی، ہم ہی نہ ہوں گے ـــــ

ہم بوکھلا گئے ہیں اور تیزی سے سڑک کے باہر نکل آئے ہیں اور دریا کے کنارے آ پہنچے ہیں اور بدستور بوکھلاہٹ سے اپنے سر پلٹا کر دیکھا ہے ـــــ سڑک کے باہر ایک نہایت بوڑھا آدمی ـــــ اتنا بوڑھا کہ اُسے دیکھ کر اس کے سوا اور کوئی شکل ذہن میں نہیں بنتی کہ وہ بے حد بوڑھا ہے ـــــ اپنی داڑھی پھیلائے، اور بال بکھرائے دریا پہ ٹکٹکی باندھے ہوئے ہے! ـــــ میں آپ کو نہایت ایمانداری سے بتا رہا ہوں کہ اُس بوڑھے کی مورتی کو گھور گھور کر دیکھتے ہوئے ہم سبھی ایمان لے آئے ہیں کہ اس وقت یہاں صرف وہ ہی وہ ہیں، سارے کے سارے وہ، اور یہ پہاڑ اور دریا کا یہ بہتا ہوا پانی ـــــ ہم اپنی غیر موجودگی کے احساس سے ایک خالی ناؤ میں آ بیٹھے ہیں جسے ملاحوں نے کچھ کہے سُنے بغیر بستی کی طرف لے جانے کے لیے کھول دیا ہے اور پانی کے تلاطم میں اسے بڑی مہارت سے کھینے لگے ہیں اور پانی میں تھوڑی دُور آ کے مجھے اچانک خیال آیا ہے کہ وہ تو (وہ کون ہے؟) پیچھے ہی رہ گیا ہے!

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بے محاورہ

مجھے تعجب ہو رہا ہے کہ میرے اتنے صاف ستھرے کمرے میں یہ مکھی کہاں سے چلی آئی ہے، اس قدر گندی ہے کہ نظر ہٹا لینے پر بھی سامنے ہی رہتی ہے۔ میرے ملاقاتی نہایت صفائی پسند ہیں اور چہروں کو اتنا چھیل کر آتے ہیں کہ دکھائی ہی نہیں دیتے۔ ذہن میں ان کی کوئی شکل ہی نہیں بنتی۔ میں انھیں چہروں کی بجائے ان کے اجلے کپڑوں سے ہی پہچانتا ہوں، یا اجلے کپڑوں سے بھی نہیں پہچان پاتا تو اسے وہ اور اُسے یہ سمجھ کر ہر ایک سے باتیں کیے جاتا ہوں اور ہماری بات اس لیے نہیں بگڑتی ہے کہ مجھے کسی سے کوئی خاص بات نہیں کرنا ہوتا ہے، بس مسکرا مسکرا کر محض باتیں ہی کیے جانا ہوتا ہے ـــــ لیکن وہ غلیظ مکھی اتنی پُرشکل ہے کہ اُسے دیکھ کر مجھے صرف اُسی کا خیال آ رہا ہے۔ وہ میری ساری توجہ کو سمیٹے ہوئے بڑے مزے سے لگاتار بھنبھنائے جا رہی ہے، گویا اُسے یقین ہو کہ وہ عین وہیں آ پہنچی ہے جہاں اُسے پہنچنا تھا ـــــ میری نظر اُس بھدے سے بھن بھن کرتے ہوئے دھبے پر اٹکی ہوئی ہے ـــــ یہاں ـــــ وہ ـــــ وہاں اُس تصویر میں وہ اُس درخت کی ٹہنی سے چھوئی ہے اور فریم کے شیشے سے پھسل گئی ہے اور نیچے گلدان میں رکھے ہوئے گلاب کے پھولوں کے آس پاس منڈلانے لگی ہے۔

"ہائے ویشو" رینو کو میں پہلی بار اپنے فلیٹ میں لایا تو اُس نے مجھ سے کہا "تمھارے گلاب کتنے خوبصورت ہیں! کہاں سے منگواتے ہو؟"

"پلاسٹک گڈز کی ایک دکان سے، رینو"

"سچ؟ ـــــ ہائے، سچ مچ کے گلاب ایسے کیوں نہیں ہوتے؟ ـــــ اور ـــــ اور یہ کیا، ڈارلنگ؟ تمھارے گلابوں میں سے تو رات کی رانی کی خوشبو آ رہی ہے؟!"

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

"ہاں ڈارلنگ، یہ ایسے ہی ہے جیسے مجھے تمھارا چہرہ تو عورت کا ہی اچھا لگتا ہے مگر خصلت گھوڑی کی، ذرا سی جھٹک پر بھی ہوا میں اڑا لے جاتی ہے۔"

"ہاؤ نائی!"

"نہیں، اس میں نائی وائی کیا ہے؟ جو شکل پسند ہو وہی دیکھو اور جو روح پسند ہو اُسے اُس شکل کے اوپر اوپر مَل دو ——"

ہاں، کیا ضروری ہے کہ گلاب سے گلاب ہی کی خوشبو آئے؟ ہماری مشکل دراصل یہ ہے کہ ہم آج بھی روح کو بھیتر کی کوئی شے سمجھے بیٹھے ہیں۔ کوئی اچھا سا سائنس داں ہو جو ہمیں سمجھائے کہ جیتے جاگتے وجود میں بھلا کوئی جگہ کہاں ہوتی ہے کہ روح وہاں مکان کرلے اپنے آپ میں یا تو اپنا سارا آپ جوڑ کر رکھو یا اُسے، جسے تم روح کہتے ہو —— سچ مچ کا گلاب، سچ مچ کا بندر۔ سچ مچ کا آدمی —— سچ پوچھیں تو یہ سب بھوٹ ہے۔ مجھے یقین ہے کہ میں سچ مچ کا آدمی نہیں ہوں —— میرا مطلب ہے، اسی لیے سچ مچ کا آدمی نہیں ہوں کہ واقعی سچ مچ کا آدمی نہیں —— میرا بڑا بھائی غریب سچ مچ کا آدمی ہے اسی لیے جھوٹ موٹ سا لگتا ہے۔ گزشتہ کئی ماہ سے معدے کے کینسر سے تڑپ رہا ہے۔ اُس کا ایک پھول سا بچہ ہے جو بہت خوش ہے کہ ڈیڈی مجھ سے کھیلنے کے لیے سارا دن گھر میں ہی رہتے ہیں۔ دوسرا بچہ ابھی اپنی ماں کی کوکھ میں ہے اور بندھے ٹکے وقت سے پہلے باہر نہیں آئے گا، تب تک خواہ اس کا باپ رہے، خواہ نہ رہے —— یہ بچہ مجھے اپنے جیسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ کئی سال پہلے جب میں انگلینڈ میں تھا تب مجھے یہاں سے اپنے باپ کی طویل چٹھی موصول ہوئی کہ آخری دموں پر ہوں، فوراً آؤ اور مل جاؤ۔ چٹھی پڑھ کر مجھے اپنے آپ کو یہ باور کروانے میں ذرا بھی دقت نہ ہوئی کہ بھئی، تمھارا باوا تو نا سمجھ ہے۔ تم ہی سمجھ سے کام لو —— مجھے اپنے بڑے بھائی کا نازائیدہ بچہ بہت اچھا لگنے لگا ہے اور میں نے فیصلہ کر لیا ہے، پہلے ذرا جھک کر، پھر بے ٹوک، کہ بڑا بھائی اس دوران چل بسا تو نو دو گیارہ کو میں اپنا قانونی بیٹا بنالوں گا —— ہاں، ٹھیک ہی تو ہے، سو جھٹکوں کے بعد آدمی کو باپ بننا نصیب ہوتا ہے مگر میرا کام ہاتھ پیر ہلائے بغیر ہی بن جائے گا —— نہیں، ہاتھ پیر ہی کیا، میں نے اپنا سارا بدن ہلایا تھا۔ میرے بڑے بھائی کا نازائیدہ بچہ دراصل میرا ہی ہے۔ اپنی دانست میں ہم نے اس کی آمد کو روکنے کے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لیے سارا بندوبست کر لیا تھا۔ لیکن قفل جوں کے توں پڑے رہ گئے اور مال نے اعلان کیا کہ وہ اپنے آپ ہی چوروں تک پہنچ جائے گا۔ بھابی اور میں ——— نہیں، چھوڑیے ساری تفصیل یاد کر کے مجھے کوئی قصّہ تھوڑا ہی گڑھنا ہے۔ وہ عورت تھی اور میں مرد، سو جو ہونا تھا وہ ہو گیا ——— میرا [illegible] بھائی بڑا بھولا ہے۔ پھر بھی ایک بار اُسے چھوٹا سچا شک سا ہو گیا۔ بھابی گھبرا گئی۔ گنہگار عورت کو پکڑے جانے کا ڈر لاحق ہونے لگے تو اُسے بچا لینے کے خیال سے اس کے مرد ساتھی کی انا کی بڑی تسکین ہوتی ہے۔ بڑے بھائی کے سامنے میں نے بھابی سے اس طرح پیش آنا شروع کر دیا گویا اُسے ماں کے روپ میں ہی دیکھتا ہوں ——— نہیں؟! ——— کیوں؟ اس میں جھوٹ بھی کیا تھا؟ اس کی کوکھ میں بچہ پلنا شروع ہو ہی چکا تھا ——— میرے نیک بھائی کو دل ہی دل میں اپنے اتنے بُرے گمان پر پچھتاوا ہونے لگا۔ اتنا سچ مچ کا آدمی ہے کہ مجھے جھوٹ موٹ کا آدمی بھی معلوم نہیں ہوتا ———

کوئی اور نا معلوم کیا سوچے، میں تو جو کچھ بھی سوچ رہا ہوں اُسے ہو بہو لکھے جا رہا ہوں۔ دراصل کسی کو بُرا سمجھ کر ہم جھٹ اپنی نیکی پر ایمان لے آتے ہیں۔ بُرے کی بُرائی میں ایک بنیادی اچھائی، یہ ہوتی ہے کہ نیک نامی کو وہ اپنے لیے کوئی مسئلہ نہیں بنائے ہوتا ہے۔ وہ جو کچھ بھی کرتا ہے اُسے بُرا یا اچھا سمجھ کے نہیں کرتا ہے، بس اس لیے کرتا ہے کہ اپنے منطقی روزمرہ میں اُسے یہی کرنا ہوتا ہے ——— مجھے بھی اپنے روزمرہ میں خلل پیدا کرنا پسند نہیں، اس لیے جب میرے بڑے بھائی نے اپنی بیماری کے اوائل میں دبی زبان سے تجویز کیا کہ اپنا فلیٹ چھوڑ کر اُن کے ساتھ رہنے لگوں تو میں نے مشکوک سی حامی تو بھر لی مگر انکے ساتھ رہنے کو گیا نہیں، نہ ارادہ ہے، بھابی بھی کئی بار کسی حاملہ گائے کی طرح بڑی خاموش آنکھوں سے کہہ چکی ہے، میرے لیے ہی آ جاؤ نا، ——— لیکن میں ایک عرصے سے بڑا گوشت کھانے کا عادی ہو چکا ہوں ——— تمہارے ساتھ میرا وقت اچھا کٹ گیا اور میرے ساتھ تمہارا، سیدھے لین دین کی بات ہے، اب تمہارے لیے میں اپنا وقت کیوں برباد کروں؟ ——— ڈاکٹروں نے بڑے بھائی کے فوری آپریشن کا مشورہ دے رکھا ہے اور ساتھ ہی یہ رائے کہ آپریشن سے بھی فائدہ وائدہ نہیں ہونے کا۔ بیس پچیس ہزار کے خرچ سے بس کو شش کر لینے کی تسکین حاصل کی جا سکتی ہے ——— اب کوشش بھی کرواؤ بیس پچیس کا ہزار کا خرچ بھی، جسے پورا کرنے کے لیے آٹھ دس ہزار کی توقع مجھ سے بھی کی جا رہی ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

——— کوئی عقلمند بتائے کہ یہ کہاں کی عقلمندی ہے۔ بھائی نے تو مرنا ہی ہے (آپ فکر نہ کیجئے بھائی صاحب، آپ کے پیچھے میں جو ہوں) بچوں کو یتیم ہونا ہی ہے (تمہیں اعتراض نہ ہو بھابی تو اپنے بچے کو میں اپنا قانونی بچہ بنانے پر تیار ہوں) بھابی کو بیوہ ہونا ہی ہے (بیوہ ہونا ہی ہے بھابی ابھی سے ایسے حالات پیدا کرنے کا جتن کرو کہ بیوگی کے ایام خوشگوار ہوں ——— کوشش کرو بھابی، تو کیا پتہ، تمہارے وہ دن ان دنوں سے بھی زیادہ مزے سے کٹیں، بلکہ مجھے تو یقین ہے کہ وہ دن بہتر ہی ہوں گے۔ بھائی صاحب نے پورے پچاس ہزار کا بیمہ کروا رکھا ہے، مکان تمہارا اپنا ہے ——— ایک بھائی صاحب نہیں ہوں گے، پر اور سارے بھی کیا اُن کے ساتھ مر جائیں گے؟ ——— سبھی ہیں ——— میں بھی ہوں ——— مجھے غلط نہیں سمجھو بھابی، تم سے میں ایک شادی نہیں کروں گا اور جو چاہو گی کروں گا۔ ——— یاد رکھو، یوں کریں گے کہ پہلے بیس بائیس برس ہم الگ الگ خوب جی بھر کے جی لیں گے، پھر جب دونوں بوڑھے ہو جائیں گے تو مرنے سے چند روز پہلے چپکے سے ایک دوسرے سے شادی کر لیں گے اس کے بعد تم ایک بار پھر بیوہ ہو گئیں تو یقین کرو تمہیں کوئی رنج نہ ہو گا۔ سوکھے ہوئے وجودوں کو محسوس ہی نہیں ہوتا کہ وہ ایک دوسرے سے جدا ہو گئے ہیں ——— روؤ نہیں بھابی، دور کی سوچو اور خوش رہو ——— بھائی صاحب کے چلے جانے پر ہی تمہاری آئندہ خوشی کا انحصار ہے) ——— ارے مکھی ابھی تک یہیں ہے! ——— اس کمرے کو میں نے اپنے دماغ کی طرح سجا رکھا ہے تاکہ دماغ سے نکل کر یہاں آ بیٹھوں تو یہی لگے کہ وہیں ہوں، ہر شئے عین اپنی جگہ پر ہے، اتنی صاف کہ اُسے دیکھتے ہوئے اُسے دیکھنے کی بجائے اُسکی صفائی کی جانب ہی دھیان جائے ——— میرا نوکر صبح و شام باقاعدگی سے تالین میں سے گرد نکالتا ہے۔ فرنیچر کی جھاڑ پھونک کرتا ہے، نادیدہ اجرام کو غائب ہی غائب میں مارنے کے لیے ہیوی کلرز سے فلٹ کرتا ہے اور گلابوں پر بڑے سلیقے سے رات کی رانی کا سینٹ لگا رہتا ہے ——— اور مجھے لگتا ہے کہ یہ سب کچھ میرے دماغ میں ہی ہو رہا ہے۔ آپ یہاں کہیں غلاظت کا ہلکا سا نشان بھی دکھا دیں تو میں اپنا گلا کاٹ لوں، نہ بھی کاٹوں تو زندگی سے بھرپور بیماریوں کے ان دیکھے ذرات سے میرا گلا آپ ہی آپ گھٹ کر رہ جائے گا ——— میں اپنے دماغ میں صبح و شام اس وقت تک فلٹ کرتا ہوں جب تک مجھے یقین نہ ہو جائے کہ سارا ماحول زندگی سے پاک ہو کر کتابوں ہو گیا ہے اور پھر اس محفوظ کتابوں میں رات کی رانی بسنے لگتی ہے۔ میں اپنی کھڑکیوں کے پٹ تو کھلے رکھتا ہوں، لیکن ہر کھڑکی پر میں نے کچھ اس طرح کے سلائیڈنصب

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کردار کھے ہیں کہ باہر کی روشنی اور ہوا چھن چھن کر، نہایت سُبک اور بے ضرر ہو ہو کر اندر آئے۔ ہاں، وہ عقب کی کھڑکی ہمیشہ بند رکھتا ہوں کیوں کہ اُس طرف بڑی گندی بستی ہے۔ وہاں کے لوگوں کو گندگی کے ڈھیروں میں رہنے کی اتنی عادت پڑ گئی ہے کہ بیماریوں سے مرنے کی بجائے توانا ہو ہو کر بیماریاں پھیلاتے ہیں ——

مکھی اب گلابوں پر منڈلا رہی ہے اور دو چار چکروں میں ہی رات کی رانی کی اینٹی سیپٹک عناصر سے ڈھیلی پڑ کر صوفے کی طرف مڑ گئی ہے۔ چین سے بیٹھا ہوا صوفہ اپنے ڈھلے ہوئے بے داغ لباس میں یکلخت سکڑ گیا ہے اور نفرت سے اُس نے اپنی سانس روک لی ہے لیکن تادیر روک نہیں پایا تو خارج ہوتی ہوئی سانس کے جھکڑ میں مکھی سامنے کی دیوار سے جا ٹکرائی ہے اور پھر ذرا سنبھل کر وہیں کلینڈر کی تاریخوں کے خانوں پر بھن بھن اڑنے لگی ہے۔

آج چودہ تاریخ ہے —— ارے ہاں، آج تو ——

"بوائے! —— ب —— !"

"یس سر!"

"آج شام کو چائے پر مہمان آ رہے ہیں"

آج شام کو میرا باس اور اُس کی بیٹی میرے یہاں آ رہے ہیں۔ میرا باس مجھے اپنی بیٹی کے لیے ہتھیا لینا چاہتا ہے اور میں اُسے اپنی پروموشن کے لیے۔ خلاف خواہش شادی کر لوں مگر ڈرتا ہوں کہ اس کی بیٹی کھاد سے اتنی لدی پڑی ہے کہ میری جھوٹی موٹی مسکراہٹوں سے بھی درجنوں بچے پیدا کر کے جان وبال کر دے گی۔ ہر وقت منہ ہلاتی رہتی ہے۔ اُسے ناخنوں سے دانت صاف کرتے ہوئے آنکھیں مٹکاتی ہے تو مجھے محسوس ہوتا ہے کہ ننگے بدن کیچڑ میں لت پت ہو کر بوائی کر رہا ہوں اور میرے بدن پر سینکڑوں کیڑے کلبلا رہے ہیں۔

"بوائے!"

"یس سر!"

"مہمانوں سے کہہ دینا کہ میں گھر میں نہیں ہوں —— نہیں، ٹھہرو! —— کہہ دینا کہ اچانک بھائی کی موت کی خبر پا کر میرا جانا ہو گیا ہے —— نہیں، ٹھہرو! —— " میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ اُسے کیا بتاؤں۔ میرے بڑے بھائی کی حالت آج واقعی غیر ہے لیکن اُس

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے مرنے سے پہلے ہی اُس کی موت کی خبر اُڑا دینا بے جا نہ ہوگا ـــــ

"دیکھو کہہ دینا کہ میرے دادا کی موت کی خبر آئی ہے ـــ" دو ماہ پہلے ہی دادا کی موت کا عذر پیش کر کے میں نے دس دن کی رخصت منظور کروائی تھی۔

"تمھارے دادا کی عمر کیا تھی دیشو؟" باس نے کسی نہایت قریبی رشتہ دار کے مانند اتنے المناک لہجہ میں پوچھا تھا کہ مجھے ڈر ہونے لگا تھا، وہ میرے ساتھ ہی آنے کو تیار نہ ہو جائے۔

"ساڑھے ستاسی برس" حالانکہ وہ میرے پیدا ہونے سے پہلے ہی جانے کب مرکھپ گیا تھا۔

"یعنی پورے ساڑھے ستاسی برس؟" اُس نے گویا سوچ رکھا تھا کہ میرے دادا کی عمر میری عمر سے کم ہوگی ـــــ میں ہنسنے لگا ہوں۔ مجھے خیال آیا ہے کہ ٹھیک ہی تو ہے۔ سب سے بڑا وہی ہوتا ہے جو آخر میں رہ جائے۔ میرا دادا اپنے بڑوں سے بڑا تھا، میرا باپ میرے دادا سے ـــ اور میں سب سے بڑا ہوں۔ وہی خون مجھ میں دوڑ رہا ہے، نہیں دوڑ رہا ہے، کہنہ ہو کر اب لاٹھی کے سہارے آہستہ آہستہ میری رگوں میں چلتا ہے ـــ اور چلتا ہے تو رگوں میں لاٹھی کی پیہم رگڑ سے میری جان ہر لحظہ منہ میں اٹکی رہتی ہے ـــــ میرے بزرگو، آہستہ چلو ـــــ اور آہستہ ـــ تم سب جوان ہو بزرگو، لیکن میں اپنی اس عمر میں بھی تمھارے ساتھ ساتھ چلنا چاہتا ہوں۔ تمھاری تیز روی باعثِ رشک ہے لیکن مجھ بڈھے کو اکیلا چھوڑ کر آگے مت بڑھو ـــ آہستہ چلو عزیزو! ـــ نہیں؟ ـــــ نہ سہی! میرے لیے تم اپنا نہ کیوں کر کرا کرو؟ ـــــ مرکھپ کے اب کہیں تمھارے ہنسنے کھیلنے کے دن آئے ہیں۔ خوب عیش کرو۔ میرے بزرگو ـــــ شاباش! آگے بڑھ جاؤ ـــــ جاؤ! ـــــ نہیں، رُک جاؤ ـــــ دیکھو، میرا بھائی بھی آنکھیں مَل رہا ہے، جاگ رہا ہے، آنکھیں کھل لینے دو، دوڑ کے تمھارے ساتھ ہو لے گا ـــــ جاؤ ـــــ سب جاؤ! ـــــ میں تمھارا کیا ہوتا ہوں؟ جاؤ، مجھے بھی تمھاری کیا پروا ہے؟ ـــــ میری موت کے بعد میرے بیمے کی رقم میرے باپ کو ملے ـــ نہیں، میری وصیت بدل دو ـــــ نہیں، ایسے ہی رہنے دو ـــــ لیکن تمھارا باپ تو مر چکا ہے ـــــ ارے ہاں، وہ تو مر چکا ہے ـــــ مر چکا ہے تو اچھا ہی ہے، بڑا نالائق تھا ـــــ تو میرے بیمے کی رقم ـــــ ہاں، میرے بیمے کی رقم میرے دادا کو ملے! ـــــ نہیں ٹھہرو! سب نالائق ہیں! میری ساری اولاد

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کو میری پروا نہیں تو میں بھی کسی کی پروا کیوں کروں ؟ ـــــ ہاں ، کیوں کروں ـــــ لکھو، میرے بیمے کی رقم ـــــ ساری رقم میری موت کے بعد مجھے ہی ملے ! میں آپ ہی اپنا جائز وارث ہوں ۔ میرا وارث کوئی نہیں ۔ میں بے اولاد ہوں ـــــ اپنی صحت کی خاطر خون کو صاف کر کر میں نے اسے زندگی کے ایک ایک جرم سے پاک کر لیا ہے ـــــ نہیں ، دیشو، اب کے میرا بچہ تمھارا ہی ہوگا ـــــ نہیں بھابی ، تمھیں یاد نہیں ہوگا کہ تمھارا وہ وقت کس کے ساتھ کٹا ۔ میرا باپ بے اولاد تھا تو میرے کیونکر اولاد ہو سکتی ہے ؟ ـــــ ہنسو نہیں بھابی ، میری بات کو دھیان سے سنو ۔ میرا باپ اس لیے بے اولاد تھا کہ میں ـــــ مجھے یقین ہے کہ میں کبھی پیدا نہیں ہوا ۔ تم سمجھتی ہو کہ میں ہوں ـــــ نہیں بھابی، میں نہیں ہوں ، میرا باپ بھی نہیں تھا ، ہماری سارے خاندان میں کوئی بھی نہیں تھا ۔ تم اپنی بیوگی کا انتظار کر رہی ہو بھابی ، لیکن اصلیت یہ ہے کہ میرے بھائی سے شادی کرتے ہی تم بیوہ ہو گئیں ، ہم سب کی طرح وہ بھی کبھی نہ تھا ـــــ

میرا سر بھاری ہو رہا ہے ۔ مکھی بھنبھنا رہی ہے ، نہ جانے میرے دماغ میں ، یا کلینڈر پر تاریخوں کے خانوں میں ـــــ ہاں ، ابھی تک وہیں ہے اور چودہ تاریخ کے خانے میں گھسنا چاہ رہی ہے اور ہر بار کاغذ سے ٹکرا کر واپس آجاتی ہے ـــــ میں بھی ہر روز کے مانند آج کے دن میں گھسنا چاہ رہا ہوں مگر آج بھی یہ دستور کو اڑ رہی ہیں ، آج بھی یونہی آج کے باہر رہ جاؤں گا ـــــ

" ہوائے ! "

" یس سر ! "

" مہمانوں سے بس اتنا ہی کہہ دینا کہ میں کہیں باہر ہوں ۔ "

یہ حقیقت ہے کہ میں ہمیشہ باہر ہوتا ہوں ۔ مجھ سے کئی لوگ ملنے آتے ہیں پر پتہ نہیں کس سے مل کر چلے جاتے ہیں ۔ ایک دفعہ اچانک میرا باہر سے اندر آنا ہو گیا اور میں نے دیکھا کہ میری بجائے کوئی اور شخص روبینہ کے پہلو میں لیٹا ہوا ہے ۔ میں اپنے دماغ کی کسی رگ میں چھپ کر بیٹھا تھا اور اسکی طرف گھور گھور کر دیکھے جا رہا تھا ـــــ ہوا لگ ! ـــــ روبینہ اس شخص کے کانوں میں دھیرے دھیرے پیار کے انداز میں بول رہی تھی ـــــ تم ان عورتوں کے پیچھے لگے رہتے ہو لیکن ـــــ میں ـــــ صرف ـــــ تمھاری ہوں ـــــ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

——— روبینہ نے اس سے پہلے کئی بار مجھ سے بھی یہی کہا تھا ——— تو پھر یہ کون ہے؟
——— پہچانو، کون ہے؟ ——— اسے دیکھ کر تجھے غصہ کیوں نہیں آرہا ہے؟ ———
میرے ہی گھر میں ——— میرے ہی بدن میں میری محبوبہ کے پہلو میں چین سے لیٹا ہوا ہے ——— میرا
ہی پہ قبضہ جمائے ہوئے ہے پھر مجھے غصہ نہیں آرہا ——— میں نے اس کی زبان سے ———
اپنی زبان سے جس پر وہ قابض تھا بول کر اسے مخاطب کرنا چاہا ——— سنو! ——— اور وہ جوں کا
توں بول ——— سنو! ——— لو سن لو۔ سننا چاہتے ہو تو آپ ہی اپنی سن لو ———
کون ہو تم؟ کہاں سے آئے ہو؟ ——— وہ عین اسی وقت گویا ہوا جب میں ———
میں ہنس دیا۔ اور اسی وقت وہ بھی ——— اور پھر روبینہ اس کی طرف منہ پھیر کر اس سے بے اختیار
پیار کرنے لگی ——— کس سے پیار کر رہی ہے؟ ——— مجھ سے کر رہی ہے تو کس سے کر رہی ہے؟
——— میں نے اپنی ہنسی کو روکنے کی ناکام کوشش کی ——— بڑے خوش نظر آرہے ہو دیشو؟
——— ہاں، روبی، میں بہت خوش ہوں کیونکہ مجھے یقین ہو گیا ہے کہ میرے ہر اچھے برے کلام کی
ذمہ داری میری نہیں ——— ہاں، روبی، اگر اس وقت میں تمہارا گلا گھونٹ دوں تو بھی میں نہایت
ایمانداری سے کورٹ میں کہہ سکتا ہوں کہ میں معصوم ہوں ——— روبینہ میری طرف بغور دیکھتے ہوئے
اچانک ٹھٹک کر رہ گئی اور پھر بستر سے اٹھ کر جلدی جلدی کپڑے پہننے لگی۔
روبی! ——— روبی! ——— میں نے اٹھ کر اسے اپنے بازوؤں میں لے لینا چاہا لیکن
وہ میرے بازو سنبھالے مزے سے لیٹا رہا ——— روبی! ——— میں اپنے علم کے بغیر اسے کیونکر
روک سکتا تھا؟ ——— قدرت بڑی کارساز ہے، موت کی واردات پہ درد کی گانٹھیں ایک
ایک کھلتی چلی جاتی ہیں ——— نہیں! ——— اس انجانے لذت کوش عمل سے خوفزدہ ہو کر بیمار
گانٹھوں کو کھلتے جانے سے روک لینا چاہتا ہے ——— نہیں! ——— نہیں! ——— لیکن
اب تک ساری گانٹھیں کھل چکی ہیں اور مرنے والے کو سارے کا سارا مرکر چین آگیا ہے ———
نہیں! ——— ارے، وہ تو ابھی جوں کا توں زندہ ہے اپنی موت کے بعد بھی
اسے ابھی مرنا ہے! ——— روبی! ——— روبی! ——— میرے درد کی گانٹھیں ———
میرا جسم ہی نہیں رہا تو میرے درد کی گانٹھیں کہاں بندھی ہوئی ہیں ——— یا شاید ———
شاید اسی کیفیت کا نام جہنم ہے! ———

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مکھی کلینڈر پہ تاریخوں کے خانوں سے نکل آئی ہے اور کاغذ کی خالی سطح پر بھی اُسی بے صبر سرعت سے بھنبھنائے جا رہی ہے اور اُسے معلوم نہیں کہ وقت کے سارے خانے پیچھے رہ گئے ہیں ـــــ اب اتنی بے چینی کیوں؟ اب تو کہیں آرام سے ٹک جاؤ ـــــ لیکن کہیں زندگی کے آثار ہوں تو ٹک بھی جائے ۔ یہاں بھی وہاں کے مانند صفائی ہی صفائی ہے، جہاں گندگی کا یہ چھوٹا سا جاندار لوتھڑا اپنے پیروں کو سمیٹ لے تو بیمار پڑ جائے، مجھے اُس پہ ترس آنے لگا ہے، نہ معلوم اُسے آرام سے بیٹھنا کہاں نصیب ہو گا ۔

میں نے کمرے کی چاروں طرف نگاہ دوڑائی ہے اور عادتاً بڑے اطمینان کا احساس ہوا ہے کہ میرا یہ ملاقاتیوں کا کمرہ نہایت بھاڑا پونچھا ہوا ہے، اتنا، کہ یہاں کسی رشتے کا نشان بھی ملنا ناممکن ہے ۔ اس قدر صاف و ہموار ماحول میں کوئی تادیر قیام نہیں کرتا، بس آئے اور گئے ۔ ـــــ میں اپنے ہر ملاقاتی کو اس باہری کمرے تک ہی آنے دیتا ہوں ۔ میری اندر کی رہائش صرف میری ہے ۔ اپنے اندر کوئی کسی کا خیال ہی لے جا سکتا ہے، یا پھر یہ ہے کہ اُسے کاٹ کے، اُبال کے کھا لیا جائے اور خوراک کے حیاتیات کو جذب کر کے فضلا خارج کر دیا جائے ۔ دوسروں کو چھوڑیے، میں اپنی بھابی کو بھی یہاں سے آگے اندر کی طرف نہیں جانے دیتا ۔ وہ بڑی اپنائیت سے اندر گھستے چلے آنے کے انداز میں وارد ہوتی ہے مگر میں نہایت ملائمت سے اُسے یہیں روک لیتا ہوں ۔ ایک بڑا سا پلنگ بھی میں نے یہیں بچھوا رکھا ہے ۔ جو کچھ بھی کرنا ہو کر لو، لیکن بس یہیں تک ۔

لیکن بھابی آج صبح سویرے ہی آ دھمکی اور اصرار کرنے لگی کہ پہلے مجھے اندر لے جاؤ ۔

"خیر تو ہے بھابی؟ ـــ بیٹھو ـــ"

"سدا یہیں بٹھا دیتے ہو، مگر یاد رکھو اپنے اندر نہ لے گئے تو میں خودکشی کر لوں گی ۔

"آرام سے بیٹھو بھابی، اتنی پریشان کیوں نظر آ رہی ہو؟"

"تمھارے بھائی کی طبیعت بہت خراب ہے ـــ"

میں چونکا لیکن بس اس قدر، کہ چونکا ہوں ۔

بھابی کی آنکھیں آنسوؤں سے بھری پڑی تھیں ـــ جیسے بڑے دکھ سے پوچھ رہی ہوں، مرنے والا تو مر ہی رہا ہے، لیکن یہ بتاؤ، اُسکے مرنے کے دو چار ـــ یا دس بارہ بعد مجھ سے شادی کرو گے؟ ـــــ وہ اپنے ابھرے ہوئے پیٹ پر دونوں ہاتھ رکھے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

...ya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہوئے تھی، شاید یہ سوچ کر، کہ نہ رکھے ہوئے ہو تو میں بھول جاؤں گا کہ وہ میرے بچے کی ماں بننے جا رہی ہے۔

ایسا نہیں ہے کہ بھابی مجھے پسند نہیں۔ سینکڑوں میں ایک ہے۔ اس وقت اُسے امنڈی امنڈی گھٹا کی طرح برسنے کو پاکر میرا جی چاہ رہا ہے کہ جلدی جلدی سارے کپڑے اُتار دوں اور جی بھر کے نہالوں مگر موسلا دھار بارش بھی ہونے لگے تو نہاتی تو صرف ہماری باہری جلد ہی ہے ـــــ یہ بھی چھوڑیے، ہے یہ کہ اپنے اپنے ہی اندر نہا لینے سے ہی مسام نہیں کھلتے کہ اندر کی غلاظت خارج ہوتی رہے۔ میں اپنی صفائی پسندی کا چرچا کرتا رہتا ہوں مگر سچ یہ ہے کہ میں اسی لیے کسی کو اندر نہیں لے جاتا ہوں کہ مرے اندر غلاظت ہی غلاظت ہے۔ میں گویا اسی غلاظت کو صاف کرنے کی کوشش میں باہری صفائی میں جٹا رہتا ہوں؟ بلاناغہ نہایت محنت سے مَل مَل کے نہاتا ہوں، پھر تولیا رگڑ رگڑ کر بدن کا انگ انگ پونچھتا ہوں، پھر بدن پر ڈھیروں پاؤڈر چھڑک کر آسن شدہ دُھلے ہوئے کپڑے پہن لیتا ہوں ـــــ آؤ بھابی، مل لو ـــــ مگر بھابی میرے اندر جا کے میری غلاظت کو کریدنا چاہتی ہے۔ میں اُسے اسکی اجازت کیوں دوں؟ نیچر کے کام میں کیوں مخل ہونے دو، اُسے کیوں اپنے اندر داخل ہونے دوں؟

"بیٹھو بھابی۔ گھبراؤ نہیں، سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

"نہیں، ویشو، میں ـــــ اگر تم نے میرا ساتھ نہ دیا تو میں لُٹ جاؤں گی۔"

وہی دو چار یا دس ماہ والی بات، گویا کہہ رہی ہو، تمھارا بھائی تو مَر ہی رہا ہے، بولو، مجھ سے شادی کرو گے؟

میں کیا بولوں؟ ـــــ ارے بھئی، موٹی انشورنس نہیں ملے گی، اتنا بڑا مکان تمھارا اپنا ہے۔ تمھارے (اپنے) دوسرے بچے کی تربیت کا سارا خرچ میں اپنے ذمے لے لوں گا، اس سے زیادہ کسی کو اور کیا چاہیئے؟

مجھے کچھ اور نہیں چاہیئے، ویشو۔ میں بس ایک تم ہی کو چاہتی ہوں ـــــ بولو! مکھی کی بھنبھناہٹ تیز تر ہو گئی ہے۔ باہر جانے کا کوئی راستہ اُسے سوجھ نہیں رہا ہے اور اندر کوئی ایسا بسا بسا غلیظ مقام نہیں جہاں وہ آرام سے بیٹھ جائے۔

"یہیں پلنگ پر بیٹھ جاؤ۔ بھابی۔"

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

وہ بیٹھ گئی تو اس کی لٹکتی ٹانگوں کو اوپر پلنگ پر ٹکا کر میں نے اسے لٹا دیا۔

"تم بہت پریشان نظر آ رہی ہو"۔

اُس کی آنکھوں کی بھیگی بھیگی تابندگی دیکھ کر مجھے لگا کہ گرد م ابر سے جھانکتی ہوئی تاروں کی، خنک جھلاہٹ میری نظر میں بھرنے لگی ہے ——— میں بھی اس کے ساتھ لیٹ گیا اور میرا جی چاہنے لگا کہ بے اختیار اس کے دکھ میں اتر جاؤں ——— وہ رو رہی تھی ———

رو ؤ نہیں بھابی! ——— لیکن میری خواہش تھی کہ وہ روتی رہے۔ عورت کے رونے سے مجھے اسکی مکمل آمادگی کا سراغ مل جاتا ہے اور میں خوب سیر ہو کے کھا پی لیتا ہوں۔ ورنہ بشاش بشاش عورتوں کی رفاقت میں تو بس یہی محسوس ہوتا ہے کہ انھیں ذرا سا چکھ لیا ہے اور چکھ کے بھوک بھڑک اٹھی ہے۔ مگر کھانے پینے کو باقی کچھ بھی نہیں ——— میں نے خوب سیر ہو کر کھا پی لیا تو بھابی اچانک ہڑبڑا کر اٹھی۔ تمھارے بھائی کی حالت غیر ہے"۔

"ہاں، تم چلو، میں بھی تھوڑی دیر میں آ جاؤں گا"۔

لیکن مجھے موت کے کہیں آس پاس ہونے کے احساس سے بڑی کوفت ہوتی ہے۔ اندھا دھند آ ہی ہوتی ہے، کون جانے بیمار کے ساتھ کسی اور کو بھی ہانک لے جائے۔ سو میں نے فیصلہ کر لیا کہ اگر میرے بھائی کو آج ہی مرنا ہے تو میں اسکی موت کا انتظار کر کے ہی جاؤں گا، شاید بھابی بھی آ کر اس لیے تھوڑی دیر اطمینان سے میرے ساتھ لیٹ گئی کہ اس دوران اپنے شوہر کی موت کی خبر اُسے نہیں موصول ہو جائے۔ وہ اُس گھڑی سے گھبرا رہی ہوگی جب موت اُس کے شوہر کی آنکھوں سے جھانک کر اُس سے کہے گی ——— سُنو! جانتی ہو، میں کون ہوں؟ ———

اور وہ اُسکی طرف حیران سے دیکھ دیکھ کر بوکھلا جائے گی ——— یہ تو ——— یہ تو میں ہی ہوں ——— ہاں، مجھے یقین ہے کہ جب میرے بھائی کو موت پیش آئے گی تو دراصل اسے بھابی ہی پیش آئے گی۔ میرا بھائی ——— مجھے بخوبی علم ہے ——— بھابی سے بے انتہا پیار کرتا ہے اور اسی فکر میں مرا جا رہا ہے کہ اسکی موت کے بعد بھابی کا کیا ہوگا ——— لیکن اس کے ہوتے ہوئے بھابی کا کیا ہو رہا ہے؟ بھابی کو اس کے جانے کا دُکھ تو ہوگا ہی، لیکن میں جانتا ہوں کہ اس کے جاتے ہی بھابی سکھ کا سانس بھی لے گی ——— یہ جان لیوا انتظار کی گھڑی آخر بیت گئی ——— آؤ راہو کھانا کھالو، اور آرام سے سو جاؤ، صبح تمھیں اسکول

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جانا ہے ـــــ اور مجھے ـــــ مجھے اب کیا کرنا ہے ؟ ـــــ بھابی اپنے آپ سے پوچھے گی ـــــ مجھے اپنے شوہر کے بیمے کی رقم وصول کرنا ہے، ویشو کا بچہ جننا ہے اور پھر چند ماہ بعد ویشو سے شادی کرنا ہے ـــــ نہ بابا، نہ ! میں اس سے شادی کیوں کروں ؟ اگر موت اسی کا نام ہے کہ ہم اپنوں کی فکر کر کر کے دم توڑ دیں تو میں کسی کو اپنا کیوں بناؤں ؟ مجھے ہمیشہ زندہ رہنا ہے۔ جہنم ہی سہی لیکن جہنم بھی لازوال ہوتا ہے ـــــ

بھابی کے جانے کے بعد میں نے سویرے سویرے ہی وہسکی کے ایک ـــ دو ـــ تین ڈبل ٹاٹ چڑھا لیے اور اپنے اس فیصلے پر اڑ گیا کہ میں یہیں اپنے بھائی کی موت کا انتظار کروں گا۔ ـــــ شاید ـــ شاید وہ آپ ہی اپنی موت کی خبر لے کر آجائے ـــــ ویشو، میرے انتم سمے پر تم موجود نہ تھے۔ میں نے سوچا تم سے مل کر جاؤں ! ـــــ آئیے، بھائی صاحب، بیٹھیے، آپ کے لیے چائے منگواؤں ؟ ـــــ نہیں، دودھ منگواتا ہوں، چائے ڈاکٹر نے منع کر رکھی ہے ـــــ

مکھی اپنے لیے کوئی غلیظ مقام نہ پا کر اب بھنا گئی ہے اور ادھر ادھر بھن بھن اڑنے لگی ہے اور میری نظریں ویسے ہی اُس کے ساتھ ساتھ ـــــ یہاں ـــــ وہاں ـــــ وہاں ـــــ پھر یہاں ـــــ میری آنکھیں پپوٹوں سمیت اپنی جگہ سے اکھڑ گئی ہیں ـــــ یہاں ـــــ وہاں ـــــ میں اپنے بھائی کی موت کا انتظار کر رہا ہوں ـــــ یہاں ـــــ میرا دماغ نشے سے گرانبار ہوتا جا رہا ہے ـــــ وہاں ـــــ شاید مجھے قے ہونے جا رہی ہے ـــــ ہاں، میری غلاظت اچھل کر باہر آجائے تو شاید مجھے چین محسوس ہونے لگے ـــــ وہاں ـــــ بھائی صاحب آپ نے کیوں زحمت کی ؟ میں اُدھر آ رہا تھا ـــــ میں نے سوچا ویشو، تم سے مل کے جاؤں ـــــ یہاں، میری طرف ـــــ میرا منہ کھلا ہوا ہے اور ـــــ ار ـــ ر ـــ ر ! مکھی میرے منہ میں داخل ہو کر حلق سے نیچے اتر گئی ہے !

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

Forwarded with Compliments
from
Deptt. of Educ'n
Govt. of India

Entered in Database
Signature with Date

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جوگندر پال

ولادت ۵ ستمبر ۱۹۲۵ء

بمقام سیالکوٹ (پاکستان)

پتہ ای ۵۸۷ گریٹر کیلاش دو، نئی دہلی ۱۱۰۰۴۸

مصنف کی دوسری کتابیں

دھرتی کا کال (افسانوی مجموعہ)

میں کیوں سوچوں (افسانوی مجموعہ)

اک بوند لہو کی (ناول)

مٹی کا ادراک (افسانوی مجموعہ)

رسائی (افسانوی مجموعہ)

سلوٹیں (افسانچے)

بیانات (ناولٹ)

آمد و رفت (ناولٹ)

لیکن (افسانوی مجموعہ)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar